۱
گفتگو
واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-1

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱، اے، جوہر ٹاؤن۔ لاہور

نام کتاب گفتگو-1
مصنف واصف علی واصف
سال اشاعت 1999ء
قیمت

﴾ناشر﴿
کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن
لاہور

خزینۂ علم و ادب
الکریم مارکیٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

واصفؔ مجھے ازل سے ملی منزلِ ابد
ہر دور پر مُحیط ہوں جس زاویے میں ہوں

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب واصف صاحبؒ کے ان ارشادات پر مبنی ہے جو انہوں نے لوگوں کے مختلف سوالات کی وضاحت میں فرمائے۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جب آپؒ کے علم و عرفان کا احساس ہوا تو وہ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ انفرادی ملاقاتوں سے بات آگے نکل کے ''محفل'' کی صورت اختیار کر گئی۔ ان محفلوں میں اصحاب جمع ہوتے' بعد از نمازِ مغرب تقریب کا آغاز تلاوت سے ہوتا اور پھر آپؒ لوگوں کو دعوت دیتے کہ سوالات پوچھیں۔ یوں تو سوالات وسیع موضوعات پر مبنی ہوا کرتے مگر آپ اکثر فرماتے کہ مروج علوم تو کتابوں میں موجود ہیں' ایسے سوالات پوچھا کریں جن کا تعلق آپ کی اپنی ذات اور ذاتی الجھن یا تکلیف سے ہو اور جن کا جواب کتاب میں نہ ملے اور یہ بھی کہا کرتے کہ آپ کو اس زمانے میں اللہ کے راستے پر چلنے میں جو جو دشواری پیش آ رہی ہو اس کے حل کے لیے سوال پوچھا کرو۔ سوال کا جواب اس وضاحت سے فرماتے کہ پھر محفل میں موجود باقی اشخاص کی الجھنیں بھی دور ہو

جاتیں۔ جب جب یہ گفتگو پڑھی جائے گی تو بھی ہر شخص کا یہی تاثر ہوگا۔ یہ گفتگو ساتھ ساتھ ریکارڈ ہوتی گئی۔ ان کے حکم کے مطابق اسے کاغذ پہ منتقل کیا گیا اور اب اس کی پہلی جلد پیش کی جا رہی ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ سلسلہ اب چل پڑا ہے تو اللہ کے فضل سے چلتا ہی جائے گا۔

فہرست

[1]

[3]

[4]

[5]

[6]

[7]

[8]

[9]

[10]

تعارف

انسان جسم اور روح کا خوبصورت پیکر ہے۔ اللہ نے جب خاک سے انسان بنایا تو اس کے اندر روح پھونک دی۔ جسم کا تعلق ہماری عناصر اربعہ کی یعنی آگ مٹی ہوا اور پانی کی دنیا سے ہے اور روح کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ کوئی بھی انسان ہو' اس کے اندر روح اپنے عمل میں مصروف کار رہتی ہے۔ روح حسین منظر دیکھ کے خوش ہوتی ہے' اچھی خوشبو سے مہک جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی حسین خیال سے معطر ہو جاتی ہے۔ ایک لطیف بات سن کر انسان کا سارا دن بلکہ کئی کئی دن خوشگوار گزر جاتے ہیں اور پھر واصف صاحبؒ کے پاس تو ایسے حسین الفاظ کا بے انت خزانہ تھا۔ آپ کی روزمرہ گفتگو سن کر یہ احساس ہوتا تھا کہ ہر وقت ٹیپ آن رہنی چاہیے تا کہ یہ خزانے محفوظ ہوتے چلیں۔ شاید آپ کے انداز کا نتیجہ تھا کہ اوائل عمری ہی سے لوگ آپ سے سوال کرنے لگے تھے۔ آپ کمال کے حاضر جواب تھے اور حافظہ بے مثل پایا تھا۔ آخری عمر میں بھی آپ کو ابتدائی کلاسوں کے سبق' اشعار اور کہانیاں یاد تھیں۔ آپ سے پہلا سوال نہ جانے کب اور کس نے پوچھا ہوگا' یہ تو شاید آپ کے سوا کوئی اور نہ بتا سکے مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میرے والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ دیکھو اگر باپ بیٹے سے کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہاری قربانی پیش کر رہا ہوں' اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ کے والد صاحب کا اشارہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف تھا۔ آپ نے جو جواب دیا اس کا مطلب یہ بنتا تھا کہ پیغمبر کے مقام پر

اس طرح کا خواب دیکھنا بھی سچ ہے اور تعبیر دینے والا بیٹا بھی پیغمبر ہے' ان کا جواب بھی حق ہے کہ اے ابا آپ وہی کرو جس کا آپ کو حکم ہے۔ ہاں اگر عام انسان کی سطح کا تعلق ہوتا تو پھر اور بات تھی۔ آپ کے والد صاحب آپ کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد جب بچوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر سوال تھے اور جواب ______ یہیں سے ''گفتگو'' کا رنگ نکلنا شروع ہو گیا۔ ایک روز کی بات ہے کہ آپ سے طلباء نے پوچھا کہ Short Story یعنی افسانے کی کیا تعریف لکھیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا ''ایسی سٹوری جو شارٹ ہو' شارٹ سٹوری کہلاتی ہے'' بس یہ آغاز تھا آپ کے اسی سٹائل کا جس کے ذریعے آپ نے حکمت کا دریا علم کے کوزے میں بند کرنا شروع کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی مختصر باتوں کے ذریعے آپ نے بڑی بڑی عقدہ کشائیاں کیں۔ کالج کے دنوں میں طلباء کے علاوہ سینکڑوں دوسرے لوگ سوال بن آتے اور مشکلیں' کشا کرا کے لوٹ جاتے۔ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ محفل اپنے ارتقاء کے مراحل طے کرتی جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سوال اور سوالی بڑھتے چلے گئے۔ بات چل نکلی تھی لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ کسی ایک مقام پر لوگوں کو اکٹھا کر دیا جائے' جہاں آپؒ بیٹھ کے ان کی الجھنیں سلجھا سکیں۔ بس اسی ضرورت کے تحت محفل کی با قاعدہ شکل بن گئی۔ کچھ عرصہ کے لیے لاہور شہر کے مشہور لکشمی چوک میں ایک جگہ مرکز بنا رہا۔ پھر قذافی سٹیڈیم میں فزیکل ٹریننگ کالج میں محفلوں کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ یہ دور آپ کے علم کے دریا کا وہ حصہ تھا جو کہیں رک ہی نہیں پاتا تھا۔ عشاء کے بعد بیان شروع ہوتا اور سردی گرمی رات گئے تک سب اس میں محور ہتے۔ بعض اوقات سامعین کو ہوش تک نہ رہتا اور صبح کی اذان ہو جاتی۔ محفل میں حاضرین کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ یہ محفلیں تقریباً ایک ہزار راتوں تک جاری رہیں۔ بعد کی محفلیں ایک یا دو گھنٹے کی ہوا کرتی تھیں۔ یہ محفلیں وقت کی قید سے آزاد تھیں' نہ بولنے والے نے دم لیا اور نہ سننے والوں میں کوئی اضمحلال آیا۔ آج ان کا حال سن کر جہاں ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہاں ایک اور پہلو سے بڑا رنج ہوتا ہے' وہ یہ کہ وہ محفلیں مکمل طور پر ریکارڈ نہیں ہو سکی تھیں۔ اس

طرح ایک گنج گرانمایہ سے محرومی کا جو احساس ہوتا ہے وہ اس بات سے ذرا ہلکا ہو جاتا ہے
کہ بعد کی محفلوں کی ریکارڈنگ تو موجود ہے۔ قذافی سٹیڈیم کی اس محفل کے بعد آپ نے
اپنی قیام گاہ پر یہ محفل شروع کی۔ شروع شروع میں یہ محفل آپ کے ''دفتر'' میں ہوا کرتی تھی،
اس میں دس سے بارہ آدمیوں تک کے لیے کرسیوں کی گنجائش تھی۔ جمعرات کو مغرب کے
بعد آپ جلوہ افروز ہوا کرتے۔ اس کے بعد سامعین کی تعداد بڑھنے لگی تو محفل بڑے کمرے
یعنی ''ہال'' میں منتقل ہوگئی۔ آپ کی کرسی میز کے سامنے کرسیاں لگ جاتیں اور بیان شروع
ہو جاتا۔ محفل میں دعوت کے لیے نہ تو کوئی اعلان ہوتا اور نہ اشتہار یا اطلاع چھپا کرتی۔
آپ سے ملاقات تو بہت سے لوگوں کی تھی مگر محفل میں شرکت کے لیے آپ کی باقاعدہ
اجازت کی ضرورت تھی جو صرف کچھ لوگوں کو ملا کرتی۔ بعض اوقات کوئی شخص اپنے کسی
دوست کے لیے اجازت طلب کر لیتا تھا مگر اس شخص سے بھی اکثر پہلے ملاقات کر لیتے تھے۔
چند چہرے اکثر وہاں دیکھے گئے۔ ورنہ لوگ آتے اور جاتے رہتے تھے۔ اس میں کوئی شک
نہ تھا کہ جو لوگ محفل میں نہیں آ رہے ہوتے تھے' ان کا آپ سے تعلق اسی طرح برقرار رہتا تھا
مگر یہ بات کسی الگ راز کا حصہ تھی۔ آپ سے جو ملا وہ پھر آپ سے مل گیا اور ملا رہا۔ آپ
خود فرماتے تھے کہ میں جس سے ملا' اس کی زندگی کا حصہ بن گیا اور یہ کہ میں نے کبھی کسی شخص
کو اپنی محفل سے خارج نہیں کیا۔ آپ ''ہال'' میں داخل ہوتے تو یک دم سب حاضرین
تعظیم میں کھڑے ہو جاتے' ان کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور پھر آپ کرسی پر جلوہ افروز
ہوتے۔ ''ہال'' میں Pindrop Silence کا سماں ہوتا۔ سر جھک جاتے اور نگاہیں مؤدب
ہو جاتیں۔ آپ چند لمحوں کے لیے سر جھکا کے اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے۔ پھر تلاوت
کے لیے کسی کی طرف اشارہ کرتے۔ تلاوت کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی۔ اس وقت نہایت
لطیف آواز سے آپ آہستگی سے فرماتے کہ سوال کرو ______ شاید کبھی کوئی ایسا موقع
آیا ہو کہ آپ نے از خود خطاب شروع کیا ہو ورنہ ہمیشہ آپ نے سوال کی دعوت دی اور
جواب میں گویا ہوئے۔ ایک مرتبہ ریڈیو پاکستان پر سیرت کے موضوع پر آپ نے لکھا ہوا

مقالہ پڑھا تھا مگر اس کے آخر میں آپ نے حاضرین کے سوالات کے جواب بھی دیے۔ ''کرن کرن سورج'' کی تقریب رونمائی ہوئی تو جب تقریب کے آخر میں آپ کو خطاب کے لیے دعوت دی گئی' آپ نے چند الفاظ بولے' پھر خاموش ہو گئے ــــــ لوگوں نے سمجھا شاید بول نہیں پا رہے تو فوراً ہی فرمایا کہ میں گھبرا نہیں گیا بلکہ آپ لوگ پوچھیں تو میں بولوں ــــــ تب کسی نے عرض کی کہ توبہ کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ اس کے بعد پھر آپ کا بیان چل پڑا ــــــ یہ کیفیت محفل میں ہمیشہ رہی۔

جیسے ہی آپ سوال کی دعوت دیتے لوگ سوچ میں پڑ جاتے۔ خاموشی برقرار رہتی۔ پھر آپ نام لے لے کر پکارتے اور ان اصحاب سے کہتے کہ سوال کریں۔ پھر لوگ سوال کرتے ــــــ یہ سوال مختلف موضوعات سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر آپ فرماتے کہ مختلف مسائل اور علوم سے کتابیں بھری پڑی ہیں' آپ کے اکثر سوالوں کے جواب ان میں موجود ہیں' میں اس سوال کی دعوت دے رہا ہوں جس کا جواب اور کہیں سے نہ ملے' آپ بڑے بڑے سفر کریں' مقامات پر جائیں' وہاں اکثر آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا' یہاں تو دعوت دی جا رہی ہے کہ پوچھو' پوچھو! ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ تاریخ میں ایسا موقع ہی کم آیا ہے کہ کسی نے بار بار کہا ہو کہ مجھ سے سوال کرو' پوچھ لو' تمہیں یہ موقع ملا ہے' پوچھ لو ــــــ پھر لوگ سوال بتاتے اور پوچھتے۔ یہ سوال بھی اپنی نوعیت کے ہوا کرتے۔ آپ پھر فرماتے کہ میں وضاحت کرتا ہوں کہ سوال کسے کہتے ہیں۔ آپ لوگ مسلمان ہیں' اسلام پر چلنا چاہتے ہیں' زمانہ بدل چکا ہے' دین پر چلتے چلتے کہیں آپ کے خیال میں یا عمل میں رکاوٹ آ جاتی ہے تو اپنی اس الجھن کو بیان کریں تا کہ اس طرح اپنے دین کو اپنانے میں آسانی آ جائے ــــــ پھر یہ بھی فرمایا کرتے کہ تم میں سے جو شخص ایک سوال کرتا ہے وہ دراصل ہزاروں انسانوں کے دلوں میں موجود ہوتا ہے' اس طرح اس ایک سوال اور اس کے جواب سے ان تمام لوگوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا جن کے دل میں یہ سوال ہوگا۔ اس طرح بار بار اصرار کر کے آپ لوگوں سے سوال ''اگلوا'' لیا کرتے۔

بار ہا ایسا ہوا کہ پانچ چھ اصحاب نے مختلف سوال کیے اور آپ انہیں سنتے گئے۔ پھر ساری محفل میں ایک ایک کر کے سب سوالوں کے جواب دے دیتے' سننے والے آپ کے حافظے' گفتگو اور خیال پر گرفت کا اندازہ لگا کر حیران رہ جاتے۔ یوں تو آپ ان سوالات کے علاوہ بھی تقریباً ہر موضوع پر لوگوں کے سوالوں کے جواب دیتے تھے مگر زیادہ زور اس بات پر دیتے تھے کہ وہ علم جو ابھی کتابوں میں نہیں آیا اور جس کی آج کے انسانوں کو اشد ضرورت ہے' اب باہر آ جانا چاہیے' تاکہ فقراء نے اللہ کا جو علم اپنے سینوں میں محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا ہے' وہ محفوظ طریقے سے ہماری نسلوں تک پہنچ جائے۔

سوال ختم ہوتے ہی بیان شروع ہو جاتا اور پھر ایک دریا چل پڑتا' کبھی پتھروں سے ٹکرا کر شور کرتا ہوا تو کبھی میدان کے اندر سکون سے گزرتا ہوا ______ الفاظ کے انتخاب میں آپ کمال رکھتے تھے۔ یہ فیصلہ کرنے میں اکثر دشواری پیش آیا کرتی کہ آپ بولتے زیادہ اچھا تھے یا لکھتے زیادہ خوب تھے۔ یہ فیصلہ کبھی نہ ہو سکا۔ جب آپ کی تحریر پڑھی تو محسوس ہوتا کہ لکھتے بہترین ہیں اور جب محفل کا فسوں طاری ہوتا تو تحریر بھول جاتی۔ فقرے چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے' ان میں ایسی ایسی باتیں ہوا کرتیں کہ عام آدمی تو کیا بڑے بڑے شعراء اور ادیب ششدر رہ جاتے اور عش عش کر اُٹھتے۔ ایک تو الفاظ بہت خوبصورت ہوا کرتے' پھر ان میں معنی کا ایک جہاں آباد ہوتا' مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی تاثیر بڑی دیرپا اور دوررس ہوا کرتی۔ آج بھی لوگوں کے دلوں میں یہ الفاظ اس طرح زندہ ہیں کہ ان کو دہراتے ہی قلوب وجد میں آ جاتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں بعض اوقات طویل فقرے بول جاتے تھے' یہ پانچ چھ لائنوں کا ایک فقرہ ہوا کرتا' جو مربوط بھی ہوا کرتا اور مؤثر بھی۔ ادائیگی اور کنٹرول کا یہ عالم دیدنی تھا۔ حیرت کا ایک جہاں تھا۔ سوال آتے ہی آپ اس کا تجزیہ کرتے' پہلے سائل کو یہ سمجھایا جاتا کہ اس نے یہ جو پوچھا ہے' دراصل اس کے من میں کیا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے' پھر جواب کے تانے بانے بنے جاتے' اس دوران آپ اشعار' چھوٹی چھوٹی کہانیوں اور صوفیاء کرام کے واقعات سے بیان کی

وضاحت کرتے' فرمایا کرتے کہ شعر سن لو' شعر سے ساری کیفیت Sumup ہو جاتی ہے۔ محفل میں اکثر بابا فرید الدین گنج شکرؒ ' حضرت خواجہ غلام فریدؒ ' بابا بلھے شاہؒ ' پیر مہر علی شاہؒ ' میاں محمد بخشؒ ' وارث شاہؒ اور سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے کلام سے حوالے دیا کرتے تھے۔ امیر خسروؒ کے ذکر پر طبیعت خسروانہ ہو جاتی تھی۔ اُردو شاعری میں غالب اور دوسرے حوالوں کے علاوہ فارسی' انگریزی اور ہندی کا بے شمار کلام زبانی یاد تھا اور بعض اوقات محفلوں میں بھی بیان ہوتا۔ ''شب چراغ'' اور ''شب راز'' سے بہت سے شعر محفل کا حصہ بنے۔

اشعار کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کہانیوں سے بھی اپنے بیان کی وضاحت فرماتے۔ محفل میں بلاشبہ سب سے زیادہ ذکر حضرت داتا گنج بخشؒ کا ہوا کرتا۔ آپ فرمایا کرتے کہ لاہور میں کئی بادشاہ آئے اور گئے مگر حضور داتا صاحبؒ کی حکومت نہ بدلی ہے نہ بدلے گی۔ پھر آپ فرماتے کہ آج لوگ بادشاہ کے مزار پر نہیں جاتے' اپنے باپ دادا کی قبر پر نہیں جاتے مگر داتا دربار کی رونق دیکھو' ہمیشہ سے بڑھتی جارہی ہے اور وہاں دن رات قرآن اور درود پڑھا جارہا ہے۔ فرمایا کرتے کہ ابھی قیامت نہیں آئی' حساب کتاب کا فیصلہ ہونا باقی ہے مگر لوگوں نے فیصلہ دے دیا ہے کہ داتا صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی '' انعمت علیھم '' اور جن کے بارے میں ہر کوئی کہتا ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت ہو چکی ہے۔ یعنی '' رحمتہ اللہ علیہ '' محفل میں داتا صاحبؒ کے اقوال اور واقعات بڑے تواتر سے آتے رہتے تھے۔ '' کشف المحجوب '' ان دو چار کتابوں میں سے ایک ہے' جس کے بارے میں آپ پڑھنے کا حکم اور اذن دیا کرتے۔

مختلف موضوعات پر آپ کے تبحر علمی کا اندازہ یہ کتاب پڑھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تعارف اس کتاب کے مندرجات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے دیا گیا ہے تاکہ قاری کو کچھ اندازہ ہو سکے کہ وہ جن محفلوں کی '' گفتگو '' سے روشناس ہونے والا ہے ان کی اجمالی نوعیت کیا تھی۔ یہ تعارف صاحبِ کتاب کے تبحر علمی اور حکمت و دانش کا قطعاً احاطہ

نہیں کر سکتا بلکہ اس کی حیثیت شاہراہ کے اس اشارے جیسی ہے جو راستے کا پتہ تو دے سکتا ہے، مقام کا تعارف نہیں کرا سکتا۔

ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

1

1. کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟
2. حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟
3. کسی پر احسان کرنے کے کتنے درجے ہیں؟
4. کیا احسان فرد کی سطح پر ہوتا ہے؟
5. جو صاحبِ عرفان ہیں وہ اپنے آستانے شہروں سے باہر کیوں بنائے بیٹھے ہیں؟

کیا آپ کو پتہ ہے کہ بولنا کیا ہے' بولنے کی اہمیت کیا ہے' سوال کیا ہے' جواب تو بعد کی بات ہے۔ آپ Interested ہوں تو سوال پیدا ہوتا ہے' جب تک Interested نہیں ہوں گے تو سوال نہیں پیدا ہوگا۔ جس میں شوق نہیں ہوگا' اس میں سوال نہیں پیدا ہوگا۔ جس کے اندر شوق' خواہش ہوگی' اسی کے اندر رکاوٹ آئے گی ______ کہتا ہے ایک بات سمجھ نہیں آئی' رستے میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ ہے ______ پتہ کرو کہ کیا رکاوٹ ہے؟ جس نے نہیں جانا ہی نہیں' اس کو رکاوٹ ہی کوئی نہیں۔ رکاوٹ کس کو ہے؟ جانے والوں کی۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس کے گھر کے راستے میں بڑے دریا ہیں' پہاڑ بھی ہیں۔ کہتا ہے اس کے گھر جاتے ہی نہیں ہیں' اب دریا کون عبور کرتا رہے۔ پھر کہتا ہے کہ کسی اور رستے سے چلے جائیں گے یا کسی اور کے گھر چلے جائیں گے ______ یا تو تم اللہ کے گھر تک پہنچ گئے ہو' اس کو میں ماننے کے لیے تیار نہیں' پہنچا تو آج تک کوئی نہیں ہے۔ پہنچا وہ آپ یا اس کا محبوبؐ' تو پہنچا کوئی نہیں ہے' سارے چل رہے ہیں اور صرف چل رہے ہیں اور فاصلے ختم نہیں ہوتے۔ چلتے جا رہے ہیں۔ کیا تم مسافر ہو؟ کیا تمہارے کاروبار میں برکت کی دُعا کروں؟ اگر کاروبار کامیاب ہو گیا تو کیا ہو جاؤ گے؟ غافل ہو جاؤ گے۔ اس لیے تم ذرا ہوشیار ہو جاؤ' خیال کرو۔ شوق جو ہے وہ کبھی سوال سے الگ نہیں ہوگا' وہ تو سوالوں میں الجھا رہتا ہے' شوق میں تو کوئی رکاوٹ' کوئی سوال' کوئی الجھن کوئی دقت' کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہے گا۔ اس لیے کہ یہ شوق جو ہوا۔ بے شوق ہونا جو ہے یہاں پر بڑی گستاخی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ

ے

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے کہ جو باز رکھتا تھا دین سے

نہ رہی غرض تیرے دین کی میرا دور ہی سے سلام ہے

یہ تو گمراہی کی بات ہے۔ اس لیے آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ رکاوٹ کہاں پر ہے۔ کیا اب آپ بولیں گے؟ کیا آپ پوچھنے کے لیے تیار ہیں؟_____ یہ کسی مضمون کی بات نہیں بلکہ سوال کی بات ہے۔ اور سوال جو ہے وہ Clearly Announced بلکہ Pronounced اور Well Defined ہونا چاہیے۔ یعنی کہ یہ کیا ہے' وہ کیوں ہے' ایسا کیا ہوگا؟ یہ سوالات ہونے چاہییں ورنہ Ambiguity رہتی ہے۔ کوئی کہتا ہے، ہم سوال تو سوچتے ہیں مگر کھانے کا ٹائم آ جاتا ہے_____ شوق میں کھانے کا ٹائم ہی نہیں ہوتا۔ تم بولو تو سہی_____ سوال بناؤ_____ یہ عام انسان کی بات نہیں' چاہنے والے کی بات کرو، ہم کوئی نصیحتیں نہیں کر رہے کہ انسان اچھا ہونا چاہیے' محلے میں ٹھیک ہو' گھر میں ٹھیک ہو' پیسے جمع کرے' پھر خرچ کرے اور پھر چلتا پھرتا' لوگوں کو قبروں میں پہنچاتا پہنچاتا اپنی قبر میں پہنچ جائے یعنی محلے کے جنازے' محلے کے شادیاں Attend کرے اور پھر اپنی شادی جنازہ کرتا ہوا ختم ہو جائے۔ یہ مسلمان کی بات ہے کہ اس دنیا میں بھی اچھا رہے اور آخرت میں بھی اچھا رہے' مومن ہونا چاہیے' نمازیں پڑھنی چاہییں_____ شوق کے لیے تو ایک ہی کہانی ہے کہ ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اس میں تو سوالات ہی سوالات ہیں' الجھنیں ہی الجھنیں ہیں۔ تو آپ اپنے ذاتی سوالات پوچھیں۔

سوال:

یہ جو دینی معاملات ہیں ان میں بعض اوقات تعطل آ جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

دین میں معاملات تو ہوتے ہی نہیں ہیں بلکہ صرف ایک ہی معاملہ ہوتا ہے' شوق

میں بھی صرف ایک معاملہ ہوگا_____ صرف سنگل رخ ہوگا'

من قبلہ راست کردم بر سمت یار

اس میں قبلہ راست ہوتا ہے۔اور اس قبلہ تک پہنچنے میں دیر لگ جائے تو سوال پیدا ہو جاتا ہے۔آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں؟ مطلب یہ کہ ایک آدمی خدانخواستہ بیمار ہو جائے' اسے جا کے کہو کہ اللہ میاں ہسپتال میں تشریف لائے ہیں_____ تو وہ کیا کہے گا؟ میری شفا ہو جائے۔یہ نہیں کہے گا کہ میں نے لاٹری ڈالی ہوئی ہے اور پرائز بانڈ ہیں۔وہ کیا مانگے گا؟ صحت۔اس کا پرابلم کیا ہے؟ صحت۔اس کی الجھن یہی ہے ناں؟ بیمار کی الجھن کیا ہے؟ صحت۔اگر اللہ اس کو کہیں مل جائے تو کیا کہے گا؟ صحت دے دو۔اگر اسے کہیں کہ پلاٹ لے لو' مکان لے لو' زمین لے لو' چار مربعے اور لے لو تو کہتا ہے نہیں' صحت چاہیے۔بہت سارے سوالات سے نکل کر جب آپ ایک سوال مین داخل ہو جاؤ تو آپ کا سفر Define ہو جاتا ہے۔سوالات میں پڑا ہوا بندہ تو غافل ہے چاہے کتنا عاقل ہو' چاہے بڑا تہجد گزار ہو' اگر زکوٰۃ دینے کا وقت آ گیا تو وہ کہتا ہے واصف صاحب زیور پہ زکوٰۃ لگتی ہے؟ مکان پہ زکوۃ لگتی ہے؟ وہ جو پیسہ پڑا ہوا' اس پہ لگتی ہے؟_____ میں نے کہا پچھلے سال زکوۃ کے پیسے کہاں ہیں' کہتا ہے زکوۃ لگ گئی تھی' جمع کرا دیئے تھے۔تو اس پہ پھر زکوۃ لگ گئی۔کہتا ہے دو زکاتیں لگ چکی ہیں' کیا اب پیسہ جائز ہو گیا؟_____ ایسی عجیب وغریب باتیں کرتے رہتے ہیں لوگ میرے ساتھ۔"بیتابیٔ دل" کے کتنے ہی سوالات بنتے ہیں' آپ پڑھے لکھے لوگ ہو۔کب کیا تھا آپ نے ایم اے؟ 1964ء میں اور اس کے بعد چار ایم اے آپ اور کر سکتے ہیں۔بیتابیٔ دل کا کیا علاج ہے؟ دیدارِ دوست۔اس لیے اب آپ سوال کرو بولو_____

سوال:

دنیا میں کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو بحث ہو جائے گی' بولنا تو بہت آسان ہے' اپنا ذاتی سوال بتاؤ۔ میں آپ کو ''کامیابی'' کے بارے میں مضمون لکھ کے دے چکا ہوں۔ جو چیز لکھی جا چکی ہے اور آپ نے پڑھ لی ہے' اب ہم اس سے آگے چل رہے ہیں۔ ہم وہ کتاب لکھ رہے ہیں جو ابھی نہیں لکھی گئی_____ اور جو لکھی ہوئی ہے' مثلاً ''صاحب حال کون ہوتا ہے'' تو کتنے ہی صفحات تو میں نے وہاں لکھے ہیں اور وہ چھپ گیا ہے۔ وہ نہ پوچھو۔ ''کامیابی'' کا مضمون میں نے واضح بتا دیا ہے۔ اصل کامیابی ایک اور شے ہے۔ اس کامیابی کی بات اور ہوتی ہے۔

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز
بڑا مزا ہے کلیجے میں تیر کھانے میں

یہ اور طرح کی کامیابی ہے۔ آپ دنیادار والی بات کرتے ہیں' تو آپ کو اللہ تعالیٰ ترقی دے دے' اللہ آپ کو کامیابی دے دے' آپ کی دولت میں اللہ اور دولت جمع کرا دے' خدا آپ کے بینکوں کو بھرتا جائے' مگر یہ تو غفلت ہے_____ بینک سرمائے سے بھر گیا اور دل غفلت سے بھر گیا' گمراہی ہو گئی۔ اس سے بہتر ہے کہ خالی بینک' خالی پیٹ لیکن دل بھرا ہوا_____ نورٌ علیٰ نور!_____ اور وہ فاقہ بہتر ہے جو دل کو بیدار کر دے۔ تو وہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ فاقہ ٹالتے ٹالتے دل ہی ٹل جائے_____ پھر آپ کہو گے کہ ''دل مر گیا جی' کیا ہوا'' میں آپ کو بات بتا رہا ہوں اور آپ کو سمجھ ہی نہیں آتی۔

آپ لوگ اور کوئی سوال کرو_____ اب سوال کرو۔ اپنا ذاتی سوال ہو_____

سوال:

حضور یہ مراقبہ جو ہوتا ہے_____

جواب:

کس نے آپ کو کہا ہے کہ مراقبہ کرو۔ آپ موٹے موٹے نام لے کے آجاتے ہیں مثلاً یہ کہ "مکاشفہ کسے کہتے ہیں"؟ جو محجوب ہے وہ مکشوف کی ضد ہے اور جو مکشوف ہے وہ محجوب کی ضد ہے" مکشوف کیا ہوتا ہے؟ جو کشف میں آجائے۔ محجوب کیا ہے؟ جو حجاب میں رہے۔ حجاب کیا ہوتا ہے؟ یہ دل والوں کی بات ہے۔ دیدار آیا اور دیدار کے لیے حجاب آ گیا' اگر کوئی چاند کی خواہش کر رہا ہو اور اوپر سے بادل آجائیں تو حجاب آ گیا۔ آپ کو تو نہ چاند کی ضرورت ہے اور نہ حجاب کا ڈر ہے۔ تو حجاب کیا ہوتا ہے؟______

چام چٹھ وانگوں اناں آپ ہویوں
آفتاب دا کجھ قصور ناہیں

چام چٹھ کو آفتاب کی کیا ضرورت ہے۔ "چام چٹھ" کیا ہوتا ہے؟ یہ دیسی لوگ کہتے ہیں چمگاڈر کو۔ لیکن "چام چٹھ" بہت اچھا لفظ ہے۔

سوال:

سر انسان بہت مصیبت میں ہوتا ہے اور جب اللہ سے مدد مانگتا ہے تو کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے' اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں ہے______

جواب:

اللہ کو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں نہیں ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ جو میں نے نعمتیں دی ہیں ان کا یہی شکر ہے کہ انسان تکلیف برداشت کرے۔ اور جو نعمتیں اللہ نے دی ہوئی ہیں انسان کو پتہ ہے کہ اللہ نے اس کی رسید بھی نہیں بھیجی۔ اگر آپ کی کوئی نعمت اللہ واپس لے لے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف تو وہ ہے جو آپ کے ساتھ ہوئی نہیں۔ آپ کو تو پتہ ہی نہیں کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی محبوب ہو تو' اور وہ محبوب ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ویسے ہی بچایا ہوا ہے' نہ محبت ہے' نہ تڑپ ہے' نہ درد ہے' نہ سوز ہے' نہ گدازی قلب ہے' نہ اشک ندامت ہے______ تو پھر

ہے کیا؟ پیسہ ہی پیسہ ہے۔ وہ تو ایک ہی جھپٹ سے آپ سے نکال لے گا______

سوال:

حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟

جواب:

حکمت جو ہے وہ علم سے آگے کی ایک چیز ہے۔ علم جو ہے وہ معلوم کا نام ہے۔ دین کا علم بہتر علم ہے۔ وہ جو فرمایا گیا کہ ''علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے''، جو علم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در تک پہنچے، وہی اصل علم ہے۔ تو علم کے آگے حکمت ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ یتلوا علیھم ایتہٖ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ مضمون یہ کہ تزکیہ ہو جائے اس آدمی کا۔ تزکیہ کا مطلب کیا ہے؟ کہ انسان لالچ اور خوف سے آزاد ہو جائے یعنی دنیاوی لالچ اور خوف سے۔ نہ امیر ہونا چاہے اور نہ غریب ہونے کا ڈر ہو______ آپ یہ کہیں کہ نہ امیر ہونے کی دعا کریں گے اور نہ غریب ہونے کا ڈر کریں گے۔ تیسرے دن آپ اپنی دُعا توڑ بیٹھیں گے اور امیر ہونے کی خواہش کریں گے۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت ختم ہو جائے، انسان دنیا میں آرام سے رہے، پاکیزگی میں رہے، مصفی قلب ہو جائے، دل میں بغض نہ ہو، عناد نہ ہو، لالچ نہ ہو______ مقصد یہ کہ اگر دل کے اندر یہ سب آ گیا تو وہ تو پاگل ہو گیا، مر گیا، فی السقر ہو گیا، تباہ ہو گیا، برباد ہو گیا۔ جس کے خیالات ایسے ناپاک ہوں، ناپاک عزائم، ناپاک ارادے، ناپاک خواب ہوں تو وہ برباد ہو گیا______ تو اس کا تزکیہ ہونا چاہیے، پھر اس کو کتاب اللہ کا علم ہو۔ اور پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ حکمت ہو گی۔ تو تزکیۂ نفس ہو اور قرآن کا پورا علم ہو اور وہ تلاوت سے آشنا ہو______ ہر شے تلاوت کر رہی ہے، یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض تسبیح بیان کرتی ہے کائنات میں جو چیز بھی ہے۔ کس کی تسبیح کر رہی ہے؟ اللہ کی۔ اس تسبیح کا آپ کو پتہ ہو کہ کیا کر رہی ہے، رات کا سناٹا ہے لیکن رات تلاوت کر رہی ہے، سبحان اللہ، رات بول رہی ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!! رات کے

سناٹے بول رہے ہیں۔ یعنی کہ ہر چیز تلاوت کر رہی ہے' درخت شجر' حجر' وحوش' طیور یعنی وحشی' پرندے' جانور' سناٹے' ویرانیاں' آوازیں _____ ہر شے بول رہی ہے۔ کیا بول رہی ہے؟ تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اپنا' بیگانہ' خویش' اقارب' سب لوگ۔ یہ واقعہ ہو رہا ہے کہ تلاوت کو سنیں۔ آگے کیا ہے؟ یتلوا علیھم ایتنا کہ اللہ کی نشانیاں بول رہی ہیں _____ صرف یہ بات دیکھو کہ اگر جنگل میں آپ جا رہے ہو اور دور سے دھواں اٹھ رہا ہے تو یہ نشانی ہے کہ آگ جلائی ہوگی کسی نے' کوئی مسافر بیٹھا ہوگا' پتہ نہیں' تہاڈے انتظار اچ ہووے _____ کیا پتہ کیا ہو _____ بہرحال یہ نشان دہی ہے۔ رات کو اندھیرے میں' دور سے چراغ روشن ہو تو پتہ چلتا کہ اس میں آبادی کے امکانات ہیں ورنہ جنگل میں کون چراغ جلائے گا۔ یا کسی درویش کی قبر ہے جو کہ خود ہی روشن ہے۔ تو یہ نشانیاں ہیں' منظر سے وجوہات معلوم کر لینا کہ یہ منظر کیسا ہے؟ یعنی کہ ہم اپنے گھروں میں پھول لگاتے ہیں' لگتے نہیں ہے' روز مرجھا جاتے ہیں اور ان کی قبروں کو دیکھو' روشن ہیں' چمکتی ہیں' رونقیں ہیں' میلہ ہے۔ ہم روز سیاست میں میلہ لگاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے' اجتماع کرنا بڑا مشکل ہے' کبھی کسی کو کہتے ہیں' کبھی P.R.O. کو کہتے ہیں کہ یار جلسہ کرا دو _____ وہ کہتا ہے آج کل جلسہ بڑے خرچے کی بات ہے' دس لاکھ میں چھوٹا سا جلسہ ہوتا ہے' کارنر میٹنگ۔ ایک آدمی کا میں نے بل پڑھا' سٹیج کے ساڑھے تین لاکھ' اور سٹیج بنائی' ساڑھے سات لاکھ۔ سٹیج والا کیا کرتا ہے' سٹیج بنا دیا اور سامان اپنا واپس لے گیا' اور گورنمنٹ کو پانچ لاکھ' سات لاکھ پڑ گئے۔ سارے اداروں میں ایسا ہے۔ تو اس سے کہا کہ ہزار آدمی کا جلسہ کرا دو! کہتا ہے پانچ لاکھ لگیں گے۔ کہتا ہے کہ دس ہزار کا جلسہ کرا دو' کہتا ہے زیادہ لگیں گے _____ یہ ایک الگ ادارہ ہے' اسے آپ آرڈر دیتے ہو۔ یہ ادارہ سیاسی نہیں ہوتا' کاروباری ہوتا ہے۔ کیا آرڈر دیتے ہو؟ کہ ایک لاکھ کا جلسہ کرنا ہے موچی گیٹ میں' بس سارا انتظار تیرے ذمے ہے۔ کہتا ہے تم پچاس لاکھ جمع کرا دو۔ اور پھر وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ آؤ۔ اور پھر سب کو ملا کے میلہ کر دیا۔ اور ادھر چاہے کوئی درویش ہو نہ ہو' فقیر نہیں ہے' ویسے

ہی میلا لگانا ہے' تو وہ جائے گا' ڈھول والے کو لے آئے گا' طبلے والے کو لے آئے گا' گانے والے کو لے آئے گا' سب کو لے آئے گا' پھر جو نتیجہ نکلے_____ ہر شے کا ایک ادارہ ہے' یہ ہیں Specified چیزیں۔ لیکن ان سب کے علاوہ جو نشانیاں ہیں' اگر کہیں روشنی ہو یا میلہ لگا ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ جو لوگ عام جلسہ کرتے ہیں وہ ہزاروں لاکھوں روپے لگاتے ہیں مگر نہیں ہوتا اور فقیروں کے ہاں بڑے جلسے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ ''داتا صاحبؒ جانا ہے لیکن جس دن تنہائی ہو'' _____ تو یہ جانا ہی نہیں چاہتا' یہ کیسے جائے گا داتا صاحبؒ' تنہائی کدھر سے آئے گی' تنہائی تو کوئی کرنے نہیں دے گا ان کو۔ لہٰذا وہ تنہا نہیں ہوتے۔ اور دوسری طرف ادھر کوئی بندہ اکٹھا نہیں ہوتا۔ تو یہ اللہ والوں کے واقعات ہیں' نشانیاں ہیں۔ نشانیاں حاصل ہو جائیں' تلاوتیں حاصل ہو جائیں تو پھر سارا علم حاصل ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد اگر دانائی ملے تو وہ حکمت ہوتی ہے۔ دانائی کا معنی ؟ ماہیتِ اشیاء جاننے کے بعد' حقیقتِ اشیاء سے آشنا ہو کر' سارے واقعات جاننے کے بعد پھر تم دیکھو کہ رضائے الٰہی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے رضائے الٰہی شروع ہوتی ہے' وہاں سے Wisdom شروع ہوتی ہے۔ دانائی میں' Wisdom میں' حکمت میں' سارا دنیاوی علم ختم ہو جاتا ہے۔ تو ساری چیز الٹ گئی۔ یعنی کہ انسان دُعا کرتا ہے اپنی دنیا کو آباد کرنے کی اور جب وہ دانائی میں جاتا ہے یا رضا میں جاتا ہے تو ہر شے اڑ جاتی ہے۔ بچوں کی جان بچانا یا بچے قربان کرنا؟ واستعینو بالصبر و الصلوٰۃ اللہ سے مدد مانگو' صبر اور نماز کے ساتھ۔ حکمت کی بات ہے۔ خالی نماز کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ صبر کے ساتھ ہو۔ اب یہ الگ بات ہو گئی' خالی یہ نہیں کہ نماز پڑھ کے آئے گا' مسجد کی اذان دے کر' بلکہ صبر والی صلوٰۃ ہو۔ تو مومن جو ہے اس کی نماز ہوتی ہے ''صلوٰۃ With صبر'' اب آپ دیکھو کہ آپ خوشبودار کپڑے پہن کر عید مناتے پھرتے ہیں' اب جو صبر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں' یہ ہیں صبر والے لوگ' حکمت والے لوگ_____ واستعینو بالصبر و الصلوٰۃ_____ اور پھر اللہ نے کیا انعام دیا_____ ان اللّٰہ مع الصابرین کہ میں ان صبر والے لوگوں

کے ساتھ ہوں'ان کا انعام تو اللہ ہے______ تو صبر کے ساتھ نماز ادا کرو۔ تکلیف میں نماز پڑھنے والے کا انعام کون ہے؟ اللہ!______ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء اور پھر دنیاداروں کو کہا'' یہ اگر میری راہ میں مر جائیں تو تم انہیں مردہ نہ کہو'یہ زندہ ہیں'' یہ زندہ کیوں ہیں؟ کہتا ہے جو میرے ساتھ لگ گیا وہ زندہ ہی زندہ ہے۔ تو زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ وابستہ ہونا زندگی ہے'اور خدا سے غافل ہونا موت ہے' چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہے______ موت کیا ہے؟ غفلت من اللہ۔ اور زندگی کیا ہے؟ بیدار مع اللہ! زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ ہونا' بیدار ہونا۔ موت کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا' چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہو' چاہے آپ میلے کے اندر ہیں۔ "ولنبلونکم بشیء من الخوف" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی آزمائش دیکھو' غور کرو' یہ درجے کیوں ہیں' یہ صاحبانِ حکمت کیوں بنے ہیں'' ان لوگوں کو میں نے آزمایا ہے خوف سے''۔ اگر آپ لوگوں کو اپنا خوف معلوم ہو تو آپ کو اپنا نام پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کون ہیں۔ کہتا ہے بڑا خوف ہے Devaluation ہو گئی' بینک میں پڑے پیسے کم ہو گئے۔ اب یہ آدمی کون ہے؟ کاروباری بندہ ہے۔ اس کا خوف کیا ہے؟ پیسہ۔ خوف سے انسان کا مرتبہ پتہ چل جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ ہم مر نہ جائیں______ یہ خوف کوئی ذاتی قسم کا ہے۔ خوف یہ بھی ہے کہ ملک پاکستان کہیں آگے پیچھے نہ ہو جائے' چلو یہ بہتر قسم کا خوف ہے۔ یہ بندہ بہتر ہے'ذاتی کی بجائے ملی طور پر بات کر رہا ہے'اس کا خوف بہتر خوف ہے'ذاتی خوف سے باہر نکل گیا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ اسلام نہ مٹ جائے۔ اب یہ جو ہے یہ اسلام کا محافظ ہے۔ کربلا میں اگر آپ دیکھو تو خوف اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی ظالم بادشاہ مسلمانوں کے نام پر نہ آ جائے لہٰذا وہاں Stand لینا ضروری تھا۔ تو خوف کے مقام سے صاحبِ مقام پہچانا جاتا ہے۔ خوف کے درجے کیا ہیں؟ ''الجوع'' بھوک! اب بڑے آدمی کو کیا بھوک لگتی ہے اور کیا پیاس لگتی ہے۔ تو پیاس سے بچہ اگر آواز دے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ پیاس کیا ہے۔ تو خوف' بھوک اور پیاس' یہ واقعہ اس مقام کی طرف لے جا رہا ہے

______ خوف بھی بلند اور بھوک بھی بلند' باقیوں سے نرالی ہے۔ ''جوع'' ہر طرح کی بھوک
' ملنے کی بھوک' جانے والوں کی بھوک' گزر جانے والوں کی بھوک' حادثے میں شہید ہونے
والوں کی بھوک ______ تو بھوک بھی بلند' خوف بھی بلند اور شوق بھی بلند۔ ونقص من
الاموال سارا مال بھی گیا۔ ماضی کا جمع کیا ہوا اور حال کا جمع کیا ہوا۔ یعنی کہ اگر وطن سے بے
وطنی ہو جائے تو مال تو گیا۔ ایک آدمی جو ہمارے ہاں خانقاہ کا مجاور ہوتا ہے' آپ اس کو بھی
تھوڑا سا پیش کر دیتے ہیں' اب آپ دیکھو کہ اللہ کے گھر میں شوق سے رہنے والے' اللہ کے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے کے مالک' اگر ان کو کربلا کی دھوپ میں دن اور رات
آجائے تو بے بسی تو یہ ہے۔ کہاں سے آیا تھا وہ انسان؟ یعنی جس کے رہنے کا آستانہ اور
مقام' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہو' مالک ہیں آستانے کے' اور اللہ کے آستانے
کے بھی مالک ہیں' دونوں کے مالک ہیں' ان کو وہاں سے نکال کر' اس بے وطنی کے سفر میں
لے آئے۔ اس لمبی مسافرت میں آگئے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ مقام کیا ہے؟ بات سمجھ
آئی؟ بھوک' مال کا نقص اور جان۔ اب دیکھو کہ جان بھی کیسی کیسی قربان ہوئی' بڑے سے
بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے' جان جا رہی ہے ______ والثمرات ______ محفوظ کیا
ہوا پھل' پکا ہوا پھل' یعنی کہ جو پھل پکا ہوا ہے اس کا قبل از وقت' بے وقت ضائع ہو جانا
______ اللہ کیا کہتا ہے؟ میں نے آزمایا یا آزماؤں گا۔ اب یہاں پر کیا ہے ______ یہ
اللہ آزما رہا ہے۔ اگر کوئی انسان آزمائے تو کیا کریں گے؟ فائٹ کریں گے۔ اب پتہ لگ
گیا کہ یہ تو اللہ کر رہا ہے۔ وبشر الصابرین اور صبر والے کیا ہیں اذا اصابتھم مصیبتہ
جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ انا للہ و انا الیہ راجعون ہم اللہ کی طرف
سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' ہمارا دنیا میں ہے ہی کیا۔ اصلی مسافرت یہاں سے شروع
ہوتی ہے کہ ہم ادھر سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' یہاں ہمارا ہے ہی کیا ______ یعنی اس
نے بھیجا سفر پر اور اس نے بلا لیا سفر سے' ہمارا ہے ہی کیا ______ یہ ''ہمارا کیا ہے؟'' سے
کیا مراد ہے؟ کہ اپنے تعلقات سے لاتعلق ہو گئے۔ کہتا ہے ''آپ کا بیٹا گیا'' کہتا ہے اس

نے بھیجا تھا' بیٹا ادھر ہے تو میں بھی ادھر' اس نے بلایا ہے تو جا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ کے جا رہا ہوں' کہتا ہے بلانے والوں کے پاس جا رہا ہوں' بھیجنے والے کے پاس جا رہا ہوں۔ چھوڑنا تو تب ہے جب تم مال کے مالک ہو' گویا کہ مال کا مالک ہونے کا احساس بھی یہاں رہ گیا' ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے سلام ہے۔ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ ادھر سے ہدایت کب ہوگی؟ اور یہ حکمت کہاں سے ملے گی؟ حکمت کربلا سے ملے گی۔ اگر کربلا کا Head کہا جائے علیؓ کو تو حکمت علیؓ سے ملے گی اور اگر علیؓ کو نبیصلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا دروازہ کہا جائے تو پھر کہاں سے ملے گی؟ نبیصلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت علیؓ کے ذریعے۔ تفسیر کہاں ہے؟ کربلا کے ذریعے۔ اور آج کل تو صرف سوالات ہی سوالات ہیں' بس ایسنے ہی باتیں ہیں۔ تو Wisdom وہاں سے ملے گی اور Wisdom کا یہ طریقہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ بڑوں کی بڑی قربانی اور تمہارے لیے تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ رکھا ہے تو میں اس کا انعام ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ہے اصل Wisdom۔ تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے' تمہارے لیے بہتر ہے نماز پڑھنا' جتنے جتنے درجے ہیں' جوں جوں درجات طے کرو گے' پھر اور بات آجائے گی۔ تو دانائی کیا ہے؟ دانا کی تابعداری اور حکمت والے کی تابعداری۔

سوال:

سر! کسی پر احسان کرنے کے کیا کیا درجے ہیں' اس کی وضاحت فرمادیں

جواب:

پہلا درجہ یہ ہے کہ غصہ نہ کیا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ جس عمل نے' اس کی جس بدعملی نے آپ کے اندر ناپسندیدگی کا اظہار پیدا کیا' یعنی غصہ پیدا کیا' اسے معاف کر دیا جائے۔ اور پھر تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس پر ہو سکے تو احسان کر دیا جائے۔ احسان' معافی کا اگلا درجہ ہے۔ وہ کیا درجہ ہوگا؟ کہ اگر چور آجائے تو ایک تو غصہ

نہ کیا جائے' اس کو معاف کر دیا جائے' رپورٹ نہ کی جائے' ہو سکے تو اس کو پیسے دے دیئے جائیں جس کے لیے وہ آیا ہے۔ تھوڑی سی رعایت کر دی جائے اس کے ساتھ۔ پھر وہ انسان بن جائے گا۔ یہ ہے احسان۔ احسان کا معنی یہ ہے کہ اس کے عمل اور نیت کے برعکس آپ کا عمل ہو۔ جو آپ کی طرف بری نیت کے ساتھ آیا وہ آپ کی طرف سے اچھا عمل لے کے جائے۔ احسان یہ ہے۔ دوسروں کے حقوق سے زیادہ دینا احسان ہے۔ ابتدائی عمل اس کا یہ ہے کہ اپنا حق لوگوں پر واجب ہو اور وہ چھوڑ دے۔ پہلا حق بنتا ہے سلام کرانے کا' وہ چھوڑ دیا جائے Acknowledgement جس کو آپ کہتے ہو' اس کی خواہش چھوڑ دی جائے اور سماجی' معاشی' معاشرتی' نفسیاتی اور دوسری قسم کے جو حقوق ہوتے ہیں' ان حقوق کو ترک کر دیا جائے' یعنی کہ چھوڑ دیا جائے' اور دوسروں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ تو احسان یہ ہے کہ کسی کا حق تو نہیں ہے لیکن ہمیں احسان کا حکم ہے۔ یاد رکھنا' دوسرے کا حق انسان ہونے کی حیثیت سے معافی تک ہے Punishment کا حق بھی ہے قانون کی حیثیت سے' لیکن آپ قانون نہ بنو' آپ انسان بنو۔ قانون ایک اور معاملہ ہے۔ State ایک اور معاملہ ہے' انسان ایک اور چیز ہے۔ انسان بن کے اگر یہاں سے نکل جاؤ تو آپ کامیاب ہو گئے۔ اس لیے اللہ کریم نے ان کو Address نہیں کیا جو عام "کالانعام" ہوتے ہیں بلکہ انسان کو Address کیا ہے اور Non-Believers میں سے بھی وہ انسان "یاایھاالناس" جو ہیں۔ Believer یا Non-Believer کچھ بھی ہو' انسان ہونے کا درجہ جو ہے' یہ بڑا مقام ہے۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کے پاس سانس کے ساتھ ساتھ احساس بھی موجود ہو۔ تو وہ انسان ہے۔ انسان وہ ہے جس کے پاس تھوڑی سی ماضی کی یاد ہو اور مستقبل کا خیال ہو۔ جس کے پاس ماضی کی یاد نہیں اور مستقبل کا اندیشہ نہیں ہے' اس کو آپ انسان نہیں کہیں گے۔ جانوروں اور انسانوں میں ایک چیز کا ضرور فرق رہتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کے پاس وہ یادداشت نہیں ہے جو آپ کے ہاں ہے' کہ بچہ انگلینڈ گیا اور خط کا انتظار ہی کرتے جاؤ دروازے پہ کھڑے ہو کے۔ ان کا بچہ اڑ گیا سو اڑ گیا' پتہ نہیں

پھر کدھر گیا' ان کے ہاں اور کہانی ہے' ان کا ماضی نہیں ہوتا اور ان کا مستقبل بھی نہیں ہوتا کہ وہ پہلے پروگرام بناتے جائیں' Calculate کرتے جائیں۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کا ماضی محفوظ ہے اور جس کا مستقبل اس کے زیر غور ہے۔ تو انسان کا حق آپ پر یہ ہے کہ آپ انسان سے اس کے عمل کی وجہ سے' غصہ آنے کے باوجود غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اظہار نہ کرنا' غصہ تو آ رہا ہے لیکن اظہار نہ کرنا۔ یعنی کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ تم غصے میں کوئی نا مبارک الفاظ کہہ دو کیونکہ وہ جو لفظ ہے' اس کے اندر یاد بن جائے گی۔ لفظ کی ناگوار یاد نہ چھوڑنا۔ اچھے عمل کی یاد کو ایک برا لفظ ہمیشہ کے لئے تباہ کر سکتا ہے۔ اچھا عمل جہاں یاد میں محفوظ ہوتا ہے وہاں برا لفظ اسے اڑا کے رکھ دیتا ہے۔ یہ تو ایٹم ہے اس کے لئے۔ اس لئے آپ اس کا حق ادا کریں۔ کیسے؟ الفاظ کی ناگواریت اس پر نہ پھینکنا۔ آپ نے احسان کیا' اس پر ویسے ہی مہربانیاں کرتے رہتے ہو' لیکن کبھی سخت لفظ نہ کہنا۔ سخت لفظ سے تمہیں Relief محسوس ہوتا ہے' تمہارا Relief محسوس کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر دباؤ پڑ گیا۔ لہٰذا اس کا انسان ہونے کی حیثیت سے یہ حق ہے کہ اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے' اچھے انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ آپ اس پر احسان کر دیں۔ اب اس کی مثال یوں ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے پاس ایک غلام تھا' غلام سے کوئی غلطی ہوئی' آپ نے اسے ڈانٹا' مزاج میں تھوڑی سی تیزی آ گئی۔ غلام نے بسم اللہ کر کے پڑھا "والکاظمین الغیظ" تو آپؑ خاموش ہو گئے۔ پھر اس نے پڑھا " والعافین عن الناس" آپؑ نے کہا جا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے پڑھا "واللّٰہ یحب المحسنین" آپؑ نے فرمایا جا تجھے آزاد کیا' پیسے بھی لے جا ساتھ ______ ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ سلوک کا درجہ یہ ہے کہ ان کے حکم کے آگے اُف بھی نہ کرنا "اُف" کا معنی کیا ہے؟ مطلب یہ کہ ان کے کہنے پر تھوڑا سا چیں بہ جبیں بھی نہ ہونا۔ ولا تقل لھما اف تو اللہ کریم نے سوچا کہ یہ انسان ہے' شاید بات پوری طرح نہ سمجھے' اس لیے فرمایا ولا تنھر ھما اور ان

کوجھڑکی بھی نہ دینا۔ پھرایک وضاحت ہے کہ "قولوا قولاً کریما" ان کے ساتھ کریم الفاظ میں بات کرنا۔ اللہ کریم نے یہاں ''کریم'' کا لفظ بہت اچھا استعمال کیا ہے اور پھر آگے فرمایا کہ جب یہ بوڑھے ہو جائیں تو تمہارے جوان بازو ان کے لئے رحمت کا سایہ بن جائیں یا بن جانا چاہییں اور جب ان کے پاس اپنی دیکھ بھال کا کوئی سامان نہ رہے تو ان پر احسان کرنا۔ وہاں لفظ ہے ''احسان''، یعنی کہ دیکھ بھال کا ان کے پاس آسرا نہیں ہے' یعنی دیکھ بھال کا شعور بھی چھن گیا ان سے، ختم ہوگئی بات' اب آپ کیا کرو؟ آپ ان پہ احسان کرو یعنی کہ آپ سارا حق ادا کر رہے ہیں' زندگی میں آمدن ہے' تنخواہیں ہیں' دوسرے واقعات ہیں' ان کے کہنے پر آپ نے زندگی کی تھوڑی سی دقتیں بھی گزاری ہیں' اور اس طرح یہ ساری زندگی ہے۔ لیکن احسان کیا ہے؟ احسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس وقت بھی مکمل طور پر رعایت کرنا۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی دیگر یاد کو دل سے نکال کر اس آدمی کے بارے میں ایک اچھا تصور آباد کیا جائے۔ احسان یہ ہے۔ آپ اپنے دل میں دیکھیں' بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کر گئے ہوں گے' تو آپ میں رنجش' افسوس یا غصہ موجود ہوگا۔ اب احسان کرنے والا آدمی جو ہے' ان لوگوں کی بدنما یاد کی جگہ پر' انہی لوگوں کے حوالے سے اچھی چیز تحریر کرتا ہے تا کہ وہ لوگ آپ کو دوبارہ زندگی میں اچھے نظر آئیں' یا ان کی یاد کم از کم اچھی ہو جائے۔ بس یہ احسان ہے کہ کسی برے آدمی کی یاد کو اس طرح Register کرنا کہ وہ آدمی آپ کی زندگی میں اچھا نظر آئے۔ احسان حق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنکھ کا بدلہ آنکھ' جان کا بدلہ جان' ایک کا بدلہ ایک' دو کا بدلہ دو' لیکن اگر تم احسان کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم معاف کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس لیے یہ جو احسان کا مقام ہے تو دوسرے کے عمل سے بے نیاز آپ اپنا حسن عمل جاری رکھو۔ احسان یہ ہے' اور آپ کے لیے یہ کرنا آسان ہے۔ ہر آدمی جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو' وہ جانتا ہے کہ احسان کیا ہے۔ احسان کا شعور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ کا احسان پیدا ہونے والے بچے کے عمل سے بے نیاز ہے' آپ اس کے لیے سایہ کرتے رہتے ہو' بیمار

ہے یا اور حرکات ہیں' بچے ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ بچوں کی ناپسندیدہ حرکتوں پر جب تھوڑا سا ہنستے ہو' کہ بچہ ہے' تو وہ احسان ہے۔ کوئی اور بچہ ہوتا تو پہلے سزا ہوتی' پھر آپ بتاتے کہ حرکت کیا ہے۔ تو یہ احسان ہے۔ احسان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ دینا' انصاف سے زیادہ دینا' اس کے عمل سے بے نیاز ہو کے عمل کرنا' یہ سارا احسان کرنا ہے۔ احسان جو ہے یہ دراصل آپ نے اپنے آپ پر کرنا ہے۔ احسان کرنے والا کس پر احسان کرتا ہے؟ اپنے آپ پر احسان کرتا ہے۔ دوسرے پر احسان دراصل اپنے آپ پر احسان ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا دراصل اپنے آپ کو معاف کرنا ہے' کیونکہ اپنے اندر سے وہ ناسور نکالنا ہے جو ناپسندیدگی کا ہے نارضامندی کا ہے اور دوسرے کی بے وقوفی کا ہے اور دوسرے کے ظلم کے خیال کا ہے۔ پھوڑا تو آپ کے اندر ہوتا ہے۔ اس لیے پھر یہ ایک خاص واقعہ بن جاتا ہے۔ بڑا آسان ہے جی یہ احسان کا عمل۔ انسان کر سکتا ہے۔

سوال:

یہ Individual کا تو سمجھ آ گیا مگر Society کا کیا کریں؟

جواب:

سوسائٹی میں تو ایک قانون ہے۔ سوسائٹی میں قانون ہے تاکہ عبرت ہو' سوسائٹی چوروں کو کیسے معاف کرنے لگ جائے گی' سوسائٹی میں ایک ناظم اعلیٰ ہے' منظم کرنے والی طاقت ہے' اس کا کام انتظام قائم رکھنا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو' چور کا ہاتھ کاٹ لو' یہ کام کرو یا نہ کرو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احسان جو ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا ہے۔ یعنی آپ اس کو سزا دے سکتے تھے' غلطی موجود تھی' آپ کے پاس سزا کا اختیار تھا' اور اگر سزا دیتے تو یہ بات بری بھی نہ کہلاتی مگر آپ نے اچھا کیا کہ آپ نے احسان کر دیا۔ یہ انسان کی بات ہو رہی ہے' اگر کوئی حاکم وقت ہو یا محتسب اعلیٰ ہو یا کوئی Lordship ہو یا جسٹس ہو' تو وہ اگر مجرموں پر احسان کرنے لگ جائے تو یہ تو الٹ

واقعہ ہو جائے گا۔ سوسائٹی کے طور پر آپ خود سوچو کہ کیا کرنا ہے' معاف کرنا ہے کہ نہیں ______ ہم سوسائٹی کی بات نہیں کرتے' بلکہ ہم تو Pure اپنی بات کرتے ہیں جو آپ کی اپنی ذات تک ہے۔ یہ کہ اپنی تکمیل ذات کے لیے' نامناسب معاشرے میں سے ایک مناسب رپورٹ لے کے نکل جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے مسلمانوں کے لیے ______ کہ معاشرہ برا ہے یا اچھا ہے' آپ اپنے لیے کم از کم کوئی بہتر صورت حال پیدا کر کے نکل جاؤ۔ نکلنا تو ضرور ہے آپ نے۔ آپ کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہ Set ہو جائے' غریبوں کو دولت مل جائے' بادشاہی مل جائے۔ اور اگر آپ کی عاقبت نامناسب ہو' تو پھر یہ بات غور طلب ہے۔ اس لیے بڑا غور کرنا اس بات پر۔ اسلام کے حوالے سے' آپ اللہ کے مناسب جواب دہ ہو۔ کسی انسان کو اپنے سامنے جوابدہ نہ کرنا جب تک آپ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پوری طرح جواب دہ نہ پاؤ۔

معاشرے کا نظام تو چل رہا ہے' اسے چلنے دیا جائے۔ معاشرہ' سماج' سوسائٹی' اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ ہم اپنی تکمیلِ ذات کی بات کر رہے ہیں۔ اپنی شخصیت کا ارتقاء کہہ لو' یا اس کی پہچان کہہ لو' یا اس کے اندر آپ یہ کہہ لو کہ اپنے اندر کوئی شعورِ ذات ہو تو خدا کے حوالے سے ہو۔ خالی ذات کا شعور نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ذات کو پہچاننا' بلکہ اسے خدا کے حوالے سے پہچاننا اور وہ خدا جو مسلمانوں کا خدا ہے۔ وہ خدا کہ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا ہے۔ اور کائنات کے سب کام ہو رہے ہیں' وہی کرنے والا ہے اور جو نہیں ہو رہے وہ بھی وہی کرنے والا ہے۔ انجیل کی باتیں بھی ہو سکتی ہیں مگر آپ کے لیے اسلام کا راستہ ہے۔ آپ اس راستے پر اپنی ذات کو اس دنیا میں بہتر رکھتے ہوئے اور محفوظ لے جاتے ہوئے چلیں بس یہ آسان سا راستہ ہے۔

ہاں جی بولو آپ ______ حنیف صاحب

سوال:

جناب کیا احسان صرف فرد کی سطح پر ہو سکتا ہے' کیا یہ معاشرے کی سطح پر کارفرما

نہیں ہوسکتا؟

جواب:

یہ وہی پچھلا سوال ہے اختر صاحب والا_____ سوال یہ ہے کہ احسان کس پر کیا جا رہا ہے۔ کون کرتا ہے یا ''کس پر'' ہونے والی بات نہیں ہو رہی۔ یہ بات ضرور سمجھنے والی ہے کہ احسان کرنے والا کون ہے؟ احسان کرنے والا ''ایک انسان'' ہے۔ یہ گروہ کی بات نہیں ہو رہی کہ چار آدمی مل کے احسان کریں ایک آدمی پر۔ ایک انسان ہے اور وہ قانون بھی ہے، میں نے یہ کہا تھا کہ سماج بھی نہیں ہے بلکہ صرف ایک انسان ہے_____ وہ انسان جو اپنی تکمیل کے لیے الہیات کے راستے کو چنتا ہے، اس کی بات ہو رہی ہے دوسرے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔

سوال:

جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ قرآن کی بات ہو رہی ہے تو قرآن میں ہے۔ ان اللّٰہ یامر کم بالعدل و الاحسان اللہ تعالیٰ سب کو حکم دے رہا ہے کہ تم عدل کرو اور احسان کرو۔ تو یہاں احساس ہوتا ہے کہ معاشرتی سطح پر بھی احسان کا حکم ہے

_____

جواب:

آپ بات نہیں سمجھے_____ اس بات پر غور کرلیں کہ دین کے اندر، اسلام کے اندر، تمام احکامات جمع کے ہیں_____ یہ تمام کے تمام حکم جو ہیں، یہ تمام کے تمام حقوق جو ہیں آپ یہ اولی الامر کے پاس جمع کر دیتے ہیں_____ اسلامی معاشرے پر جب غور کریں گے تو وہ اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اُولی الامر منکم آپ اپنے حقوق اس کے پاس تفویض کر دیتے ہیں۔ جب اللہ کریم کہتا ہے کہ اجتماعی طور آپ ایسا کام کرو، چور کے ہاتھ کاٹو تو آپ گھر میں کسی کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے۔ ایک چور آپ کے گھر میں آجائے اور آپ اس کے ہاتھ کاٹنے لگ جاؤ، یہ بڑی سزا کی بات ہے۔ مطلب یہ کہ جو

اجتماعی حکم ہوتا ہے یہ اولی الامر ہی پورا کرتا ہے۔ تو وہاں پر وہ قانون ہے۔ ذاتی سطح پر آپ تکمیل کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں کہ آپ احسان کر سکتے ہیں۔ تو اللہ کریم نے آپ کو بتایا کہ آپ احسان کرو تو یہ ذاتی احسان کی بات ہے' ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے زندگی کے اندر ہی اس راستے کو اپنا راستہ بنایا۔ سماجی سطح پر تو حکومت اپنا کام چلا رہی ہے۔ حکومت میں تو آپ انصاف کرو ______

سوال:

سر! انصاف ایک چیز ہے' بات احسان کی ہو رہی ہے' انصاف تو ہر حکومت چاہتی ہے' لیکن احسان اس سے آگے ہے ______

جواب:

ہم آسان سی بات کر رہے ہیں' وقت کو بچایا جائے کیونکہ وقت آپ ہی ہو' آپ ہی کا نام وقت ہے' زندگی آپ ہی ہو۔ اسلامی انداز گفتگو میں جو چیز حکومت ہے اس کا ایک شعور ہے۔ اسے کیسے کرنا چاہیے' وہ بتایا ہوا ہے۔ وہ سوال ہی اور ہے کہ حکومت اور اسلام کے اندر مدعا کیا ہے یعنی جس کو Address کیا گیا ہے' یا جہاں اجتماع کا لفظ ہے۔ کیا وہ لوگ ہیں یا ایک آدمی ہے؟

فی الحال تو آپ کا انفرادی سفر ہے اور اجتماعی تشکیل حیات نہیں ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہم اجتماعی شکل بن رہے ہیں' پھر آپ کو حکم کی سمجھ آ جائے گی کہ یہ ہے کیا ______ کہ اللہ تعالیٰ کا منشا کیا ہے ______ آپ کی جماعت ٹوٹ گئی ہے' سب سے بڑی دقت یہی ہے۔ آپ ایمانداری کی بات دیکھو' ایک مسجد' چھوٹی سی مسجد' اس مسجد میں پچیس آدمی لے لو' اگر ایک محلے کے رہنے والے پچیس آدمی' ایمانداری سے بھائی بن کے رہیں تو کوئی دقت' آفت آ سکتی ہے شہر میں؟ تو ان میں سے جو بہتر ہے وہ ان لوگوں کا امام کہلائے' قائد کہلائے۔ پھر کیا کوئی دقت پیدا ہو سکتی ہے لیڈر شپ کے بارے میں؟ یہ واقعہ تو ہوا نہیں ______ اگر کوئی واقعہ ایسا ہو کہ جس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں' اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی آپ کی محبت ہو' اطاعت ہو______ اگر کوئی ایسا آدمی اولی الامر کے نام پر بادشاہ ہو' جس کا ادب آپ ایسے ہی محسوس کریں جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہو تو کیا دقت رہ جائے گی؟ اس کے ساتھ محبت بھی ہو' ادب بھی ہو' کہنا خود بخود مانا جائے گا______ اور اس کا کہنا' قرآن وسنت کے عین مطابق بھی ہو______ پھر تو پورا سفر مکمل ہو گیا ناں______ یہی تو واقعہ نہیں ہو رہا۔ تبھی تو آپ کو پریشانیاں ہو رہی ہیں______ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ جو جاننے والے ہیں وہ اختیار سے باہر ہیں' جو اختیار کے اندر ہوتے ہیں وہ جانتے نہیں______ اختیار والے بیچاروں کو اختیار کا سنبھالنا ہی پرابلم ہے یعنی اختیار میں آنا' اختیار میں رہنا' اختیار کو سنبھالنا______ جاننے والا جانتا ہے کہ کہاں کتنا بکھیڑا ہے' چلو ہم چھڑا کے' بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جاتے ہیں۔

پھر چھوڑ دیا سب______ وہ شہر سے باہر چپکے سے آباد ہو گئے' ویرانے میں آستانے بنائے۔ بات یہ ہوئی کہ عقیدت جو ہے وہ وہاں وابستہ ہے اور شہر کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے' یہ اس کے مطابق نہیں۔ آج کے انسان کو پریشانی کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کس کس کو Obey کروں۔ اللہ کی بات مان' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی وہی ہے______ آگے ہر بات دوسری بات سے مختلف ہے۔ قائداعظم کا ارشاد لکھا ہوتا ہے' اس کی بات مانو۔ کہتا ہے علامہ اقبال کی بات ہے' مانو______ دوسرے ایک بزرگ کی بات مانو______ ایک اور کی مان لو______ اس لیے آج کا انسان تکلیف میں ہے کہ اس کے پاس ماننے کے لیے بہت کچھ ہے' اگر کوئی ایک چیز ہو ماننے کے لیے تو وہ مان سکتا ہے______ آج کے انسان کو یہ دقت ہے۔ یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کہ کافر ہو کے ایک طرف ہو گیا اور وہ کہتا ہے میں کس کس کی بات مانوں' کدھر جاؤں۔

سوال:

لیکن یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ جو جانتا ہے وہ اپنا آستانہ شہر سے باہر بنا لے۔

جواب:

یہ آپ کا گلہ، جھگڑا مناسب حد تک جائز ہے لیکن اس وقت تک انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ ان لوگوں سے بچ کے عمل کیا جائے۔ ان پر تاثیر ڈالی جائے، ان کو سمجھایا جائے تاکہ ''حق'' محفوظ رہے۔ کچھ نہ کچھ کیا ان لوگوں نے۔ لیکن وہ اس لائن میں نہیں آئے۔ ہاں، آپ کا زمانہ اگر آتا ہے تو آپ یہ کام کرو ـــــــ لیکن آپ کو ان بزرگوں جیسا علم تو جاننا چاہیے۔ پھر وہ علم لے کے آپ چلو۔ یہ نہ ہو کہ پھر آپ لوگوں جیسے ہی چل پڑو۔ ان جیسی حکومت کرنی ہے تو ہر دور کی حکومت اچھی حکومت کرتی ہے ـــــــ یہی آپ کا مسئلہ ہے کہ فقیری بادشاہت کے ساتھ کیوں نہیں آئی اور انہوں نے لوگوں کو کیوں چھوڑ دیا، ان لوگوں کے رحم و کرم پر۔ یہ سوال بڑا پرانا سوال ہے کہ تاثیر والا مذہب اسلام جو ہے، یہ تاثیروں کے باوجود بے تاثیر کیوں ہو گیا۔ اس لیے کہ مرتبہ جس کے پاس تھا اس کے پاس علم نہیں تھا اور جس کے پاس علم تھا اس نے مرتبے سے گریز کر لیا۔ اور اگر علم والا مرتبے کی تمنا بھی کر لیتا تو اس کے لیے پھر ایک دار کا مقام تھا۔ جھوٹے انسان سے ووٹ لینے کا طریقہ، کسی سچے آدمی کے لیے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر جھوٹوں کو یقین ہو جائے کہ یہ آدمی سچا ہے اور حکومت چاہتا ہے تو میرا خیال ہے کہ پرانے طریقے سے وہی ایک فارمولا چلا آ رہا ہے ـــــــ کربلا ہو کہ سقراط ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں ـــــــ ایک ہی طریقہ چلا آ رہا ہے ـــــــ منصورؒ ہی لے لو، ادھر آپ سرمدؒ لے لو ـــــــ سارا ایک ہی واقعہ ہے۔ کیا واقعہ ہے؟ کہ اگر جہالت کے زمانوں میں صداقت ایک آدمی میں نمایاں ہو گئی، وہ اگر زیادہ نمایاں ہو کر Powerful ہونے لگ گیا تو ساری جہالت اکٹھی ہو کے اسے پھانسی لگا دے گی۔ درجات تو بلند رہتے ہی ہیں ان کے، لیکن یہ واقعہ بھی ضرور ہو گا۔ اب اس کے اندر کوئی ایسا ہونا چاہیے اور کرنے والے کر سکتے ہیں کہ اس دور کے اندر رہ کر اپنے علم کو رائج کیا جائے اور سب کو ساتھ چلایا جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

بہر حال احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ رعایت کرنا،

Forgive بھی کر دینااور Forget بھی کر دینا۔تو آپ ضرور احسان کرو۔

سوال:

اپنے حق سے کم لینا بھی تو احسان ہے؟

جواب:

اپنا آپ بھی چھوڑ دیں اور اپنا حق بھی چھوڑ دیں۔

سوال:

حق کی خاطر تو ہم ڈٹ جاتے ہیں' ایک تو اصولوں پہ سمجھوتہ نہیں کرتے' Truth اور حق کی خاطر تو ہم لڑتے ہیں۔فرض کیجیے کسی شخص کے دل میں یہ ارادہ پیدا ہو تو ساتھ والے سمجھاتے ہیں کہ یہ تو ایک رہبانیت سی ہو گئی' اپنے حق کی خاطر تو ضرور لڑنا چاہیے _____

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ فطرت کی عظیم اشیاء جو ہیں وہ اپنا حق کس طرح لیتی ہیں' سورج کی روشنی کو نمایاں ہونے کے لیے جو حق درکار ہے' وہ تاریکی ہے اور وہ اسے وافر مقدار میں ملتی ہے۔اور اگر سورج کو روشنی ملنے لگ جائے تو کچھ اور ہی قصہ بن جائے گا _____ آپ جس کو حق سمجھ رہے ہو وہ حق نہیں ہے۔حق تو یہی ہے کہ آپ نے اپنا حق پہچان لیا۔جس طرح آپ کے اندر حق پیدا ہوا' اسی طرح فطرت آپ کو حق کی ادائیگی بھی کرتی رہے گی۔اور یہ ایک عجب بات ہے کہ جاہل زمانوں میں ہمیشہ عالم پیدا ہوئے۔جو لوگ آنے والے زمانے کے تھے وہ بھی اسی زمانے میں پیدا ہوئے۔زمانہ سارے کا سارا خاموش رہا اور اسی زمانے میں' اپنے دور سے کتنی دور آگے جا کے کوئی پیغمبر پیدا ہو گیا۔جتنے عظیم لوگ تھے' وہ غیر عظیم زمانوں میں پیدا ہوئے۔یہ بڑے کمال کی بات ہے۔یہاں پتہ چلتا ہے کہ اصلی عظیم کون ہے؟ وہ آدمی جو ان جاہلوں پر اپنی عظمت کو جتاتا رہا' وہ محروم ہو گیا _____ اور وہ عظیم انسان جس نے ان جاہلوں کی خدمت شروع کر دی' کہ ان میں سے

پیدا ہوا ہوں اور یہ محروم ہیں اور ان کو علم دے دیا جائے______ تو انہوں نے آنے والے زمانوں میں بھی بادشاہی کی۔

سوال:

بات تو صحیح ہے لیکن ہمارا ''جگرا'' نہیں پڑتا______

جواب:

''جگرے'' کی بات نہیں ہے، علم میں ''جگرے'' نہیں ہوتے۔ یہیں سے پھر غور کرلو کہ ایک آدمی نے اپنے دور میں یہ پہچان لیا کہ میں ذرا اس دور سے بڑا ہوں۔ تو بڑا ہونے کی حیثیت سے وہاں اس نے Assert کرنا شروع کر دیا کہ میں بڑا ہوں، Acknowledge کرو، خراج ادا کرو، یہ کرو، وہ کرو______ اسی چھوٹے دور نے اس کی عظمت کو وہیں تباہ کر دیا______ اور جو صحیح معنی میں بڑا تھا، اس نے کہا میں ان میں بڑا پیدا ہو گیا، اس چھوٹے سے خاندان میں ذرا بڑا پیدا ہو گیا، آؤ اس چھوٹے خاندان کو بھی ہم بلند کر دیں۔ اور جو چھوٹا آدمی تھا، اس نے خاندان پر رعب ڈالنا شروع کر دیا، ''اے چھوٹے خاندان کے کمزور کیڑے مکوڑو، دیکھو میں ہاتھی پیدا ہو گیا''______ اور ہاتھی کو چیونٹی کھا گئی______ تباہی ہو گئی______ اور جو شخص کہتا ہے کہ آج میں تم میں سے ذرا فروغ پا گیا ہوں، یہ حسن اتفاق ہے مگر یہ سب آپ ہی کے لیے ہے تو اس نے لوگوں کے دلوں پر بادشاہی کی۔ تو وہ پیغمبر ہوئے، اولیائے کرام ہوئے۔ حتیٰ کہ دین میں اولیائے کرام کا درجہ پانا اور شرعی طور پر شریعت ساری کی ساری بظاہر نفاذ کے بغیر، ولی اللہ کہلانا، یہ کمال ہے ان کا______ یعنی کہ اللہ کا ولی، دینی طور پر اللہ کا ولی ہے، لیکن اس نے وہ عمل نہیں کیے جو مولوی صاحب کر رہے ہیں۔ بس یہ راز کی بات ہے، تم کیا جانو______ مولوی صاحب بتاتے جا رہے ہیں کہ ''گٹے'' سے شلوار نیچے نہیں ہونی چاہیے، موت کا منظر مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے اور وہ لنگوٹ باندھ کے دریا کے کنارے بیٹھ گیا، یہ ولی اللہ ہے۔ یہ ''سائیں صاحب'' ہیں۔ وہ مکمل طور پہ ولی بن کے بیٹھ گیا۔ یہ کمال ان لوگوں میں ہے کہ اسی ماحول

میں سے ایک اور ماحول' محبت کے ساتھ بنایا یعنی اس '' کانواں والے'' کا کمال دیکھو کہ پرندوں میں سب سے زیادہ غیر خوشنما پرندہ کوا ہے' وہ بہت غیر خوشنما ہے اور اس سے محبت کر کے اسے پاس رکھا۔ یعنی کوے سے محبت ایسے کی کہ وہ وہاں سے اڑتا نہیں۔ تو یہ ہے محبت کی انتہا کی بات۔ ان لوگوں نے اس دور میں اللہ کے حکم کے ساتھ ولایت کی ہے کہ جس دور میں لوگ اس قسم کے ماننے والے نہیں تھے۔ عظمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ماحول سے الگ ہونا۔ دنیاوی طور پر بڑا آدمی کون ہوتا ہے؟ جو ماحول کو چھوٹا سمجھے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھے یا اپنے اور ماحول کے درمیان کوئی فاصلہ دیکھے۔ اگر وہ ماحول کو چھوٹا سمجھتا ہے تو گر جائے گا' اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے' تب بھی گر جائے گا۔ اور اگر '' میں ماحول کی پیداوار ہوں ماحول کی بہتری کے لیے'' تو وہ بچ جائے گا۔ بس یہ راز ہے۔

سوال:

اس میں یہ بھی تو خطرہ ہے کہ آدمی صرف خدمت کرتا رہ جائے اور اُسے کچھ نہ ملے______

جواب:

نہیں' تیری صفت ہی خدمت کرنا ہے ورنہ تیری عظمت کوئی نہیں۔ عظمت ہے ہی کوئی نہیں۔ اتنا بڑا پھول ہے گوبھی کا' اس نے کیا خوشبو دینی ہے۔ اور چھوٹا سا گلاب دیکھو ______ یہی تیری عظمت ہے اور عظمت ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے دیکھو اس میں خوشبو ہے۔ اب جن لوگوں کے پاس خوشبو نہیں ہے وہ سارے کے سارے بیکار ہیں۔ یہ خوشبو خدمت ہی ہے۔ خدمت میں Acknowledge ہونا شروع ہو جائے تو یہ Greatness کہلاتی ہے' اور Greatness کوئی نہیں ہے۔

سوال:

مثلاً میں چار گھروں میں خدمت کرتا رہا اور کوئی سیاست دان میرے سے بہت آگے نکل گیا تو میرا اس کا مقابلہ کیا ہے؟ طاقت بھی اس کے پاس' شہرت بھی' لیڈری بھی۔

جواب:

وہ اور مقام ہے، حکومت ہے، قانون ہے اور سیاست ہے۔ اس کا دلوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اور واقعہ ہے کیونکہ اس کا دلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ میں دل کی بات بتا رہا ہوں کہ خدمت کرنا، کیونکہ خدمت کرنے والا دلوں کے اندر جا کے سما جاتا ہے۔ یہی اس کا مقام ہے، یہی اس کی Greatness ہے۔ اب کمال کی بات یہ ہے، جسے آپ خود دیکھ رہے ہو، کہ آپ لوگ، آج بیٹھے ہوانیس سونوے میں، آج بھی آپ کلمہ پڑھتے ہو ایک انسان کا۔ تو یہ اس انسان کا کمال ہے۔ یہ کمال ہے کہ چودہ سو سال بعد لوگ آپؐ کے نام پر آج بھی سرنگوں ہیں۔ یہ کمال ہے Greatness یہ ہے Acknowledgement یہ ہے۔ پھر اور بزرگوں کو لے لو، داتا صاحبؒ کو لے لو، آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے لیکن آپ کے اندر احترام آج بھی ہے۔ وہ اتنے بڑے ہیں کہ آج بھی احترام ہے۔ یہ جو Greatness ہے، یہ احترام پیدا کرنے والی ہے۔ اور دنیا دار والی Greatness جسے آپ کہہ رہے ہو وہ Fear پیدا کرتی ہے اور ڈر پیدا کرنے والی Greatness جو ہے یہ برباد ہو جاتی ہے، تو وہ دنیاوی عظمت جو عظمت کہلاتی ہے اور اس کا تحفظ خوف کے ذریعے کیا جاتا ہے، وہ عظمت Short Lived ہے، وہ عظمت کبھی نہیں چلتی۔ وہ عظمت جس کے ساتھ محبت کا عنصر شامل ہے، ہم اس کو عظمت کہتے ہیں، وہ قائم رہتی ہے، دائم رہتی ہے۔ آپ کے مرنے کے بعد بھی اور آپ کے یاد کرنے والوں کے مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ جب آپ نے ایک سیاسی آدمی کا نام لیا، تو مرنے کے بعد فیصلہ کریں گے، مرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس دور کو بدلنے دو ______ یہ تو سیاست میں آسان سی بات ہے کہ آج کے دور میں پچھلا دور جو ہے وہ چاہے کوئی بھی ہو وہ Mention نہیں ہوسکتا۔

سوال:

علمی اعتبار سے جو بندہ ایسے ہی معروف ہوگیا اور وہ کافی لوگوں کے سر جھکا گیا، وہ بھی بڑی چیز ہے، حالانکہ عملاً یا خدمتاً یا انساناً تو کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی بھی بڑی

ٹھیکیداری چل جاتی ہے' یہ کیسے ہے؟

جواب:

علم کے ذریعے عالموں کا رعب ان لوگوں پہ ہوتا ہے جو اتنا علم حاصل نہیں کر سکتے اور یہ بڑی ہی طاقت والی شے ہے۔ جاہل کے اندر' جو کہ قوم کا زیادہ حصہ ہوتا ہے' اس آدمی کے علم کا کوئی احترام نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک خاص طبقہ ہے جو سمجھتا ہے کہ جو ہم نے ہونا چاہا' ہم نہ ہو سکے' اور یہ آدمی پہلے ہو گیا۔ یہ وہیں پر دقت ہو رہی ہے' مشہور ہو یا کہ شہرت ہو۔ وہاں یہ سارے کے سارے نفی ہو جاتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ماضی کی کتابوں سے تم نے کتنا علم اٹھایا ہے۔ آپ کا سارا علم ماضی کا ہے۔ اس لیے وہ شہرت نہیں ہے جسے آپ شہرت کہہ رہے ہو بلکہ وہ صرف آپ کے اندر' آپ چند لوگوں کے اندر ہے ______ مثلاً ایک آدمی تنقید کر رہا ہے ایک اجلاس کے اندر' اوٹ پٹانگ کتابوں کا نام لیا کہ یہ لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھی ہوئی ہے ______ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ یہ تو بہت کچھ جانتا ہے ______ وہ سارا Ancient چلا آ رہا ہے۔ اب یہ جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے' اس کو اگر دیکھا جائے تو یہ جاننے والا نہیں ہے' یہ شہرت نہیں ہے۔ شہرت یہ ہے کہ آپ جس خوبی کو Acknowledge کرانا چاہتے ہیں' خوبی کسی کے کام آئی کہ نہ آئی۔

سوال:

میں توفی زمانہ یہ بات کر رہا ہوں کہ جو لوگ علم' فضل اور دانش میں معتبر ہیں وہی معتبر ٹھہرتے ہیں۔

جواب:

ایسا ہوا کہ کوئی محترم ہو گیا مگر پھر احترام سے باہر ہو گیا۔ آپ کے سامنے یہ واقعہ ہوا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے جشن برباد ہو گئے' ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ______ تو وہ ایک اور قسم کا علم ہے یعنی خدمت کا علم اور ہے اور اللہ سے محبت کا علم اور ہے' اس راہ کا علم اور ہے اور آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے' بار بار اللہ نے کہا کہ خدا کے بندو' یہ دیکھو کہ یہ عارضی زندگی

ہے، کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جانا، یہاں تو چند عرصہ کا قیام ہے، پھر آپ نے ہمارے پاس بہت روز رہنا ہے، اس لیے یہاں سے رخ صحیح کر کے آنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تھوڑے دنوں کے لیے بہت بڑا سرمایہ ضائع کر کے آجاؤ۔ یہ چار دن کا میلہ ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ماضی میں دیکھو کہ کتنے واقعات آئے اور کتنے واقعات چلے گئے، کتنے باغ لگے اور سوکھ کر چلے گئے۔ تو عاقبت کی خیر مناؤ۔ آگے کیا ہونا ہے؟ آگے وہاں پر اچھے اچھے لوگ آپ کا انتظار کریں گے، وہاں جائیں گے ہم، میلے ہوں گے، محفلیں ہوں گی، رونقیں ہوں گی ـــــــ آپ دل میں فیصلہ کرلو اور آپ ان لوگوں کے علم کو علم کہو جن کی عاقبت آپ اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ آپ ان کے ساتھ علم حاصل کرلو ـــــــ کہ یا اللہ مجھے اس شخص کا علم دے دے، جس کی عاقبت بھی مجھے مل جائے۔ پھر عاقبت ہی لینی ہے، علم کیا کرنا ہے۔

سوال:

مثال کے طور پر اس وقت ہمارے دانشور لوگوں میں سب سے پڑھا لکھا آدمی ہنری کسنجر ہے، ہم نے یہ ماڈل رکھا ہوا ہے، ہم اپنے بچوں کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہو جائے تو کیا بات ہے، لیکن ہم اس کی عاقبت کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں ـــــــ اس ماڈل کو کیسے توڑیں؟

جواب:

اصل میں بات یہ ہے کہ آپ اپنی موجودگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ کبھی کسنجر بن جاتے ہیں، کبھی ریگن بن جاتے ہیں، کبھی اور بن جاتے ہیں، کبھی ایسا بن جاتے ہیں، ویسا بن جاتے ہیں۔ یہ زندگی آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ اس زندگی سے جب تک محبت نہیں کرو گے تو آپ کو راستہ نہیں ملے گا۔ فرض کرو کہ آپ کچھ بننا چاہتے ہو، تو بن گئے ہوتے، میں نے کوئی منع کیا ہے آپ کو؟ میں تو آج آپ سے ملا ہوں، آپ کہیں کسنجر بنے ہوتے، میں آپ سے بات کرتا کہ سنا کیا حال ہے پاکستان کے کسنجر صاحب! آپ ابھی تک صرف بننا چاہتے ہو، اب خدا کے لیے نہ بننا۔ یعنی کہ ابھی تک آپ بننا چاہتے ہو اور بیٹھے کسی اور جگہ

ہو یعنی بن نہیں سکے ہو۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ ہے آپ سب لوگوں کی حالت۔ خدا کے بندو! جو بنے ہوئے ہو یہی بنے رہو تو کیسی اچھی بات ہے۔ گھر اپنا' اچھا گھر ہے۔ کیا کچھ اور بننا چاہتے ہو؟ آپ گھر میں بنے رہو' گھر والے بنے رہو' چھوٹا سا گھر ہے' جیسا بھی گھر ہے' اس میں قائم رہو' اپنے بچوں میں آپ قائم رہو ______ وہ ماحول آپ کو نہیں ملے گا جس ماحول کا علم آپ کے پاس ہے۔ کسنجر کی ایک Fame ہے' وہ دنیا کے اندر کہیں جائے' اس کی شہرت اور مشہوری ہے ______ اللہ تعالیٰ نے بار بار فیصلہ کر دیا کہ شہرت اور مشہوری کوئی ایسی چیز نہیں ہے' طاقت اور دبدبہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے' فرعون کو عاقبت میں اللہ تعالیٰ نے کیا دیا؟

آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی یہ بات؟ آسان کب ہوتی ہے بات؟ جب وہ ساتھی ساتھ ہو جائے۔ دشوار کب ہوتی ہے بات؟ کہتا ہے جب سے آپ گئے ہیں کام میں جی نہیں لگتا۔ کیا دوست کام کا نام ہے؟ کہتا ہے کام میں جی نہیں لگتا۔ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کہتا ہے ٹھنڈا سرمہ ڈالو' اکسیر بصر ڈالو۔ کہتا ہے آنکھوں کی ٹھنڈک تو دوست ہے' دل کا چین ہے' قرار ہے' مقصدِ زندگی ہے' اور تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے' زندگی ختم ہوگئی آپ کے جانے کے بعد' آپ ہی تو زندگی ہیں۔ اب تو جینا اور ہے' زندگی اور ہے۔ جو سانس لے رہا ہے وہ اور ہے' جو زندگی ہے اور ہے۔ اگر وہ زندگی مل جائے تو پھر تو یہ زندگی ہے ______ خدا کرے اسے محبت ہو جائے' کہانی کا اسے پتہ لگے۔ اسے تو محبت ہونی نہیں ہے' اس لیے کہ وہ کاروباری بندہ ہے ______ اس کے لیے دعا کرو' اس کو محبت ہو جائے اور دیکھو کہ محبت والوں کا حشر کیا ہوا' کدھر گئے وہ بیچارے' ایسے کے تیسے ہو گئے۔ کئی ماہ بعد پتہ چلتا ہے اور انسان ہوش میں آتا ہے' اس لیے آپ ان کے لیے دعا کیا کرو ______ کم از کم آشنائی تو ہونی چاہیے۔ یہ بھی کیا بات ہے کہ سارے کے سارے کاروباری بندے ہو گئے۔ اگر محبت ہوگئی تو بات تو سمجھ آ جائے گی۔ محبت کی نشانی بتاتا ہوں کہ کب محبت ہوگی ______ جو چیز آپ حاصل کر رہے ہو اور مبارک دیتے ہو اپنے آپ کو

آج میں نے یہ حاصل کرلیا اور وہ حاصل کرلیا' کہ میں یہ لے آیا اور وہ لے آیا مثلاً ایک بڑا لمبا ٹیبل لیمپ لے آیا آسمان سے باتیں کرنے والا' لائٹ ہاؤس بنالیا گھر کو اور جب دوست مل گیا تو اسے ''لائٹ ہاؤس'' پیش کر دیا' وہ ٹیبل لیمپ ہی پیش کر دیا' گھر میں جو سب سے اچھی چیز تھی' پیش کر دی۔ جو حاصل کی جانے والی چیزیں ہوں اگر انہیں قربان کرنے کی خواہش ہو جائے تو سمجھو کہ دوستی ہو گئی' محبت ہو گئی۔ تو محبت کب ہوتی ہے؟ پہلے جو چیز حاصل کر رہے ہو' وہی چیزیں نثار کرنا شروع کر دو تو یہ محبت ہے۔ محبت ہو جائے تو سمجھ آ جاتی ہے کہ آسانی کب پیدا ہوتی ہے ____ تو شریعت کب آسان ہوتی ہے؟ جب محبوب کا ساتھ ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے پیدل بازار جانا ہے مگر تھکا ہوا ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ چلوں گا ____ تو بات آسان ہو گئی' صرف ساتھ ہونے سے تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے کچھ اور نہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے لو۔ جب لکڑی ہاتھ میں پکڑ کے چل پڑا تو سفر آسان ہو گیا۔ ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی لے لو تو یہ ساتھی ہو گیا' تسبیح لے لو تو سفر آسان ہو گیا ____ تو اگر ساتھی مل گیا' محبوب مل گیا تو آسانی ہو جائے گی ____ اگر محبوب ساتھی ہو تو شریعت کی دشواری پیدا نہیں ہوتی' سفر آسان ہو جاتا ہے۔ ساتھی ہو تو آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھی نہ ہو تو آسان بھی دشوار ہو جاتا ہے ____

میں نے اپنی ایک نعت میں بتایا تھا کہ اگر آپؐ نگاہِ لطف نہ کریں تو یہ زندگی طوفان ہے' اگر آپؐ کی نگاہِ لطف ہو جائے تو یہی زندگی آسان ہے۔

تُوؐ نظر پھیرے تو طوفان زندگی
تُوؐ نظر کر دے تو بیڑا پار ہے

تو وہی زندگی طوفان ہو جاتی ہے اور اگر نظر کر دیں تو بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ تو یہ ہے ساتھ اور تقرب۔ تو دعا کرو کہ آپ کو تقرب سمجھ آ جائے۔ تقرب اور محبوب کے کئی درجے ہیں۔ تقرب محبوب کے نزدیک آنے کا نام ہے یا تمہارا اس کے قریب جانے کا نام ہے۔ اس لیے ہر شے آسان ہو جاتی ہے' جان دینا بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اُسے کہیں کہ اس نے

جان مانگی ہے تو وہ کہتا ہے کہ جان لے لو_____ تو دوست ساتھ ہو تو جان دینا آسان ہے۔ اگر محبوب نظر آ جائے تو دار پر چڑھنا آسان ہے_____ پھر دار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو مہربانیاں ہو گئیں۔ اگر محبوب نظر آئے تو سنگِ در پر سر سجدے میں جھک جاتا ہے اور اگر محبوب نظر آ جائے دار پر تو سر چڑھتا ہے دار پر۔ تو یہ جو درجے ہیں یہ محبوب کی نگاہ میں ہیں۔ سر اکڑا تو سمجھو محبوب سے دور ہو گیا۔ اکڑا ہوا سر' محبوب سے محرومی کا نام ہے اور جھکا ہوا سر محبوب کے قریب ہے اور دار پہ چڑھا ہوا محبوب کے بہت ہی قریب ہے۔

ہاں بولو اور_____ کیا کہتے ہیں آپ_____ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے بچائے' آپ ہی اپنے دشمن ہو' خدا ان چیزوں کا شوق نہ دے جو چیزیں اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالتی ہیں' اونچی آواز سے بولو_____ آمین_____ اللہ تعالیٰ وہ شوق نہ دے جو اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رستے کا شوق دے' اللہ تعالیٰ اپنی منزلوں کا مسافر کرے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے آپ کی محبت کرا دے' اپنے بندوں سے دوستی کرا دے' اپنے بندوں کا قرب عطا کر دے_____ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

آخر میں دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر تو بھی راضی ہو اور ہم بھی راضی رہیں۔

امین برحمتک یا ارحم الرّحمین

2

1 یہ جونفس ہے کیا یہ انسان کے وجوداور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ' ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟

سوال:

یہ جونفس ہے کیا یہ انسان کے وجود اور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب:

اب جو نفس کی قسموں کی بات آ گئی ہے تو پھر غور کرنا پڑے گا کہ نفس ہے کیا؟ اصل میں یہ روح اور مادہ کا امتزاج ہے۔ تو یہ جو امتزاج ہے' یہ نفس ہے۔ جس طرح ہم لفظ ''انسان'' کہتے ہیں تو وہ انسان نہ خالی روح ہے اور نہ خالی مادہ ہے بلکہ روح اور مادہ ایک پیکر میں جب اکھٹے ہوتے ہیں تو وہ انسان کہلاتا ہے۔ تو یہ ''لوامہ'' انسان کی ایک قسم ہے' انسانوں کی ایک قسم ہے اور یہ صرف نفس کی قسم نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کے اندر نفس کی چاروں قسمیں ہوں۔ اگر آپ میں نفس کی چاروں اقسام ہوں تو کبھی آپ ''لوامہ'' ہوں گے' کبھی آپ ''مطمئنہ'' ہوں گے' مگر ایسا نہیں ہے۔ تو آپ کو ایک صفت والے لوگ ملیں گے۔ مدعا یہ ہے کہ جسم اور روح جب کبھی ایک پیکر میں اکھٹے ہوں تو اس کو نفس کہا جاسکتا ہے۔ نفس جو ہے وہ Unity یا Harmony ہے جو Soul اور Body کے درمیان ہے۔ یہ جو Harmony یا یہ جو Bond ہے' یہ جو رشتہ ہے' یہ رشتہ فانی ہے اور اس کو موت ہے۔ مادہ کبھی زندہ نہیں ہوتا' اس نے مرنا کیا ہے اور روح کو تو موت ہی نہیں ہے بلکہ روح اور جسم کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو موت ہے۔ جسم تو پہلے ہی مردہ ہے اس کو موت کی کیا ضرورت ہے۔ کبھی مردہ بھی مرا ہے؟ تو مردہ تو مرتا نہیں ہے۔ روح جو ہے وہ زندہ ہے' لہٰذا

اس کو موت نہیں۔ تو کون سی چیز ہے جس کو موت ہے؟ وہ اس رشتے کا نام ہے یعنی یہ جو رشتہ ہے Soul اور Body کا' یہ ختم ہو جائے گا۔ یعنی Man اس رشتے کا نام ہے As a man یا As a human being اب آپ غور کریں کہ آپ لوگوں کو نفس واحد سے پیدا کیا گیا ہے یعنی ایک انسان سے۔ یہاں پر ''نفس'' سے مراد انسان ہے۔ تو کل نفس ذائقة الموت جہاں تک سارے انسان ہیں وہ سب انسانی پیکر میں ہیں اور یہ Body اور Soul کا Combination ہے۔ اس نے ایک دفعہ موت کو چکھنا ضرور ہے۔ یعنی یہ جو Unity ہے یہ ٹوٹے گی ضرور کیونکہ یہ عارضی ہے Soul Permanent ہے' مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ جسم مٹی سے آیا ہے' مٹی میں واپس چلے جانا ہے اور روح لامکاں کی مسافر ہے' اسے لامکاں میں واپس چلے جانا ہے۔ اس کی مثال لوگ یوں دیتے ہیں کہ اگر کوئی تیز رفتار اڑنے والا پرندہ مثلاً شاہین زمین پر کوئی چیز دیکھے تو اس نے جھپٹا مارا اور اس چیز کو اُٹھایا' پھر اس نے دیکھا کہ یہ تو مری ہوئی چیز ہے' اس نے واپس پھینک دی اور وہ چیز واپس گر گئی۔ اب جتنی دیر وہ مری ہوئی چیز اسکے پنجے میں تھی اڑتی رہی تھی اور جب اس نے پنجے میں سے چھوڑ دیا تو وہ مردہ' مردوں میں جاملا۔ تو جب تک آپ کی روح اس مادے کو چلانے والی ہے اور اس گھوڑے کی سوار ہے وہ اسے چلا رہی ہے۔ اور جب سوار نے گھوڑا چھوڑ دیا تو گھوڑا تو لکڑی کا ہے' وہ وہیں بیٹھ جائے گا۔ اس لیے یہ Combination تو یہیں ختم ہو جانا ہے اور جب کبھی آپ سے سوال پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کہ تم نے دنیا میں کیا کھایا پیا ہے' تو یہ Combination قائم ہونا ضروری ہے۔ دوبارہ زندگی کا مطلب یہ ہے کہ روح تو مری نہیں اس نے زندہ کس لیے ہونا ہے وہ تو Already exist کر رہی ہے اور جس روح نے ایک بار مٹی کا پیکر استعمال کیا اور انسان بنی وہ دوبارہ بھی پیکر استعمال کر لے گی۔ تو پھر آپ اس Form میں آجائیں گے اور اس کیفیت میں آجائیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان دانا ہے اور وہ دانا ایک غلطی کرے تو اس کی دانائی میں ایک سوال ہو سکتا ہے۔ آپ اگر اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور بچپن میں آپ نے کوئی غلط کام کیا تھا تو اس کا اب سوال نہیں کر سکتے کہ تم نے

کیوں کیا؟ اُسے اگر یوں کہیں کہ جب تو بچہ تھا تو یہ کام کر کے بھاگا کیوں تھا؟ تو وہ کہے گا کہ ''وہ تو بچہ تھا' میں کہاں تھا' بھاگا تو بچہ تھا''۔ بچہ جب ختم ہو گیا تو اب آپ اس سے بچپن کے بارے میں سوال نہیں کر سکتے کیونکہ اب وہ بچپن نہیں ہے۔ تو جس عمر میں آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اسی عمر میں سوال ہو گا۔ آپ کے اعمال کی بازپرس اس وقت ہو گی' جب آپ کو اعمال کی کیفیات عطا کی جائیں۔ یعنی جس وقت آپ سے پوچھا جائے گا کہ یہ بات کیوں کی ہے تو پھر آپ کو وہی حالت عطا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو دوبارہ اسی جامے میں' اسی حالت میں پیش کیا جائے گا تاکہ آپ جواب دہ ہوں۔ تو بچپن کے اعمال بچپن کے اندر۔ آپ کے بچپن کے بارے میں جب پوچھا جائے گا تو آپ کو بچپن دے کر پوچھا جائے گا اور جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا کیونکہ پہلے جوانی میں آپ سے عمل ہوا ہے۔ اب اللہ کریم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے پہلے جوانی دی ہے' دوبارہ جوانی دے کر پوچھ لوں گا۔ بوڑھے آدمی سے جوانی کے اعمال نہیں پوچھ سکتے۔ پوچھیں گے ''کون آدمی تھا؟'' کہے گا ''جوان تھا''۔ اگر جوانی کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے کہ ''تو نے اتنا کھایا پیا کیوں تھا؟'' تو وہ کہے گا ''پہلے بدہضمی ہے' کھانے پینے کا ذکر کہاں سے کر رہے ہو''۔ اس لیے جوانی کی حالت میں جوانی کا سوال ہو گا' بڑھاپے کی حالت میں بڑھاپے کا سوال ہو گا۔ جب یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اولاد کے ساتھ کیا نیکیاں کی ہیں تو پھر آپ کو صاحب اولاد بنا کر پوچھا جائے گا۔ گویا کہ اللہ کریم جب زندگی کے بارے میں آپ سے سوالات کریں گے تو زندگی کی بتدریج نفس کی حالتوں میں سوال ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کس عمر کی بات ہے اور کس عمر میں پوچھ رہے ہیں۔ کہیں گے ''وہ جو سامنے درخت ہے تو نے اس کا پھل کیوں توڑا تھا؟''۔ کہتا ہے ''اب تو بینائی نہیں ہے' اب درختوں کی بات کیوں کر رہے ہو''۔ تو یہ سوال بینائی دے کر پوچھا جائے گا۔ لہٰذا سائل کو اور Candidate کو' جس کو سوال' محاسبہ ہونا ہے' اس کو اس حالت میں رکھ کر پوچھا جائے گا کہ بتا اب کیا کیفیت ہے' اس وقت تو تم نے نہیں غور کیا لیکن اب تو میں موجود ہوں'

اب غور کر کہ غلطی ہے کہ نہیں ہے۔تو وہ کہتا ہے کہ غلطی ہوگئی ہے۔ ''تم نے پہلے غلطی کیوں نہ مانی'' پھر وہ کہتا ہے ''جی معافی دے دیں''۔تو اس کا کل معاف ہو جائے گا۔اللہ کریم جو ہے وہ ایسے چھوڑے گا نہیں یعنی Realize ضرور کرائے گا۔اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جوانی میں یہ واقعہ ہو گیا تھا یا کہ بچپن میں، تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا۔اور پہلے ہی اللہ نے آپ کو اطلاع کی ہوئی ہے کہ اللہ ہے۔اور جو لوگ اللہ کو غائب سمجھ کر اُس سے ڈرے یہ لوگ اللہ کو حاضر سمجھتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ اللہ سے جو لوگ ڈرتے ہیں اور اللہ کو غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں، وہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں۔یعنی کہ اللہ کو یہ جانتے ہوئے کہ اللہ موجود ہے، گرچہ وہ ہماری نگاہوں میں نہیں ہے، اس کو اس طرح غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں اور اس وقت اللہ حاضر ہوگا اور نگاہوں کے سامنے موجود ہوگا۔پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا فرق تھا۔کہ اللہ کی اطلاع اللہ کے بارے میں جو تھی، اس وقت تم نے ایسا محسوس نہ کیا اور اب اللہ موجود ہے **ذلک الیوم الحق** ''آج کا دن حق ہے''۔اب بتاؤ کہ ایسا کام کیوں ہوا؟ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پتہ نہیں کیا تھا اور کیا نہیں تھا۔پھر آپ اپنی غلطیوں کو اس وقت Realize کریں گے۔اس لیے وہ لوگ مومن کہلائیں گے جو غائب ماننے کے بعد اُس کیفیت میں ڈریں۔آپ جس کو غائب کہہ رہے ہیں وہی تو حاضر ہے اور جسے حاضر سمجھ رہے ہیں یہ غائب ہے۔تو جس کو آپ غائب سمجھ رہے ہیں حقیقت میں وہی حاضر ہے اور جس چیز کو آپ حاضر سمجھ رہے ہیں اس نے غائب ہو جانا ہے کیونکہ یہ فانی ہے اور اللہ باقی ہے۔باقی ہمیشہ حاضر ہے اور فانی ہمیشہ ہی غیر حاضر ہے۔لہٰذا اتنا سا فرق آپ طے کر لیں تو آپ کو نفس کی پہچان ہو جاتی ہے کہ نفس ہے کیا۔تو نفس کی پہچان کی Stages کے زمانے ہیں، ارتقاء کے زمانے ہیں، اعمال کے زمانے ہیں اور افعال کے زمانے ہیں۔یعنی جسم، روح اور مادہ کا Combination جو ہے اس جسم پر اعمال، ارتقاء اور افعال کے زمانے، یہ سارے نفس کے زمانے ہیں۔اب آپ جسے نفس مطمئنہ کہہ رہے ہیں تو یہ ایک انسان کے نفس کی ایک زمانے کی حالت ہو سکتی ہے۔دوسرے زمانے میں دوسری

حالت ہوسکتی ہے، لیکن کچھ انسانوں کے ساتھ یہی حالت چلتی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے نفس مطمئنہ ہوتے ہیں۔ کچھ انسان ذکر کے ذریعے مطمئنہ ہوگئے' کچھ کسی اور طرح سے ہوگئے۔ تو نفس کو جاننے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور جان کے رشتے کو اللہ کا احسان سمجھ کر اس کو پہچانو کہ یہ کیا چیز ہے۔ اور یہ Permanent نہیں ہے' ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے' یہ جدا ہو جائے گا۔ یہ رشتہ جدا ہو جائے گا کیونکہ یہ ٹھہرنے والا نہیں ہے اور یہ Force کیا ہوا Combination ہے۔ یعنی کہ یہ اجزا اور مختلف قسم کے عناصر کا مرکب ہے۔ ایک فانی ہے اور ایک Eternal ہے' روح جو ہے خدا نہیں لیکن اس کی ابتداء ہے۔ اللہ اور روح میں یہ فرق ہے کہ اللہ ہر ابتداء سے پہلے ہے اور ہر انتہا کے بعد ہے لیکن روح جو ہے پیدا کی گئی ہے لیکن فانی نہیں ہے۔ اس لیے روح ایک کنارے کا سمندر ہے' ایک کنارا ہے اور اللہ کے ہاں کنارا نہیں ہے کیونکہ اللہ ہر طرح سے لامحدود ہے۔ اس لیے روح مخلوق ہے لیکن Eternal ہے' ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس لیے آپ کی روحیں جو ہیں As such قائم رہیں گی اور اپنے جسم کا' دوبارہ لبادہ کا' انتظار کریں گی اور پھر وہ واپس لایا جائے گا اور پھر سوال جواب کا سلسلہ ہوگا۔ اس لیے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس نے اللہ کریم کے احکامات کو کس طرح مانا' کس طور پر مانا' اور وہ کس طرح کی کیفیت تھی۔ کیونکہ ماننے کا زمانہ آپ کی یہی زندگی ہے۔ زندگی کے بعد تو ماننا نہیں ہے۔ جس طرح بوڑھا آدمی بچپن کی بات نہیں مان سکتا اور بچہ جوانی کی کیفیات نہیں مان سکتا کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ نکاح ہونا چاہیے' اب بچے کو کیا پتہ کہ نکاح کیا ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کے احکامات بچے کے ساتھ' جوانی کے احکامات جوانی کے ساتھ' بڑھاپے کے احکامات بڑھاپے کے ساتھ اور مرنے والوں کے احکامات' یہ نفس کی Stages ہیں۔ پھر نفس کے درجات رکھے ہوئے ہیں' وہ چاروں کیفیات جو ہیں نفس کے درجے ہیں اور ایک انسان میں بتدریج آسکتے ہیں' یا ایک انسان میں کسی ایک کیفیت کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ اس کو پہچاننا ہے۔ اور مکمل طور پر یہ پہچاننا کہ اللہ کریم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اس کو پہچاننے کا طریقہ جو ہے اپنے آپ کو پہچاننا'

ذکر کے ذریعے پہچاننا' حکم کی اطاعت کے ذریعے پہچاننا' کسی کے کہنے پر پہچاننا' اپنے علاوہ دنیا کا مشاہدہ کر کے پہچاننا' پھر اپنا مشاہدہ کر کے پہچاننا اور مر کے پہچاننا' زندگی کے ذریعے پہچاننا ______ تو جن انسانوں کو زندگی میں ہی موت سے آشنائی ہوگئی' ان کی موت کے ساتھ پہچان ذرا جلدی ہو جاتی ہے۔ کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے' سارے کا سارا سامان اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ بچپن تو اپنے System کے لحاظ سے ترک ہوا اور یہ آپ نے ترک نہیں کیا بلکہ Evolution کے ساتھ ترک ہوا اور جوانی اپنے ارتقاء کے لحاظ سے ترک ہوگئی' آپ کو پتہ نہیں چلا کہ بچپن کے بعد جوانی آ گئی۔ مطلب یہ کہ درجات Evolution کے ساتھ ختم ہوتے ہیں اور زندگی موت کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن اب اس کو سمجھنا ہو تو اپنی بھرپور زندگی کے اندر سے ہٹ کر اسے پہچانو۔ اب بھرپور زندگی سے ہٹنا جو ہے یہ اصل معراج ہے۔ اس سے کیسے ہٹا جائے؟ ہم آپ کو کہتے ہیں کہ دیکھو ایسے کام میں Involve نہ ہونا جس سے نقصان ہو جیسے آگ میں Involve ہونے سے ہاتھ جل جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ بجلی کا کوئی شاک لگے' آپ اس کو ہاتھ ہی نہ لگائیں۔ تو یہ داناؤں کی بات ہوتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے۔ جو مرنے سے پہلے مر گئے تو ان کو ایک اور شعور حاصل ہوا۔ وہ شعور عرفانِ نفس کہلاتا ہے۔ کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے' یعنی اپنی کیفیات سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے آپ کو اللہ کے ماتحت کر دیا۔ اور پھر جب ایک نیا شعور حاصل ہوگا تو اسے آپ کہیں گے عرفان۔ مقصد یہ کہ ہم میں سے ہر آدمی اللہ کریم کی تابعداری میں ہے۔ تابعداری میں اس طرح ہے کہ کوئی انسان گھوڑا نہیں بن سکتا۔ اب انسان ہونے کی مہر لگا دی اللہ نے۔ تو ہم انسان ہی رہیں گے۔ تابعداری تو ہوگئی۔ مقصد یہ ہے کہ ہم سارے تابعداری میں ہیں کہ جب تک انسان' انسان ہے وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی اپنے قد سے باہر نہیں نکل سکتا' اس طرح وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی نیند ترک نہیں کر سکتا' تو یہ تابعداری ہے۔ کوئی انسان بچوں کی محبت سے گریز نہیں کر سکتا' یہ تابعداری تو فطری طور پر ہر انسان میں ہے۔ اب اس کے بعد مذہب کی کیفیت پیدا ہوئی۔ فطری طور پر ہر آدمی اپنی

ضروریات کا غلام ہے' یا مجبوریوں کے ماتحت ہے۔ مجبوریاں فطری ہوں' مجبوریاں دنیاوی ہوں' سماجی ہوں' معاشرتی ہوں' چاہے سیاسی بھی ہوں_______ مجبوری جو ہے وہ بے بس کرتی ہے۔ ہر انسان کو مجبوریوں کی بے بسی ہے۔ مثلاً آپ کو کیا مجبوری ہے؟ نیند آئے گی تو آپ سو جائیں گے۔ بستر تلاش کریں گے۔ ''کیا کر رہے ہو''۔ ''بس جی مصیبت بن گئی''۔ ''کیا مصیبت بن گئی''۔ ''جی نیند آ گئی''۔ پھر کھانا تلاش کر رہے ہیں ''بھوک لگ گئی ہے''۔ یہ بھی مجبوری ہے۔ اس طرح انسان مجبوری میں چیزیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ پھر کبھی چڑیا کو آپ دیکھیں' وہ چڑیا ڈھونڈتی ڈھونڈتی ایک تنکا تلاش کر رہی ہے۔ تنکا کس لئے؟ اس سے آشیانہ بنے گا کیونکہ انڈے دینے کا وقت آ گیا۔ مطلب یہ کہ ان کی اپنی مجبوری ہے۔ آشیانہ بنانے کے بے شمار طریقے ہیں' ہر پرندے کے الگ الگ System ہیں۔ یعنی یہ مجبوریاں فطری طور پر ہیں کہ بچھو کو ڈنگ دیا گیا ہے اور کسی کو آواز دی گئی ہے' کوئل کو بہت اچھی آواز دی گئی ہے' سانپ کو اور کام دیا گیا ہے' پرندوں کو اور کام دیا گیا ہے' بلند پرواز کو بلند پرواز دی ہے' شاہین سے اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز کھالے اور اڑنا بند کر دے تو وہ کہے گا کہ کھانے کا میں نے کیا کرنا ہے۔ وہ بس پرواز کرتا رہے گا چاہے بھوکا ہی رہے کیونکہ پرواز اس کی فطرت ہے۔ شیر سے کہا جائے کہ تو گھاس کھالے تجھے فلاں چیز بھی ساتھ دیں گے' تو وہ کہے گا کہ گوشت کھاؤں گا ورنہ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ مطلب یہ کہ یہ مجبوریاں ہیں۔ زندگی کی مجبوریوں کو پہچاننا' یہ نفس کی پہچان ہے۔ کیا آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ نفس کی پہچان یہ ہے کہ کون سا انسان کس مقام پر جسم کے تقاضوں سے کیسے بے بس ہو گیا۔ جسم کیا ہے؟ روح اور مادہ کا امتزاج۔ جسم کے تقاضوں میں فطری محبت بھی ہے' ماں باپ کی محبت بھی ہے' اولاد کی محبت بھی ہے' کھانا بھی ہے' دوسری ضرورت بھی ہے' مکان بھی بنانا ہے۔ تو یہ سارے کا سارا کاروبار فطری ہے اور یہ سارا نفسانی ہے۔ اب جتنا کاروبار Secular ہے' لامذہب دنیا کا سارا کارخانہ جو ہے' یہ سارا عرفانِ نفس ہے۔ جس میں Space کو دریافت کرنا' چاند پر جانا' سائنس کو دریافت کرنا' زمین کی پہنائیوں میں جانا' یہ ساری Zoology

Science, Botany, ساری Social Sciences' نفسیات' فلسفہ' وجودیت' موجودیت' یہ سارے کا سارا نفس ہے۔ اس میں کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی ذہن کی رفتار ہر رفتار سے زیادہ ہے۔ ہر رفتار سے اس طرح زیادہ ہے کہ ابھی میں سوچ رہا تھا کہ ایفل ٹاور کہاں ہے اور پھر میں نے کہا آپ یہ بتاؤ کہ تاج محل کہاں ہے؟ ایفل ٹاور کدھر اور تاج محل کدھر۔ منٹ نہیں لگا ذہن کو' ذہن وہاں چلا گیا اور پھر ذہن یہاں چلا گیا۔ یعنی پہلے پیرس چلا گیا' پھر آگرہ چلا گیا۔ اب ذہن جہاں مرضی چلا جائے۔

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں
میرا حق ہے فصل بہار پر

تو ذہن ہر جگہ جا سکتا ہے' ذہن کی پرواز اور ذہن کا سفر لامحدود ہے۔ کوئی انسانی غم کسی طرح کا ہو' آنسو ایک جیسے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ کل تو تجھے چوٹ لگی تھی اور تو رو رہا تھا اور آج تجھے کوئی اور تکلیف ہوئی تو تُو رو رہا ہے۔ کہتا ہے کہ تکلیف جس طرح کی ہو رونا میں نے اسی طرح ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی رونا جو ہے ہر طور پر غم کا باعث ہوگا۔ مطلب یہ کہ انسان کی آنکھ نے رونا ضرور ہے اور مذہب والے ہوں یا لامذہب ہوں' سب کی آنکھ میں آنسو یکساں ہوں گے اور روتے ہوئے شکل تھوڑی سی خراب ہو جاتی ہے۔ تو یہ سارا نفس ہے۔ اور قہقہہ لگانا بھی نفس ہے' دوڑنا نفس ہے' آرام کرنا نفس ہے' کسی کے ساتھ نیکی کرنے کی فطری خواہش' بدی کرنے کی فطری خواہش' شہر چھوڑنے کی خواہش' شہر بسانے کی خواہش' سفر کرنے کی خواہش' مقیم رہنے کی خواہش' یہ سارا ہی نفس ہے۔ یہ زمین کا جتنا کارخانہ سجایا گیا ہے یہ سارا نفس ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اب اس Combination کو چھوڑ کے دیکھو اور کبھی روح کا زیادہ خیال رکھو۔ پھر لوگوں نے کیا کام کیا؟ جسم کو لاغر کر کے دیکھا۔ یہ دیکھنے کے لیے جسم کو لاغر کیا کہ گھوڑا اگر نہ ہو تو کیا سوار چل بھی سکتا ہے۔ تو جسم کو لاغر کیا۔ پھر سوار کو دیکھا تو مضبوط تھا۔ اب یہ روح کی دنیا ہے۔ یعنی جسم کو لاغر کر کے دیکھا' جسم کو کمزور کر کے دیکھا' فاقہ کر کے دیکھا' تو پھر اندر طاقت محسوس ہوئی' روح کی طاقت

محسوس ہوئی۔ اگر روزے رکھو یا فاقہ کرو تو روح کے لیے تقویت ہوگی۔ کم سونا شروع کردو' روح میں تقویت ہوجائے گی' کم بولنا شروع کردو' روح میں تقویت ہوجائے گی۔ سارے پٹ بند کردو' یعنی وجود کے جتنے بھی سوراخ ہیں سارے دروازے جو ہیں سب کو بند کردو' یعنی جتنے بھی Apertures ہیں سارے بند کردو' جسم کے دروازے بند کردو تو پھر آپ کو نزجن خود بخود ہی آئے گا۔ کیوں نہیں ہوگا۔ اگر آنکھ بند رکھو' بینائی قائم ہے مگر آنکھ بند ہے' تو نظر آنا شروع ہوجائے گا۔ سماعت قائم ہے مگر کان بند ہیں تو سنائی دینا شروع ہوجائے گا۔ جب سنائی دینا شروع ہوجائے گا پھر کان بند کرنے کے باوجود بھی سماعت قائم ہوگی۔ یہ سارا روح کا کام ہے۔ تو روح کی دنیا جو ہے وہ جسم کے افعال کو' اقوال کو ایک اور انداز سے پہچانا ہے۔ نفس کو پہچاننے کے لیے جب انسان روح کی دنیا میں آتا ہے تو پھر نفس کو Dictate کرنا شروع کرتا ہے۔ Dictate کا معنی حکم لگانا______ نفسانی دنیا میں یعنی نفس کی دنیا میں کھانا کھاؤ گے تو صحت قائم رہے گی اور روح کی دنیا میں کھانا نہ کھاؤ تو صحت قائم رہے گی۔ نفس کی دنیا میں جو سوئے گا وہ صحت مند ہوگا اور روح کی دنیا میں جو سوئے گا وہ بیمار ہوجائے گا۔ یہ جو ہنسنا ہے' یہ انسانی صحت کے لیے نفس کی دنیا میں بہت ضروری ہے۔ روح کی دنیا میں کم ہنسے گا' بلکہ ہنسے گا ہی نہیں______ اللہ کا فرمان ہے کہ "وہ کم ہنستے ہیں اور روتے زیادہ ہیں" گویا کہ نفس کی دنیا اور پیمانہ ہے اور روح کی دنیا اور پیمانہ ہے۔ یہ پرانے مذاہب' اسلام سے پہلے کے مذاہب روح تک' روح کے اعلانات تک لے آئے۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ اور مذہب سے پہلے کا زمانہ جو ہے یعنی مذہب نہ شامل ہو' تو پھر اگر انسان محنت کرے' غور و فکر کرے تو انسان کہاں تک پہنچے گا؟ نفس کی پہچان تک پہنچے گا۔ اگر اسلام سے پہلے کے مذاہب پر انسان غور کرے گا یعنی عیسائیت' ہندو' بدھ مت پر تو یہ صرف روح کی پہچان تک ہیں۔ اسلام نے اس میں جو اضافہ کیا' وہ یہ ہے کہ اس نے کہا بات یہ ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ نفس کی پہچان بھی ہونی چاہیے' روح کی پہچان بھی ہونی چاہیے مگر اس سارے کے اندر ایک نئی چیز ہے۔ کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ مادہ تو مادہ ہے'

روح تو روح ہے، روح اور مادہ کی جو کیفیات ہیں یہ بھی ہیں لیکن ایک اور چیز پر غور کرو کہ تیری آنکھ کے اندر ایک بینائی ہے اور کائنات کے اندر ایک روشنی بھی ہے۔ تو اسلام نے نیا تصور دیا، وہ تھا نور کا تصور، نورانی اللہ کا جو تصور ہے یہ اسلام نے شامل کر دیا۔ پھر نفس بھی پیچھے رہ گیا، روح بھی پیچھے رہ گئی۔ اب آپ نور من نور اللہ کی طرف آؤ۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ پہچان کا سب سے انتہائی درجہ ہے کہ آپ نور کو پہچانو مثلاً یہ کہ یہ کائنات مرقع نور ہے۔ یعنی کہ مرقع وجود تو تھا ہی سہی اور مرقع روح آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر چلتا پھرتا جہان ہے لیکن اصل میں یہ کائنات مرقع جمال ہے۔ اب جمال کو جب پہچاننا ہے تو روح مادہ اور نفس سارے ہی اس کے تابع ہو گئے، کیونکہ آگے جمال ہے اور جمال کے آگے کچھ اور نہیں ہے۔ تو یہ عشاق کی دنیا ہے، یہ لگن کی دنیا ہے۔ جس طرح آپ کا دوست ہے، وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو، دوست جو ہے یہ نفس ہے اور دوستی کرنے والا بھی نفس ہے۔ لیکن اگر دوستی کی لگن تیز ہو جائے، روح کے اندر داخل ہو جائے، اس کے اندر فضل الٰہی شامل ہو جائے، مجاز سے حقیقت بن جائے تو وہ نور میں شامل ہو گیا۔ تو جب تک رانجھا اپنے ''پنڈ'' میں تھا نفس تھا۔ ہیر اپنے ''پنڈ'' میں تھی تو نفس تھی۔ محبت شروع ہو گئی تو روح کی دنیا شروع ہو گئی، لیکن جب

رانجھا رانجھا کر دی نی میں آپے رانجھا ہوئی

تو پھر یہ نور کی کیفیت شروع ہو گئی۔ گویا کہ جب نور کی کیفیت شروع ہو جائے وہاں مقام اور ہو جاتا ہے۔ فنا بھی پیچھے اور بقا بھی پیچھے۔ تو مادہ فنا، نفس فنا، روح بقاء اور نور فنا و بقاء دونوں سے ماوراء۔ اب آپ کو بات سمجھ آنی چاہیے کہ ہم جب تک اللہ کی صفات کی پوجا کرتے ہیں تو ہم زیادہ سے زیادہ بقا کی پوجا کرتے ہیں۔ بقاء سے ماوراء کی طرف ہم نہیں جا سکتے۔ ہم صفات مان رہے ہیں کہ اللہ کریم کو رازق ہونے کی حیثیت سے مانا، کہ مجھے رزق مل گیا، اللہ کریم کی بڑی مہربانی ہو گئی، اگر آپ اس سے بلند ہو کر دیکھو تو نور کا مقام ہے جہاں نہ رزق ہے، نہ لینا ہے نہ دینا ہے۔ یہ تو نور کی کیفیت ہے۔ اللہ تو اللہ ہے، اللہ جو ہے یہ مذہب سے

بلند ہے۔ اللہ نے آپ کے لیے اسلام رکھا' آپ اسلام میں رہو کیونکہ آپ کو حکم میں رہنا ہے۔ آپ کے لئے یہ اسلام کا حکم ہے لیکن اسلام کے علاوہ بھی کائنات ہے' اب چاند مسلمان ہے کہ کافر؟ آپ بتاؤ! چاند نہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ اب اگر چاند سے محبت ہوگئی ہے تو آپ چاند میں مست ہو گئے' آپ نہ کافر رہے نہ مومن رہے۔ سورج سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ کائنات سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ یعنی خالق کی تخلیق سے یا مخلوق سے ہمہ رنگ یک رنگ ہو گئے۔ جب ہمہ رنگ یک رنگ ہو جائے تو آپ کا مذہب کیا ہو گیا؟ آپ مذہب سے ماوراء ہو گئے اور یہ اتنا مشکل مقام ہے کہ اس کے اندر انسان سر کے بل گرتا ہے۔ ساتھ ہی یہاں پر وارننگ ہے۔ اس لیے بڑے بڑے فقیر جب اپنی مستی میں بلند ہوتے ہیں تو کہہ جاتے ہیں کہ

کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں

اور فقر سکھانے والے پیر خانے کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے کفر اور کیا ہے اسلام' ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں کہ اللہ کا امر چل رہا ہے اور وہ چاہے تو اسلام ہی اسلام ہے اور وہ چاہے تو کفر ہی کفر ہے۔ ہم کافر کو مارتے رہیں اور آپ اسے خوراکیں دیتے رہیں' آپ انہیں اسلحہ دیتے جائیں اور ہم بددعا دیتے جائیں۔ تو بددعا کیا کرے گی' اللہ مارنا چاہے تو خود ہی مار دے۔ اب آپ یہ غور کریں کہ اللہ کے بارے میں انسان کا جو نقطہ نظر ہے' خیال ہے وہ ہر انسان کا الگ ہے' حالانکہ اللہ ایک ہے۔ جس انسان کو ماپ کے تول کے خوراک ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بہت ''ڈاہڈا'' ہے اور جس انسان کو بغیر حساب کے ملا ہے' وہ کہے گا کہ اللہ ہی اللہ ہے' رونقیں ہی رونقیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اسے بغیر حساب کے ملا ہے۔ اب جس آدمی کو شکل خوبصورت ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بڑا سخی ہے۔ اگر شکل میں ذرا کمزوری ملی ہے تو وہ کہے گا کہ اللہ کریم پتہ نہیں کہ کیا کیا کرتا رہتا ہے۔ اور اگر اس شکل کو چاہنے والا مل جائے تو ساتھ ہی اسی شکل کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس لیے اللہ کریم نے ایک بات بتائی ہے کہ دین کی پابندی میں یہ دین کے مقامات ہیں اور اللہ آپ ان مقامات سے

بلند ہے کہ ہمارا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہے اور اللہ تمہارے دل میں ______ اور اگر یہ بات ہو کہ مومن کا دل عرش اللہ ہے تو پھر آپ دل کی دنیا میں داخل ہوئے' پھر آپ باہر کے مسافر تو نہ رہ گئے بلکہ آپ تو اندر کے مسافر ہو گئے۔ اب یہ مقام عجیب سا مقام ہے کہ اللہ کو دریافت کرنا ہے' اللہ کے حوالے سے۔ ہم صفات کے حوالے سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ قہار ہے' یہ جبار ہے' یہ رؤف ہے' یہ رحیم ہے' یہ گناہ ہے' یہ معافی ہے' یہ غلطی ہے اور یہ توبہ ہے۔ اللہ کریم ان سب سے ماوراء ہے' بلند ہے۔ اب اللہ کی صفات کو ماننے والا صفات تک پہنچے گا اور صفات جو ہیں اس سے متضاد بھی اللہ کی ہیں۔ اس لیے اللہ آپ کو سمجھ نہیں آتا۔ ایک آدمی عبادت کرتا رہتا ہے تو اس کو قرار ملتا ہے' سکون ملتا ہے۔ دوسرے کو کچھ حاصل ہوا' دس روپے مل گئے' عبادت کرنے کے بعد دوکان چل پڑی۔ اس نے بڑی عبادت کی ہے اور ساتھ والا جو پڑوسی ہے اس کی دوکان بغیر عبادت کے چل رہی ہے۔ اور ''ہم پر اللہ نے بڑا فضل کیا پیر صاحب خوش ہو گئے'' ایک انگریز آتا ہے اور کتنے ہی پیسے وہ پھینک کر چلا جاتا ہے۔ یعنی ہم بڑی دعا کرتے ہیں' وظیفے پڑھتے ہیں' پھر دستِ غیب سے پچاس ہزار روپے مل گئے اور ادھر سے American Aid آ گئی ہے کہ تین ارب روپے دے دو پاکستان کو' واپس نہیں مانگنا۔ ہماری کیفیات میں ''غوث'' کا لفظ جو ہے' عطا کرنے والے' سخی کی بات ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ اور روس والے کافر ہیں اور کروڑوں روپے مفت دے دیتے ہیں کہ آپ کو ایڈ چاہیے' چلو یہ لے لو' دو ارب روپے فی الحال لے لو باقی بعد میں دے دیں گے' کوئی مسئلہ نہیں۔ یعنی وہاں تو مزے ہو رہے ہیں حالانکہ کافر ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اللہ سے بھی مدد منسوب کرتے ہیں تو وہ مدد کافر بھی کر دیتا ہے۔ اللہ شفا دینے والا ہے تو U.C.H کیا کر رہا ہے یعنی امریکن ہسپتال۔ تو آپ کو ہسپتال کی ضرورت کیا ہے اگر اللہ شفاء دینے والا ہے۔ گویا کہ یا تو ہمیں یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ شفا دیتا ہے' یا پھر ہسپتال بھی شفاء دیتا ہے۔ اگر ہسپتال بھی شفا دیتا ہے تو پھر آپ یہ نہ کہو کہ اللہ شفا دیتا ہے۔ شفاء کا تعلق ڈاکٹر کے ساتھ ہے اور اللہ کا تعلق کسی اور بات سے ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ بڑی مشکل سے بچے

میڈیکل کالج میں داخل کراتے ہیں، گویا کہ ڈاکٹر بنے گا، شفاء ہوگی، اور مریضوں کا پیسہ بھی صاف کرے گا اور بیماری بھی صاف کرے گا یعنی دونوں کام کرے گا۔ جو بھی صفت آپ اللہ کی بیان کریں، کوئی سی بھی آپ بات کریں، وہ صفت کہیں نہ کہیں انسانوں میں پائی جائے گی۔ اللہ ذات جو ہے وہ صفات سے ماورا ہے۔ اللہ کریم نے آپ کے سمجھنے کے لیے کچھ صفات بتائی ہیں کہ میں معاف کرنے والا ہوں، رؤف ہوں، رحیم ہوں اور اول بھی ہوں آخر بھی ہوں، ظاہر بھی ہوں، اور باطن بھی ہوں۔ اب ظاہر بھی وہ ہے، باطن بھی وہ ہے اور اگر ہم اسے اندر سمجھیں، تو باہر کون ہے؟ باہر دیکھیں تو پھر اندر کون ہے؟ تو پھر اندر بھی وہ ہے، باہر بھی وہ ہے، پھر میں کون ہوں؟ بات تو اتنی سی رہ گئی کہ اندر بھی وہ ہے، باہر بھی وہ ہے، پھر درمیان میں ''میں'' کون ہے؟ تو یہ صفات کی دنیا ہے اور اگر آپ ذات کی دنیا میں داخل ہو جائیں تو جلوۂ ذات سے ذات کی دنیا میں پہنچنے والا مقام نور سے متعارف ہوتا ہے۔ نور جو ہے نفس اور روح دونوں سے بلند ہے گویا کہ دنیا کا سفر، پہلا سفر نفس کا سفر ہے اور ضرورت کا سفر ہے۔ کھانے کا تعلق بھوک سے ہے، سونے کا تعلق نیند سے ہے، بارش کے ساتھ مکان کا تعلق ہے اور مجبوریوں کا علاج کرتا رہا بیچارہ انسان لیکن پھر سوچا کہ اب روح کی بات کریں تا کہ کچھ لطافت، کچھ کیفیات ہوں اور پھر فائنل سٹیج آ گئی یعنی اسلام۔ کیونکہ نور کے آگے مقام کوئی نہیں ہے لہٰذا اسلام کے بعد مذہب کوئی نہیں ہے۔ اب نور کے آگے کیا مقام ہو سکتا ہے! اس لیے اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں آئے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، کیونکہ مقامِ نور بیان ہو گیا۔ مقامِ نور کا معنی ہے جلوۂ نور اور اللہ کریم کی ذات۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کے آگے کوئی مقام ہی نہیں۔ اس لیے ہم اپنے دل میں جب کبھی اللہ کا تصور کرتے ہیں تو ہم اگر ضرورت کے لیے اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو ابھی ہم نفس کی دنیا میں ہیں اور نفس کی تکلیف میں ہیں۔ نفس کی تکلیف ہو تو انسان، انسان کی دور کر سکتا ہے یعنی اگر آپ کو نیند نہیں آتی تو ہم آپ کو دوائی دے دیتے ہیں کہ دوائی کھا لی جائے تو نیند آ جائے گی۔ نفس کی بیماری کا علاج انسان کر سکتا ہے یعنی کوئی دوسرا

انسان۔ اگر آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے تو کسی بھائی سے مانگ لو۔ یہ نفس کا علاج ہو گیا۔ چھوٹے موٹے نقائص ہیں یہ دور ہو جائیں گے۔ نفس کا علاج، نفس کی ضروریات، نفس کی مجبوریاں، دوسرا انسان ایک انسان کے لیے پوری کر سکتا ہے۔ یہاں پر انسان ہی قادر ہے یعنی نفس کی دنیا میں۔ نفس کی دنیا میں انسان وہ تکلیف دُور کر سکتا ہے کہ جو تکلیف نقصان کا باعث ہے۔ روح کی دنیا میں دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک انسان کو دوسرے انسان سے محبت ہو گئی اور وہ انسان جو عام لگتا ہے، اب ہماری طرف مائل نہیں ہوتا۔ یہاں پر دعا کی ضرورت پڑ گئی تو وہ انسان جو ہے اس کو باقی انسانوں سے ممتاز بنا رہا ہے کیونکہ محبت ہو گئی ہے۔ اگر سارے بچے زندہ ہیں تو کوئی پتہ نہیں اور جب اپنا بچہ بیمار ہوا تو اس نے کہا کہ ساری دنیا بیمار ہے۔ اب یہ روح کا رشتہ ہو گیا۔ تو روح کے رشتے میں اپنائیت آ گئی۔ تو نور کے رشتے میں الٰہیات آ جاتی ہے، بس اللہ کے حوالے سے بات کرنی ہے، دشمنی بھی اس کے حوالے سے اور دوستی بھی اس کے حوالے سے۔ اور نور کا رشتہ جو ہے یہ پھر اور ہی کیفیت ہے کہ اس کو زیادہ دے دو اور اس کو کم دے دو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم دونوں ایک وقت پر آئے ہیں، لیکن اس کو زیادہ کیوں دیا گیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ فرق تو خدا کی طرف سے ہے، تم نہیں سمجھ سکتے حالانکہ دونوں اکھٹے آئے، کمرے میں اکھٹے داخل ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک کو ساری بادشاہی دے دو اور دوسرے کو کہتے ہیں کہ تم پھر کبھی آ جانا ______ اس میں انصاف کی بات نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں مشیت کی بات ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر خسرؒ جائے تو یہ دلبر ہو کر باہر نکلے اور باقی لوگ جائیں تو پھر وہ خالی رہ جائیں۔ وہاں اور کیفیات ہوتی ہیں۔ الٰہیات کے حساب سے نور کی دنیا میں اللہ کا منشاء ہے۔ اسلام کے احکامات جو ہیں یہ درمیانے لوگوں کے لیے ہیں تاکہ آپ کی روح درست رہے، آپ صاف ستھرے رہو، ایک ملت بن جاؤ، دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ تو کوئی کام نہیں کہ مسلمان ہندوؤں پر حاوی ہو جائیں اور ہندو کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں، تو اللہ کریم کو کیا فرق پڑا۔ اگر یہی اللہ کا شوق ہو کہ کلمہ سب کو پڑھانا ہے تو اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ ایک

ساعت میں اللہ ہی اللہ ہے' کوئی انکار کرسکتا ہے کیا؟ یہ ایک بات ہے اسلام سمجھانے کے لیے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ صفات سے نکل کر ذات کے دائرے میں داخل ہوں۔ تو یہ نور ہے۔ اپنے وجود سے نکلو تو یہ نفس ہے اور محبت میں داخل ہو جاؤ تو یہ روح ہے اور اللہ کی مشیت میں چلے جاؤ تو یہ نور ہے۔

وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے رہے' غائب میں ان کے لیے مغفرت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتے رہے' کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ سامنے نہیں آیا۔ تو وہ لوگ جو اللہ کے سامنے نہ آنے سے ڈرتے رہتے ہیں' وہ لوگ اس وقت نہیں ڈریں گے جب اللہ سامنے ہوگا۔ اب ہے ڈرنے کا وقت اور آج اسے ڈر نہیں ہے کیونکہ غائب میں ڈرنے والا صرف وہی ہوتا ہے جس کو شوق ہو۔ وہ صرف قانونی طور پر تو نہیں ڈرتا اور کبھی اللہ سے چھپ کر اپنا کام کر لیتا ہے۔ اور جس کو اللہ کا شوق ہو وہ کبھی ایسی بات نہیں کرے گا' ڈرتا رہے گا' اس کا شوق قائم رہے گا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا تعلق کمزور ہو جائے______ وہ ایمان سے آگے کی بات ہے۔ جس طرح سلطان العارفینؒ نے کہا

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا
تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی جو عشق سلامت مانگے' یہ اسلام سے آگے کی بات ہے۔ جہاں عشق جاتا ہے وہاں ایمان کو خبر نہیں ہوتی۔ عشقِ الٰہی نور ہے' اس لیے یہ مقام قائم کیا گیا ہے اور وہ لوگ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

بزرگوں نے ڈر کی دو قسم کی مثالیں دی ہیں۔

سب سیاں رل پانی نوں چلیاں
تے کوئی کوئی آسی بھر کے
جنہاں نے بھر کے سر تے رکھیا
او پیر دھرن ڈر ڈر کے

یعنی سب سہیلیاں مل کے پانی بھرنے چلی ہیں مگر ان میں کوئی کوئی بھر کے آئے گی اور جو بھر

کے آئے گی وہ زمین پر احتیاط سے پاؤں رکھ کے چلے گی۔ خوف ان کو ہوتا ہے جن کے پاس مال ہوتا ہے۔ خوف اس کو ہوتا ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو' کہ رفتار اور چال میں احتیاط رکھے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کی موجودگی جو ہے ایسا خوف پیدا کرتی ہے' اس قسم کا میٹھا خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رشتہ میری غلطی سے منقطع ہو جائے۔ ایسی غلطی نہ ہو' اور وہ ایسی غلطی اس لیے نہیں کرتا کہ کہیں یہ کیفیت ختم نہ ہو جائے۔ باقی کیفیت نفس ہے' تو نفس وہی ہے جب مجبوریاں پیش آ جائیں گی اور روح کی حالت میں مجبوریاں ختم ہو جائیں گی۔ اب اگر شطرنج کا شوق ہو' تو مجبوریاں غائب ہو جاتی ہیں اگر انسان مجبوری کا بندہ ہے تو سمجھو کہ نفسانی بندہ ہے بیچارہ۔ تو وہ کہتا ہے وہاں پر جانا ضرور ہے' دیکھو مجھے دوائی چاہیے' تو علاج بھی کر لو اور دعا بھی کر لو۔ وہاں جانا ہے' شادی پر جانا ہے' چاہے ادھار لے کر جائے۔ تو یہ نفسانی بندھن ہیں' مجبوریاں ہیں۔ اگر مہمانوں کے لیے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے تو کسی سے قرضہ لے کر کھانا نہ پکاؤ' آپ کے گھر میں اگر کوئی آئے تو جتنا کچھ ہے آپ اتنا ہی کرو بجائے اس کے کہ آپ اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔ تو نفس جو ہے یہ مجبوریوں کا نام ہے۔ آپ دیکھو کہ آدمی کی زیادہ دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی جکڑی ہوئی ہے' انسان بھاگا جا رہا ہے' آ رہا ہے جا رہا ہے' صبح سے دوڑ رہا ہے بیچارہ۔ آگے آگے خواہش ہوتی ہے اور پیچھے پیچھے بندہ ہوتا ہے' کبھی مجبوری آگے آگے بھاگتی ہے اور بندہ پیچھے ہوتا ہے' کبھی مجبوری چابک لیے پیچھے آتی ہے اور بندہ آگے آگے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ مجبوری کے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے اور یہ بھگاتی ہے انسان کو کہ اِدھر جاؤ اُدھر جاؤ۔ پھر وہ سوچتا پھرتا ہے کہ قرضہ دینا ہے' مجبوری ہے۔ پھر کوئی بات یاد آتی رہتی ہے' یہ سوچنے کی مجبوری ہے۔ تو مجبوری چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور یہ ساری نفس کی بات ہے۔ اگر دوست مل جائے' مجبوری بے شک قائم ہو' تو چین آ جاتا ہے۔ مجبوری وہی ہے' غریب ہی ہے' امیر نہیں ہوا' لیکن دوست مل گیا' کہتا ہے جی دوست مل گیا ہے' اب غریبی کا ڈر نہیں۔ حالانکہ دوست کوئی پیسہ تو نہیں ہے۔ لیکن وہ کیفیت بدل گئی۔ اور اگر اللہ کے ساتھ رشتہ ہو جائے تو پھر یہ سمجھ آتی ہے کہ دینے والے نے

غریبی دی ہے' اس کا بڑا شکر ہے کہ غریبی اس نے دی ہے تمہیں امیری جس نے دی ہے' تم امیری کا شکرادا کرو اور ہم غریبی کا شکرادا کریں' چٹھی تو ایک طرف سے آئی ہے' تیری چٹھی پر اور لفظ لکھے ہوئے ہیں جبکہ میری چٹھی پر اور حرف لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر بھیجنے والا ایک ہی ہے تو چٹھی جو بھی آئی ہے' شکر کی بات ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو جو منشاء آشناء ہوجاتے ہیں انہیں اور لطف آجاتا ہے' مجبوریاں ختم ہوجاتی ہیں' اور وہ ایسے نظام میں داخل ہوجاتے ہیں کہ وہاں کائنات میں آزاد ہوتے ہیں۔ پابندیوں کے باوجود وہ پابند نہیں ہوتے۔ کہتا ہے ''کون''؟ جواب دیا ''عزرائیل'' ''بسم اللہ جی' تھوڑی سی چائے تو پی لو' پھر تمھارے ساتھ چلتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ اتنا ہی فرق ہوتا ہے' ان کو اور کوئی لمبی چوڑی پابندی نہیں ہوتی کہ ٹھہر جا کوئی چابیاں اٹھالوں' کوئی وصیت کرلوں۔ تو کیسی وصیت اور کیسے نامے' بس وہاں چلے جاؤ کہ وہاں پہلے ہی انتظار ہے' یہ ہوتی ہے نور کی دنیا۔ اس لیے آدھی دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی دنیا ہے اور کم لوگ ہیں جو وابستگی کی دنیا سے ہیں' وہ روح ہوتی ہے اور مذہب سے تعلق ہوتا ہے۔ پھر اسلام کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس میں نور داخل ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے کتاب بھی آئی' روح بھی آئی یعنی کہ اسلام کے اندر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو ہے یہ آپ کو نور آشنا کرائے گی' اللہ کی محبت پابندیاں کرائے گی' اللہ کی محبت جو ہوئی۔ سجدے کر کے ماتھا گھس گیا

بندگی کردیاں متھڑا گھس گیا

یہ ایک مقام ہے اللہ کریم کی محبت کا اور جب آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوجائے گی تو پھر آپ کو ایک اور کیفیت محسوس ہوگی' پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ کائنات جو ہے یہ مرقع نور ہے' مرقع جمال ہے' بلکہ ساری کی ساری عین نور ہے' پھر اس کے بعد یہ کائنات مظہرِ انوار ہے۔ جب مظہرِ انوار تک آپ پہنچ جائیں گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ اب آپ مظہرِ نورِ خدا کہو یا کچھ کہو' جو مرضی کہو' سب ٹھیک ہے۔ اس لیے یہ ایک مقام ہے نفس کو پہچاننے کا' یہی ایک ذریعہ ہے۔ نفس کو پہچانو گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ بات کیا ہے' اللہ

کے ساتھ جو تعلق ہے وہ نفس کی پہچان کا بھی ہے اور روح کی پہچان کا بھی ہے' اور نور کی پہچان کا بھی ہے۔ یہ تینوں مقام بیان فرمائے گئے ہیں۔ روح کا جو مقام ہے وہ یوم یقوم الروح ایک دن یہ روحیں اپنے مقام پر قائم ہو جائیں گی۔ تو روح کے بعد ملائکہ کا درجہ ہے اور پھر آگے مقام ہے نور کا۔

رب کی جمع ارباب ہے اور اللہ کی جمع نہیں ہے۔ رب تو بہت سارے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تو رب الارباب ہے۔ ماں رب ہے یعنی پالنے والی۔ زمین کے پاس ربوبیت ہے تمہارے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کا جو جیلر تھا اس کا نام "رب السجن"، یعنی کہ قید خانے کا رب۔ تو رب کا لفظ بے شمار جگہ پر استعمال ہوا ہے' اور اللہ بھی رب ہے بلکہ رب الارباب ہے یعنی سب سے بڑا رب' پالنے والا۔ تو پالنے والا جو ہے اس کو آپ پہچان سکتے ہیں۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

تو رازق کو پہچانو۔ رازق جو ہے یہ آپ کے رزق کے ذریعے آپ تک رسائی کرتا ہے اور مالک جو ہے' چاہے آپ کے پاس رزق پہنچے نہ پہنچے' اس نے سجدہ کرا لینا ہے۔ تو چاہے غریب ہو چاہے امیر ہو' آپ سجدہ کرو' ہم اس بات کو نہیں جانتے۔ تو اللہ اور مقام ہے۔ اللہ ذات ہے اور رب اس کی صفت ہے۔ تو آپ اپنے رب کو پہچان سکتے ہیں۔ مثلاً نیند ہے' اب آپ اپنے رب کو پہچانو کہ غنودگی آ رہی ہے۔ اب آپ یہ پہچان رہے ہیں کہ آپ کے جسم کی بحالی ہو رہی ہے۔ کہ تھکے ہوئے آپ کے سارے اعضاء Organs' وہ سارے نیند میں Rehabilitate ہو رہے ہیں اور آرام آ رہا ہے۔ اب یہ بغیر خوراک کے ہو رہا ہے اور آپ دوبارہ Restore ہوتے جا رہے ہیں۔ تو آپ رب کو پہچانو' کہ اللہ کریم نے کیا System بنایا ہے' اور اس کا پرچار کرتے رہو۔ پھر جب آپ عبادت کے حوالے سے چلیں گے تو آپ اللہ کی عبادت کریں گے۔ رب کا مقام اور ہے' رب ہے پالنے والا ساری کائنات کا' رب کی تعریف کرتے ہیں اور عبادت اللہ کی کرتے ہیں' رب کی ثناء ہے پھر وہ

اللہ ہی ہے' میرا مطلب ہے کہ وہی پالنے والا ہے' پیدا کرنے والا' ٹھہرانے والا' قائم کرنے والا' Sustain کرنے والا' Maintain کرنے والا' Create کرنے والا' Recreate کرنے والا۔ تو وہ رب ہی ہے اور وہ ہے اللہ ہی۔ لیکن رب اس کی ایک صفت ہے۔ رحیم اللہ بھی ہے رحیم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ صفات جو ہیں یہ انسانوں میں بھی ہوسکتی ہے مثلاً پالنے والی صفت۔ اس لیے ان کے حوالے سے آپ اللہ کی رسائی چاہو کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ اللہ کی رسائی آپ سمجھ نہیں سکتے جب تک آپ کسی جاننے والے سے نہ پوچھو اور جاننے والی اس کائنات میں سوائے ایک ہستی کے کوئی اور ہستی نہیں ہے۔ بس باقی سارے اندازے ہیں۔ باقی صرف اندازے ہی ہیں اور ان اندازوں کے حوالے سے بچنے کے لیے آپ یہ کہو کہ جاننا انہی کو مبارک اور ہمیں ماننا مبارک' وہ جانتے رہیں اور ہم مانتے رہیں' ہم تو ماننے والے لوگ ہیں۔ اس لیے آسانی یہ ہے کہ اللہ کریم نے جو ارشاد فرمایا وہ منظور ہے۔ سمجھ داری منظور کرنے میں ہے کیونکہ ہم کہاں پہچان سکتے ہیں کہ کیا مفہوم ہے۔ اس لیے معرفت الٰہی مشکل ہے۔ فرشتے جو ہیں وہ ایک صفت کے قیدی ہیں' جو فرشتہ رکوع میں ہے' وہ ہمیشہ رکوع میں رہے گا اور جو سجدے میں ہے' وہ سجدے میں رہے گا۔ یہ اُن کی عبادت ہے' لمبی عبادت______ اس میں کوئی Change نہیں ہے' وہاں پر نفس نہیں ہے' لطیف سی کیفیات ہیں اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ ہیں۔ مثلاً پہاڑ کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو وہ بیچارہ ایک حال میں کھڑا رہے گا۔ یہ بجلی جو چمکتی ہے' صاعقہ' اگر فرشتے کا نام صاعقہ بھی کہہ دیا جائے تو بیچاری ہمیشہ چمکے گی۔ ایک صفت کی قیدی رہے گی۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گائے کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو جو حالت پہلے والی ہے' وہی رہے گی' سر جھکا کے چلنے والی' دودھ دینے والی۔ اللہ کریم کو آدمؑ کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے کہا کہ یہ فساد کرے گا تو وہاں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ گویا کہ فرشتے نہیں جانتے۔ اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اللہ کریم کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکم سخت آتا رہا کہ یہ تمہیں نہیں پتہ______ یہ دیکھو______

آدم علیہ السلام بہشت کے اندر مالک تھے' اکیلے تھے' حکم نہ مانا' پھر آدم علیہ السلام نے کہا کہ معاف کر دیں غلطی ہوگئی ______ یہ انکار نہیں تھا بلکہ غفلت ہوگئی' تو وہاں سے یہاں آ گئے۔ مقصد یہ ہے کہ مشیت کے کیا کیا مقامات ہیں۔ جب اللہ نے کہہ دیا کہ یہ نہ ہوتو وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح کسی پیغمبر کی واضح طور پر کوئی دعا منظور نہیں ہوئی لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دعا کی ہی نہیں جو منظور نہ ہوئی ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی منشاء کیا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے' آپؐ کی زبان سے کوئی بات نکلے اور وہ نہ ہو۔ اس حد تک مشیت آشناء ہیں' واحد ذات ہیں جن کے لفظ کی صداقت کبھی کمزور نہیں ہوئی۔ اس لیے عرفان الٰہی کا یہ نور کا مقام آپؐ ہی کا ہے کہ آپؐ اس مقام تک پہنچے۔ باقیوں نے اللہ کریم کا جلوہ دنیا میں دیکھا' آپؐ نے جلوہ سے ذات تک رسائی کی' باقیوں نے ذات کا جلوہ دیکھا' آپؐ نے جلوے والی ذات دیکھی۔ کہ واحد ذات آپؐ ہیں کہ باقی جلوے دیکھتے رہے' ظاہر جلوے سارے' جلوے جیسے بھی ہیں اللہ کے اور آپؐ نے جلوے والی ذات کا دیدار کیا۔ اس لیے یہ واحد آپؐ کی ذات گرامی ہے کہ جو اس مقام تک پہنچی ہے۔ اس لیے آپؐ جانتے ہیں اور ہم مانتے ہیں۔

کس طرح پردہ اٹھائے گا کوئی اس راز سے
بے خبر جبریل تک ہے آپؐ کی پرواز سے
آپؐ کی ذات گرامی' ہر بلندی سے بلند
پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

بس یہی ایک واحد ذات ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ اپنی آوازوں کو آپؐ کی آواز سے مدھم رکھنا ورنہ اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ یعنی کہ آواز بھی اونچی نہیں نکالنی آپؐ کے سامنے۔ تو یہ مقام صرف آپؐ کا ہی مقام ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ رب کو پہچاننے کے لیے نفس کی پہچان کرو۔ اس طرح رب کو پہچاننا آسان ہے۔ تو اللہ کی پہچان' اللہ کی اطاعت

ہی ہوتی ہے۔سب کے لیے یہ جاننا کوئی لازمی بھی نہیں کہ نفس کیا ہے، روح کیا ہے اور نور کیا
ہے۔یہ سب کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن جن کے لیے ضروری ہے ان کے لیے بہت
ضروری ہے۔مقصد یہ ہے کہ یہ دعوت عام Open نہیں کرتے کہ وہ لوگ آئیں اور ہم یہ
سمجھائیں کہ کیا چیز ہے کیا چیز نہیں ہے، غور کسے کہتے ہیں، اور یہ واقعات کیا ہیں ______
یہ ہر ایک آدمی کے لیے ضروری نہیں ہے جس کی مسائل پر نگاہ ہو، یا گردش لیل ونہار پر نگاہ
ہو۔یہ ان کے مسائل ہوتے ہیں جو صاحبانِ ذکر ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اگر ذکر میں کچھ
دھاگہ ٹوٹ گیا تو وہ دھاگہ تم جوڑلو ______ تو ذکر جو ہے یہ مذکور کا قرب ہے ______
عین ممکن ہے آدمی ذاکر ہو، وِرد جاری ہو اور اس سے غلطی ہو جائے۔اس لیے کہ اس کا تصور
صفات کا ہے، ذات کا تصور نہیں ہے۔اس لیے ذکر کے اندر گم رہنے والا انسان ضروری نہیں
کہ جلوے سے آشناء ہو۔ذکر کرنے والے بے شمار سائل، فقیر، مانگنے والے ہوتے ہیں۔ورد
جاری ہوتا ہے، ذکر کرتے جارہے ہیں، مانگتے چلے جاتے ہیں مدعا یہ ہے کہ ذکر آپ کو
Absorb کرتا ہے، محویت دیتا ہے مگر جب تک اندر سے صفات نہ بدلیں، ذکر اس وقت
تک آپ کو کچھ نہیں دیتا۔جب آپ مرنے سے پہلے اگر مر چکے ہوں تو پھر ذکر کی کیفیت اور
ہے۔تو ذات آشناء ہونے کے لیے ایک اور مقام ہے۔اس لیے ذکر کے ساتھ پیر کا ہونا
لازمی ہے، جسے تصور کہتے ہیں۔تصور ہو تو پھر بات اور ہو جاتی ہے۔اس لیے یہ جو مقامات
ہیں غور کے، فکر کے، یہ رسائی وغیرہ، یہ ہر ایک کا مسئلہ نہیں ہے اور یہ کسی زمانے میں بھی نہیں
ہوا۔تو یہ صرف کچھ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔عام مسائل یہی ہوتے ہیں کہ ''یہ کیا مسئلہ
ہے''، ''میں غصے میں بیوی کو یہ کہہ بیٹھا، اب کفارہ کیا ہوگا''، ''کچھ حالات میرے ایسے
ہوگئے ہیں، خرچ زیادہ ہوگیا آمدن سے، اب کیا کیا جائے'' یا تو وہ خرچ کم کرے یا آمدن
زیادہ کرے اور اگر دونوں نہیں ہوتے تو تیسری بات یہ ہے اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ
تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبب بنائے۔جس آدمی کا رزق ضرورت سے کم ہوگیا جیسا کہ عام
طور پر ہو جاتا ہے، یا تو اس کی Compensation کرو، رزق اگر کم ہوگیا، جیب خرچ کم

ہو گیا' تو پھر اور کوئی رزق آپ کو ملا ہوگا مثلاً ایمان کا رزق مل گیا ہوگا' نور کا رزق مل گیا ہوگا'
کوئی دوست مل گیا جس سے غریبی دور ہوگئی ۔ حالانکہ دوست بھی غریب ہی ہے لیکن ایسا
محسوس ہوتا ہے کہ غریبی ختم ہوگئی۔ اُسے دیکھ کے کہتے ہیں '' آپ آگئے' کوئی کمی نہیں رہ
گئی''۔ حالانکہ کمی وہی ہے جو پہلے تھی ۔ اس لیے اللہ کریم کبھی انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔
ایک چیز ہوتی ہے دوستی اور یہ چیز کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ آپ
کے لیے دریاؤں میں' بارشوں میں' آسمانوں میں' زمینوں میں رزق ہے۔ جلوہ نگاہ کا رزق
وہی ہے جسے آپ حسن کہتے ہیں۔ رعنائی نگاہ کو رزق مل گیا کہ کہیں پھول نظر آگئے' کہیں
ستارے نظر آگئے' کہیں بادل نظر آگئے' کہیں چہرے نظر آگئے ۔تو یہ آنکھ کو رزق مل رہا ہے۔
اب پیٹ کا رزق ہے کھانے سے' باقی رزق تو سارے فری ہیں۔ تو ایک رزق میں اتنا شور
مچاتے جارہے ہیں کہ رزق نہیں ملتا جی' پیاز نہیں کھاتے کیونکہ مہنگے ہوگئے ہیں' پیاز نہ کھاؤ
تب بھی رزق چلتا رہتا ہے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب کا رزق فراخ کرے' سب کی
ضرورت کے مطابق پورا کرے۔ اس لیے دعا ضروری ہے' دعا ضرور کیا کریں' باقی تو ہمہ
وقت حالات ہی ایسے ہیں۔ ہم لوگ جس دنیا میں ہیں اس میں ایسے ہی رہیں گے' امریکہ
میں بڑا مال ہے' وہاں ایمان نہیں ہے اور سعودی عرب اور عربوں کے پاس بڑا مال ہے لیکن
بڑا غرور ہے اور اسلام اور مسلمان ہونے کے باوجود ان کی عادتیں وہی ہیں جو غیر مسلموں کی
ہیں یعنی غرور' خودسری اور پتہ نہیں کیا سے کیا' نہ خانہ کعبہ کی عزت کرتے ہیں نہ دوسرے
مقامات کی عزت کرتے ہیں۔ لے دے کر زمین پر آپ ہی لوگ ہیں یعنی ہندوستان اور
پاکستان کے لوگ۔ اصل میں اسلام کے صحیح چاہنے اور ماننے والے لوگ یہی ہیں کیونکہ ان
کے خمیر میں بزرگوں نے یا فقیروں نے آکر اسلام پھیلایا۔ اور بڑی محبت کے ساتھ پھیلایا۔
تو آپ یہ لوگ جو مسلمان ہیں یہ بڑے ہی صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔ اور آج کی نسل تک
اسلامیات ہی پہنچی ہے اسلام نہیں پہنچا اور جلسے جلوس ہی پہنچے ہیں۔ بے چاروں کے پاس
صحیح بات نہیں پہنچی' ان کو بھی سمجھا دیا جائے گا کسی وقت ۔ جو آدمی اللہ کے بارے میں کچھ

دریافت کر چکا ہے تو وہ اس کی اپنی دریافت ہے' یہ اندازہ ہے' دوسرے پر مسلط نہ کرے۔
اللہ کریم نے جس کو بادشاہی دی ہے' اسے دی ہے' تو پھر آگے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ
جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے' کیونکہ بادشاہ اگر یہ کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے دیتا ہے تو
پھر عوام یہ کہتے ہیں کہ اللہ جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو کرتا ہے اللہ
کرتا ہے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ تو ٹھیک کہتا ہے' جب اس کا ہاتھ دوسرے کی گردن پر پڑا تو کہتا
ہے کہ اب بول' جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ تو کمزور آدمی یہ نہیں کہتا کہ جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا
ہے۔ طاقتور یہی کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ کمزور آدمی کا اگر بس چلا تو
طاقتور کو اڑا دے گا۔ اس لیے امیروں اور غریبوں کے اور حوالے ہیں۔ پھر بھی اس کے باجود
پاکستان میں محبت کے ساتھ عبادت کرنے والے لوگ اسلام میں ضرور ملیں گے۔ پاکستان
کے اندر غور کر لو' شہروں میں شہر لاہور ہی سب سے اچھا ہے' فقیروں میں بھی سب سے بڑا
فقیر ادھر ہی ہے' داتا صاحبؒ بھی ہیں' آپ خود ہی ادھر اُدھر دیکھ لو پھر کے' آپ خود ہی اچھے
ہو' اپنے آپ کی قدر کرو کہ آپ اچھے زمانے میں موجود ہو۔ آپ اچھی عبادتیں کر رہے ہو'
اچھا سوچ رہے ہو' یہ زمانہ جب کہ غریب الوطنی کا زمانہ ہے' فکر کا زمانہ ہے' تفکرات کا زمانہ
ہے' کھانے میں فیض نہیں ہے' پیسے کمزور ہیں چاہے جتنے بھی ہوں' وفا نہیں ہے' ساتھی نہیں
ہے' بچے گستاخ ہیں' بیویاں کہنا نہیں مانتیں' مانتی ہیں تو پھر منواتی رہتی ہیں' خرچے زیادہ'
آمدن کم' بڑی پریشانی کا زمانہ ہے' اس کے اندر اگر آپ اسلام اور محبت کی بات کر رہے ہو تو
بڑی بات ہے ورنہ یہ تو پریشانی کا زمانہ ہے۔ جو اخبار پڑھتا ہے' وہ اخبار کی قیمت ادا نہیں کر
سکتا کیونکہ مہنگائی کا زمانہ ہے' مہنگی ہے ہر چیز۔ آپ کی ساری آمدن میں سے پانی والا بل
لے جائے گا' واپڈا والا بل لے جائے گا' سوئی گیس والے لے جائیں گے۔ بس بل ہی
چلے جائیں گے' بچے گا کچھ نہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ آپ کی آمدن میں ڈاکٹر بھی شامل ہو گیا۔
خوراک تو خوراک ہے' دوائی بھی کھانی پڑ رہی ہے۔ گویا کہ خوراک کی بجائے دوائیاں کھانی
پڑ رہی ہیں' فکر پیدا ہو گئی' مجبوریاں ایسی آ گئی ہیں کہ بڑی ہی مجبوریاں ہیں' گمراہی کے

مضمون ہیں ہر طرف۔ جن لوگوں نے غیب کے ساتھ اللہ کو مانا اور ڈرنے والے ہیں ان لوگوں کے لیے مغفرت ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کے پاس اللہ کریم کا بہت سارا رزق نہیں آیا۔ منی آرڈر نہیں آیا ہے لیکن پھر بھی آپ ڈرتے ہیں، مانتے ہیں۔ یہ مبارک ہو۔ اللہ کریم آپ کے حالات میں بہتری کرے، آپ کو بھی آسانیاں عطا ہوں، یہ تو میں نہیں کہتا کہ آپ کے گھر سے تیل نکلے لیکن یہ کہ مال تو آنا چاہیے، ایک آدھ بچہ باہر چلا جائے یا گھر بیٹھے مل جائے تب بھی ٹھیک ہے، ضرور تم نے بچہ باہر بھیجنا ہے۔ جدائیاں کیا کرنی ہیں، اللہ سبب بنانے والا ہے۔

ہاں جی چغتائی صاحب اور کوئی بات______ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہر چیز ہر ایک کے لیے نہیں ہے لیکن جن کے لیے ہے ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے اس کا Parameter بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ خیال بڑا عرصہ بہت سے لوگ تلاش کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے مہربانی کی ہے کہ آپ کو بیٹھے بٹھائے بات مل گئی ہے۔ تاریخ میں بہت کم بلکہ چند مقام پر یہ بات آئی ہے جب کہا جائے کہ سوال کرو ورنہ عام طور پر ایسا نہیں ہوا اور نہ تو لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں پر صرف یہ سوال کرنا ہے۔ یہاں ایسا نہیں ہے۔

چلو اب دعا کرو، دل سے اور سب کے لیے، اللہ کریم سب کو آسانیاں عطا فرمائے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے رزق میں برکت ہو، رزق میں برکت آجائے تو بڑی رحمت ہو جاتی ہے، تعاون کرنے والے دوست بن جاتے ہیں۔ تو اسی زندگی کے اندر ہی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ مہربانی کرنے پر آجائے تو بڑی ہی مہربانی ہو جاتی ہے۔ اس لیے جلد حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں______ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.

3

1 سکونِ قلب خواہش پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش ترک کرنے کا؟

2 ''ایمان کی سلامتی سب مانگتے ہیں مگر عشق کی کوئی کوئی'' اس کی تشریح فرمادیں؟

3 اہل باطن لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

سوال:

سکون قلب خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے؟

جواب:

سکون قلب کسی چیز کا نام نہیں ہے' اللہ کے فضل کا نام ہے۔ اللہ فضل کرے تو اس کا نام سکون قلب ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کا فضل جب نازل ہو جائے تو آپ کو سکون قلب محسوس ہوتا ہے۔ پھر خواہشات کی فراوانی والا بھی مطمئن رہا اور خواہشات پوری نہ کرنے والا بھی۔ جس نے زندگی خوشحالی میں گزاری' اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ جس نے زندگی اللہ کے نام کی گزاری اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ فاقہ میں بھی مل گیا اور لنگر خانوں میں بھی مل گیا۔ مطلب یہ ہے کہ سکون قلب کسی فارمولے کا نام نہیں ہے۔ فارمولے تو ویسے ہی بچوں کے لیے ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ مٹھائی بنالی' ''یہ سکون قلب ہے' مٹھائی کھالو''۔ کسی کا سکون قلب برباد نہ کرو تو سکون قلب مل جائے گا' دوسروں کو خوش رکھا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' پیسوں سے محبت نہ کیا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' خواہشات کو ضد کی حد تک نہ اچھالا کرو تو سکون قلب مل جائے گا۔ دعا پر بھی ضد نہ کرو۔ اگر منظور کر لیتا ہے تو سبحان اللہ۔ جب فیصلہ اللہ کی منظوری پر ہے تو نامنظور بھی منظور ہے۔ نامنظور بھی اسی نے کیا۔ نامنظور خواہش کا اتنا احترام کرو جتنا منظور کا۔ اگر یہ فرق سمجھ میں نہیں آتا تو سکون قلب نہیں ملے گا۔ اب بات سمجھ آئی؟ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا آپ کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے' ______ ستم کا یا کرم کا' دونوں ہی کرم ہیں۔ اگر آپ اپنی کسی بات پر ضد کر رہے ہیں یا خواہش کر رہے ہیں

یا یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کردے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا تو یہ آپ کا کام ہے اور آپ کے کسی کام کے مکمل ہونے کا نام سکون قلب نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہو رہا ہے اگر آپ اس کو پسند کر کے چلنا شروع کر دیں تو سکون قلب مل جائے گا۔ زندگی میں اللہ کے پروگرام میں اپنے پروگرام کے حوالے سے مداخلت نہ کرنا' اس لیے کہ تمہیں ایک سائیڈ کا پتہ ہے۔ اول تو ایک سائیڈ کا بھی پتہ نہیں۔ دیوار کے پرے کیا ہے' اس کا تو کسی کو پتہ نہیں۔ دیوار کے ادھر کیا کیا واقعات ہیں' وہ بھی پتہ نہیں۔ مثلاً بھوک لگی ہے' کھانے کا پتہ ہے تو بھوک مٹ جاتی ہے مگر کھانا کن ذرائع سے آرہا ہے' کون انسان پکار رہے ہیں' اس کی تاثیریں کیا ہیں' اس کی ضرورتیں کیا ہیں' کھانا جو ہے وہ مجھ سے زیادہ کن کن لوگوں کے لیے ضروری ہے' اگر یہ نہ سمجھ آئے تو اپنی خواہش کے پورا ہونے سے بھی سکون قلب نہیں مل سکتا۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ راز کی بات ہے۔ یا تو کوئی خواہش Locate کرلو۔ اپنے اندر آپ کی خواہش ہے اور Locate بھی آپ ہی نے کیا۔ اگر وہ پوری فرمادے تو اس کے بعد ہر خواہش حرام ہو جائے گی۔ پھر ہم اس خواہش کو سکون قلب سے متعلق کرتے ہیں کہ اگر یہ ہماری' پہلی' آخری' ابتدائی' انتہائی خواہش پوری ہو جائے تو سکون قلب مل جائے گا۔ اگر آپ وہ خواہش دریافت کرلیں اور پوری نہ ہو تو بھی سکون قلب مل جائے گا۔ جب تک وہ اصل خواہش آپ نے دریافت نہیں کی ہے' جتنی مرضی اور خواہشات دریافت کرتے رہو' سکون قلب نہیں ملے گا۔ سکون قلب ہے ایک واحد خواہش کا دریافت کرنا جس پر باقی تمام خواہشات قربان ہو جائیں۔ اُسے ضرور دریافت کر لینا! اگر وہ دریافت کرلی تو خواہش پوری ہو جائے تب سکون قلب ہوگا اور نہ پوری ہو تب سکون قلب ہوگا۔ گویا سکون جو ہے وہ اپنے اندر پھیلاؤ کی خواہش کو سمٹانے کا نام ہے۔ اس لیے پھیلاؤ جو ہے اس کو سمیٹا جائے۔

ہم بعض اوقات نیکی کے نام پر بے سکون ہو جاتے ہیں۔ ''میں تو نیکی کے لیے مسجد بنا رہا ہوں' اس کے لیے اینٹیں درکار ہیں' گارا چاہیے''۔ اب یہ مسجد کے نام پر پریشان ہے۔ مسجد اللہ کی' انتظام اللہ کا اور اپنی ہستی کے اندر رہ کے ہستی سے باہر تو اپنے آپ پر بوجھ

ڈال رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان پر اس کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ کا کام ہی نہیں مسجد بنانا۔ آپ البتہ نماز پڑھ لیں۔ مسجد بنانے کی ہمت نہیں ہے' نماز کی تو ہمت ہے' تو آپ وہ پڑھ لو۔ اگر بہت قیمتی کپڑے نہیں ہیں تو عید نماز سادہ کپڑوں میں پڑھ لو۔ تو یہ اپنی استعداد کے اندر رہ کر کرو۔

ایک سے بڑھ کے ایک خواہش Modern Man کو زندگی کے اندر یہ بڑی سزا ہے۔ اس کو جب بھی مارا' اس کی خواہشات نے مارا' خواہشات کے چابکوں نے مارا۔ وہ اپنے اندر یہ ایک ہنٹر بنالیتا ہے' اچانک نکال لیتا ہے' پھر اپنے نفس کو کہتا ہے کہ مار مجھے۔ نفس اسے خواہش سے مارتا رہتا ہے' نیکی کے نام پر بھی مارتا ہے۔ برائی کا تو عام آدمی کو بھی پتہ ہے کہ برائی کیا چیز ہے مگر اکثر یہ حجاب ہوتا ہے کہ نیکی کے نام پر اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر لینا' جس نیکی کا شعور نہیں' جس نیکی کی اجازت نہیں' جس نیکی کے سیاق وسباق کا پتہ نہیں' ایسی نیکی کا پرچارک بن جانا۔ دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کرسکتا ہے' تم اسے خواہ مخواہ اس کام میں لگا دیتے ہو جس کام کے لیے وہ بنا نہیں ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نیکی ہے کہ کسان کو اس کے ہل چلانے سے منع کر دیا جائے اور اسے عبادت گاہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس طرح تو تمام نظامِ عالم بھوکا مر جائے گا۔ آپ نے کتنی تبلیغ کی ہے مگر جو ہل چلانے والا ہے اس سے پوچھو کہ کیا آپ لوگوں تک کلمہ پہنچا ہے؟ آپ صبح شام تبلیغ کرتے ہو' لاؤڈ سپیکر بجاتے ہو' لیکن یہ پوچھو کہ ہمارے ہاں لوگوں میں سے کسی کو دعائے قنوت آتی ہے؟ کسی سے پوچھو کلمہ نمبر چار یا پانچ آتا ہے' گیارہویں سپارے کا کیا نام ہے؟ ویسے تو اسلام وارد ہوا پڑا ہے لیکن بعض اوقات لوگوں کو مبادیات کا بھی پتہ نہیں۔ اسلام کی تعلیم جو ہے' جس جس کے حق میں جو جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے' ملتا جا رہا ہے۔ باقی ساری کی ساری تبلیغ ہی ہے جو آپ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے جو مزدور مکان بنا رہا ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر روزہ رکھے تو درمیان میں اسے Relief چاہیے مگر آپ آرام کرنے نہیں دو گے' کہو گے ''دیہاڑی پوری کر''۔ مطلب یہ کہ آپ روزے کی عزت

کرو اور کہو چونکہ روزہ ہے لہٰذا تمہیں دن کے پیسے ملتے رہیں گے' رمضان شریف میں تو اتنا کام نہ کر۔ وہ روزہ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا' آپ نے یہ کہنا ہے کہ میں نے کام پورا لینا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پورا کام پورے روزے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کے اوپر یہ الزام تو نہ لگاؤ کہ تو نے کھانا کھالیا' چائے پی لی' تُو تو بڑا بے ایمان ہے' کام چور ہے۔ تو مزدور کو کبھی کہتے ہو روزہ خور ہے' کبھی کہتے ہو تو کام چور ہے۔ تو آپ کو سکون کدھر سے ملے گا۔ سکون یہ ہے کہ پہلے آپ لوگوں کی کیفیت پہچانو' پھر اپنی کیفیت پہچانو۔ اگر ایک ایسی خواہش پیدا کر دی جائے جس کا تعلق دنیا سے نہ ہو لیکن عاقبت پوری ہو تو یہ سکون ہے۔ مثلاً حج کی خواہش ہو' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس آدمی میں حج کرنے کی خواہش شدت سے ہے' اس کا حج ہو گیا۔ پرانے زمانے میں لوگ کہتے تھے میں یہاں ہوں' آپؐ وہاں ہیں مدینے میں' مدینہ دور ہے' ہند کی سرزمین ہے' میرے مولا بلا لو مجھے۔ یعنی کہ وہ جو خواہش ہے' خواہش بذاتِ خود کعبہ ہے۔ وہ خود ایک نیکی ہے۔ نیکی کی خواہش پوری نہ ہو تو بھی نیکی ہے۔ یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ نیکی خواہش میں آ جائے تو نیکی کہلاتی ہے اور بدی خواہش میں آ جائے تو بدی نہیں کہلاتی بلکہ بدی ہو جائے تب بدی کہلاتی ہے۔ اگر بدی ابھی خواہش میں ہے' اندر سے ٹوٹ پھوٹ جائے تو سزا نہیں ہے اور نیکی خواہش میں آ جائے تو نیکی ہو گی۔

کون سی خواہش ہے جو آپ کو سکون قلب دے گی؟ وہ خواہش جس کی Direction زندگی کے بعد کی ہو' جس کی ڈائریکشن دین کی ہو' جس کی ڈائریکشن عقیدت کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور اگر وہ ڈائریکشن دولت کے حاصل کرنے کی ہو' رن کے اوپر اور رن' سنچری کے بعد ایک اور سنچری تو وہ سکون نہیں ہے بلکہ وہ ایک ابتلاء ہے' سزا ہے کہ آپ دوسروں کا پیسہ گنتے چلے جاؤ۔ دوسرے کون ہو سکتے ہیں؟ اولاد ہو سکتی ہے اور اولاد کی غلطیاں ہو سکتی ہیں کہ وہ دولت کو کہاں خرچ کریں گے' کیا کریں گے۔ اس لیے سکون جو ہے وہ ایک ایسی خواہش کا نام

ہے جو خواہش اللہ کی رضا پر قربان ہوا گر وہ پوری ہو جائے تب سکون ہے' پوری نہ ہو تو تب سکون ہے۔

آپ نے سوال کیا کہ سکون خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے تو سکون کا خواہش کے ساتھ تعلق کوئی نہیں ہے۔ سکون کا تعلق اللہ کے فضل کے ساتھ ہے' اس کی مہربانی کے ساتھ ہے' وہ جب کبھی کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر سکون نازل کر دیتا ہے۔ پھر انسان محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر سکون آ گیا ہے اور خواہش کے اندر ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ اس کو ٹھہراؤ میں سکون آ گیا ہے۔ تو زندگی کو اللہ کا فضل ماننے والا سکون دریافت کر گیا۔ جس آدمی کے پاس بہت سی دعائیں ہیں کہ کبھی اللہ مل جائے تو بہت ساری دعائیں پوری کرانی ہیں' اس کو سکون نہیں ملتا۔ دنیا کی دعائیں جو ہیں' اس میں سکون نہیں ملتا۔ وہ دعائیں جو دنیا سے متعلق ہیں ان میں سکون نہیں۔ جو آدمی کہتا ہے'' زندگی بڑی اچھی ہے' اللہ کا بڑا فضل' ہے لیکن ______ '' جس نے'' لیکن'' لگا لیا اسے سکون نہ ملا۔'' بڑی مہربانی ہے' پہلے بڑا فضل ہو گیا' بڑے واقعات ہیں لیکن ______ '''' لیکن'' بے سکونی کا نام ہے۔ اور'' اگر مگر'' بے سکونی کا نام ہے۔'' کاش'' بے سکونی کا نام ہے۔''Wish'' بے سکونی کا نام ہے Had it been اور Otherwise بے سکونی کا نام ہے If جو ہے بے سکونی کا نام ہے But بے سکونی کا نام ہے۔ یہ سب بے سکونی ہے ______ بے سکون زندگی جو ہے وہ مشروط زندگی ہے' شرطوں سے بھری ہوئی زندگی ہے۔'' کاش ایسا ہوتا تو کیا ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دیتا''۔ اس لیے میں پہلے بار بار بتا رہا ہوں' امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم کس بات کی ہے؟ امیر وہ ہے جو اللہ کے فضل کو مانتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا اصل سکون ہے اللہ کا فضل' اس کی مہربانی' اور یہ مہربانی کیسے محسوس ہوتی ہے؟ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی محرومیاں نکال دو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ جس Process سے انسان کی شروع ہوئی ہے' یہ ابتدا ہی آپ کی نہیں ہے' وہ زمین اللہ کی بنائی ہوئی ہے' بھوک اس نے بنائی ہے' پیٹ اس نے بنایا ہے' وہ کھانا پیدا کرتا ہے' تمہارے ہاں

بھوک پیدا کرتا ہے' کھانے کا شعور پیدا کرتا ہے' نظام عالم وہ چلا رہا ہے' تم ایسے ہی شور مچاتے ہو کہ بھوک لگی بھوک لگی حالانکہ بھوک لگانے والا کھانے کا انتظام کر چکا ہے۔ تو یہ سارا نظام اس کا اپنا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس نے یہ آنکھ بنائی' آپ کہتے ہیں کہ آنکھ کی بینائی میں تھوڑی سی کمزوری آ گئی ہے اور جب کمزوری نہیں تھی تب کیا آپ نے اللہ کا فضل دریافت کیا تھا؟ ہر شے نے کمزور تو ہونا ہے اور آخر میں ختم ہو جانا ہے۔ جب نعمت موجود تھی تو کیا نعمت سے منعم کا سفر دریافت کیا آپ نے؟ اگر ایک نعمت ذرا کمزور ہو جاتی ہے تو آپ باقی نعمتوں کا شکر کر لو۔ جوں جوں عمر گزرتی جائے گی ایک ایک کر کے نقص پیدا ہوتا جائے گا۔ اس لیے جو نعمتیں محفوظ ہیں ان نعمتوں سے منعم کی راہ اختیار کرو۔ مقصد یہ ہے کہ عام آدمی اصل میں اللہ تعالیٰ کو دریافت نہیں کرتا ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ' جو ذات آپ کے ہاں بیان ہو کر آ گئی' اس سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ سجدہ تو کرو گے' اللہ مسجود ہے سجدے کے لیے لیکن آپ بتاؤ کہ وہ ہے کہاں جو یہ سجدہ قبول کر رہا ہے۔ اگر یہیں موجود ہے' اتنا قریب ہے' آپ کے قریب وہاں پر ہے جہاں سجدہ کر رہے ہو تو تھوڑی سی دیر میں دور کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اتنا پاس ہوتا ہے اور پھر دور ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ جب آپ نماز پڑھتے ہو تو آپ کے قریب ہے اور جو بھائی نماز نہیں پڑھ رہا اس سے دور ہے یعنی میرے پاس ہے اس وقت کیونکہ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کے پاس نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کے پاس ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو' کبھی قریب آ جائے' کبھی دور چلا جائے۔ وہ اللہ ہے! آپ جن شعبوں سے' جن صفات سے اسے دریافت کرتے ہیں' یہی آپ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اب بات سمجھ رہے ہیں آپ؟ آپ زمین پر سجدہ کرو' سمجھو کہ آسمان قریب ہے' تو پھر سجدہ آسمان پر ہو گیا۔ آپ نے اپنے جسم کے اندر اسے دریافت کرنا ہے' اپنے دل کی خواہشات سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے ارادوں سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے اعمال سے اسے دریافت کرنا ہے۔ گویا کہ اس کی پہچان' اس کی دریافت' آپ کے عمل کا نام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سب علم کا نام نہیں

ہے، عمل کا نام ہے۔ آپ کے دل کے اندر جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، یہ سمجھو کہ وہیں کی ہے۔
اس نے کہا کہ میں شہ رگ کے قریب ہوں۔ اور وہ اتنا قریب ہے کہ ملتا نہیں ساری زندگی!
شہ رگ سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شہ رگ میں سے دنیا کی ساری خواہشات
کو نکال دو، خود بخود اس کا ڈیرہ نظر آ جائے گا، پہچان ہو جائے گی۔ سکون کی بات دراصل یہ
ہے کہ سکون کی تلاش اللہ کے فضل کی تلاش ہے اور اللہ ہی کی تلاش ہے۔ اس کا فارمولا نہیں
ہے۔ اگر آپ کو خرچ کر کے اللہ کی راہ ملتی ہے تو اگر پیسے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرو،
سکون مل جائے گا۔ پیسے نہیں ہیں تو پیسے والوں کو معاف کر دو، انہیں برا نہ کہو۔ اگر آپ کے
پاس پیسے نہیں ہیں، غریبی ہے، تو پھر ان کو برا کیوں کہتے ہو۔ اگر ان کے پاس زیادہ ہیں تو ان
کی آزمائش پیسے میں ہو رہی ہے اور تمہاری آزمائش غریبی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے وہ بات
جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس میں دخل نہ دو۔ جو بات بس میں ہے وہاں اپنی جواب وہی
پوری کرو، سکون مل جائے گا۔ اگر دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جائے تو وہ دل سکون والا ہے۔
اگر آپ کی نیت درست ہے تو سکون مل جائے گا۔ یہاں ٹھہرنے کی بجائے نکلنے کی خواہش
پیدا ہو جائے تو سکون مل جائے گا۔ اگر آپ کا Option پوچھا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے کہ
جانا ہے، تو اگر جانا ہے تو سکون مل جائے گا۔ اگر وہ کہے کہ چلو واپس جانے کا وقت آ گیا ہے تو
واپس آ جاؤ۔ جو کہے کہ ہم یہیں ٹھہریں گے تو سکون نہیں ملے گا اس کو۔ مطلب یہ کہ اللہ سے
ملنے کی تمنا کی بجائے آپ کو یہاں ٹھہرنے کی تمنا ہو گی۔ وصال کے بغیر تو دوری ہے، یہ کیا تمنا
ہوئی کہ یا اللہ اپنے پاس نہ بلانا۔ یہ تو دور رہنے کی خواہش ہے۔ پھر سکون کہاں سے ملے گا۔
یہ اللہ کے قرب میں ملے گا، اس کی یاد میں ملے گا، اس کے فضل میں ملے گا، خواہشات کے
پھیلاؤ کو روکنے سے ملے گا۔ جس کو آپ نے اللہ مانا ہے، اس کو دل سے یاد کرو، اس کا ذکر کرو
جیسے بھی ذکر کرو، آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کے بے شمار طریقے ہیں۔ بڑے فارمولے
ہیں۔ اصل فارمولا یہ ہے کہ یہ دعا کرو کہ یا اللہ مجھے سکون دے۔ خواہش پوری نہ کرانا۔
خواہش پوری کرنے والا انسان اور ہوتا ہے اور خواہشات ایسی چیز ہیں کہ ایک پہاڑی پر

ایک اور پہاڑی رکھ دی اور پھر دھڑام سے ساری گر جائیں گی۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کی خواہش کا سفر کا ہو' پہلے یہ خواہش پوری ہو' پھر یہ خواہش پوری ہو' وہ خواہش پوری ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کو آپ نے خواہشات پوری کرانے میں لگایا ہوا ہے۔ اللہ کی محبت کے لیے اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ خواہشات چھوڑ دو تو وہ اصل خواہش پیدا ہو جائے گی۔ جس سے تم نعمتیں مانگ رہے ہو اس سے تم اسی کو مانگو۔ نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی جب منعم آپ کے ساتھ ہے۔ سٹور سے کوئی چیز کیوں لیتے ہو' سٹور کی پرچی لے لو پکی اور یہاں سے صرف چند چیزیں نہ اٹھاؤ۔ دل سے خواہش کا چور نکال دو کہ میری دنیاوی خواہش پوری ہو جائے' ایک اور خواہش پوری ہو جائے۔ اس کے بعد دو تین خواہشیں رہ جائیں گی' پھر قصہ ختم' زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے سکون کے معنی کیا ہیں؟ اپنے آپ پر رحم کرنا۔ آزاد ہو جاؤ' جیسے مر گئے ہو زندگی میں۔ زندگی کی خواہش جو ہے اسے تھوڑی دیر کے لیے ترک کر دو' جب مر ہی جانا ہے تو یہاں کچھ بھی نہیں کرنا۔ میرے بعد کیسے چلے گی یہ دنیا؟ تیرے آنے سے پہلے کیسے چلتی تھی یہ دنیا۔ تیرے آنے سے پہلے' اخباروں میں لکھا ہوا ہے' تاریخوں میں لکھا ہوا ہے' یہ دنیا کروڑوں سال سے چل رہی ہے' پہلے بھی چل رہی تھی' تیرے بعد بھی چلے گی' تیرے ابا جی کے بعد چل گئی' تیرے بعد بھی چلے گی' پیغمبروں کے بعد بھی چل گئی' ولیوں کے بعد بھی چل گئی دنیا' والدین کے بعد چل گئی تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی۔ اس لیے یہ دنیا چلتی رہے گی۔ بچوں کا کیا ہو گا؟ ہوتا ہی رہے گا' پالنے والا پالتا ہی رہے گا' آپ اپنی جان بچاؤ۔ اس طرح بھی آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کی تمنا ہے تو ضد نکال دو' غصہ نکال دو۔ خواہش نہ ہو تو غیر اللہ کی خواہش شرک کے قریب لے جاتی ہے۔ اس لیے خواہش کو ترک کر دو کیونکہ اس طرح پرستش ہو جاتی ہے۔ خواہش کے اندر یہ بڑی خوبی ہے کہ خواہش چلتے چلتے ایک قسم کا معبود بن جاتی ہے اور یہ پوری کی پوری شرک کی کہانی بن جاتی ہے۔ ''میری خواہش یہ ہے کہ میں نے سیاست کرنی ہے' یہ پرائم منسٹر کس قابل ہے' ہم اس قابل ہیں'' ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں اس قابل ہوں' تم کیا ہو میں ہی ہوں۔

ہر آدمی کے دل میں یہ خیال ہے کہ صبح اٹھوں گا تو میرا نام ہوگا۔ تو جو چل رہا ہے وہ نظام چلنے دو۔ تم اپنے آپ کو دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہے' خیال کیا ہے' نیکی کیا ہے' پیسے کی تمنا' پیسے کا خیال حد میں رکھو' اپنے قد میں رہو' جب پیسہ نہیں تھا' تھوڑا تھا' اس وقت بھی تو زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اب زیادہ ہوگیا تو کون سا زندگی کو سرخاب کے پر لگ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کے بزرگ ہوتے تھے' چچا' ماموں سارے ہوتے تھے' کتنی رونق ہوتی تھی زندگی میں اور آپ نے ان سب کو نکال کر باقی کیا رکھ لیے؟ پیسے۔ بچوں کو آپ کا دم حاصل ہے' اس لیے بچوں کے لیے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرے۔ ان کے لیے رابطے نہ بناتے پھرو کہ یہ رابطہ ہو جائے' دوکان میں نے لی ہے' ان کے لیے الاٹ کروا رہا ہوں۔ ان کے لیے ہزار ہا کروڑ ہا دوکانیں' شہر بھرے پڑے ہیں دکانداروں سے۔ وہ سارے تو مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے تو اگر سمجھتا ہے کہ کاروبار سے مطمئن ہو جائے گا تو کاروبار چلتے چلتے فرعون کے گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ انسان عام طور پر تنہائی میں' اللہ کی یاد میں' خاص طور پر درود شریف میں' اپنے حقوق وفرائض ادا کرنے میں' پیسے کی محبت سے باز رہنے میں' یہاں ٹھہرنے کی خواہش ذرا مدھم کرنے میں' لوگوں سے دھوکہ نہ کرنے میں' یعنی ان بڑی آسان باتوں کو اختیار کرنے سے سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی خواہش دریافت کر لو جو سب پر حاوی ہو تو باقی خواہشیں اس پر نثار ہو جائیں گی۔ تو کوئی ایسی بھی خواہش دل میں رکھ لو کہ میری یہ ایک خواہش ہے جس پر باقی خواہشات قربان۔ وہ خواہش دریافت ہو جائے تو اس کا پورا ہونا' نہ ہونا دونوں ہی سکون کا باعث ہیں۔ جیسے میں نے کہا' دل میں شوق ہو تو حج کا شوق ہی حج ہے اور اگر شوق نہ ہو تو بیس بار حج کر کے آؤ۔ وہ حج پہ گیا تو وہی تھا اور وہ آیا تو ویسے ہی آیا۔ حج کرنے جیسے گیا ویسے آ گیا۔ اگر دل کے اندر حج نہ ہو تو انسان حج نہیں کر سکتا۔ مدعا یہ کہ آپ جس طرف بھی چلیں' نیکی کی طرف چلیں۔

اب آپ باقی لوگ بولو ______ سوال کا جواب تو ہو گیا ______

سوال:

''ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو'' برائے مہربانی اس کی تشریح فرما دیں۔

جواب:

جب تک واردات نہ ہو ''عشق'' ایک لفظ ہی ہے۔ عشق کہہ لو' محبت کہہ لو' اگر محبت محسوس ہو جائے تو پھر اس لفظ کا معنی بنتا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ان کے ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کا حصہ اڑھائی فیصد نکال دیا۔ اڑھائی فیصد نکالنے کے بعد سائل آ گیا کہ دو کچھ اللہ کے نام پر۔ وہ کہتا ہے کہ میں دے چکا ہوں اللہ کے نام پر۔ سائل جتنا بھی زور لگائے' وہ جیب سے کچھ پیسے نہیں نکالے گا کیونکہ اس کا حصہ ایمان کا حصہ ہے عشق کا نہیں ہے۔ عشق ہوتا تو اس کے پاس زکوٰۃ کے لیے پیسہ نہیں ہوتا بلکہ پیسہ ہو گا ہی نہیں' یہ سائل کو دے گا یا اس کے ساتھ چلے گا۔ مطلب یہ کہ عشق کی بات اور ہوتی ہے' ہزار بار سوال ہو' وہ ہزار بار دے دے گا۔ ایمان والا کہے گا کہ میں نے پوری پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں اب اس کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے۔ جن کو محبت ہوتی ہے وہ عبادت کرتے ہی رہتے ہیں۔ روایت چلی آ رہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تمہیں سمجھ آ گئی ہے کہ ایمان کیا ہے؟ بولے اللہ پر ایمان رکھنا' فرشتوں پر ایمان' پرانی کتابوں پر ایمان' آپؐ پر نازل کتاب پر ایمان' پیغمبروں پر ایمان______ یہی ایمان ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہمیں تو یہی سمجھ آئی ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ اب یہ اور بات ہے۔ دل سے پوچھو تو ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو عشق کی بات اور ہے۔ اللہ پر جان دینے والا شہید ہو گا' اسلام پر جان دینے والا بھی شہید ہو گا اور پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے والا بھی شہید ہو گا۔ دوسرا شاید نہیں مانے گا۔ خالی ایمان سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو یوں سمجھو' ایمان سب کلمہ پڑھنے والوں کا ایمان ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کربلا کے اندر یزید اینڈ کمپنی مسلمان ہیں' ایمان والے ہیں مگر

عشق والے نہیں ہیں۔ اب ایک طرف نماز پڑھی جا رہی ہے، امام پاکؓ نماز پڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف بھی لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرق دیکھ لو کیا ہے؟ عشق کی نماز اور ہے، خالی ایمان کی نماز اور ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے غلام یزید نام رکھا ہوا ہے، یزید کو شہید کہتے ہیں، یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ہماری طرح بشر ہیں، کہتے ہیں اس میں ایمان کی رُو سے تعجب کی بات نہیں، اس کے پیچھے بھی ایمان کی سند ہے۔ بشر مثلکم ٹھیک ہے، لکھا ہوا ہے مگر یہ کب کا واقعہ ہے؟ جب لوگ متاثر ہوئے اور غور کیا کہ ہمیں بات سمجھ آنے لگی ہے کہ آپ ہی وہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ نہ سمجھ لینا مجھے۔

جب تک محبت نہ ہو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں جبکہ اللہ کے ہاں ساری کائنات برابر کی ہے۔ آپؐ پر درود کب سے کب تک بھیجیں گے؟ یہ بات ایمان کی نہیں، عشق کی بات ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی عارضی ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ یہ عین ممکن ہے کہ ایمان صحیح ہو اور اپنا کام صحیح نہ ہو، آواز دینے والا اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور جواب دینے والا یہ کہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ عشق نہ ہو تو آپ اس آواز کے سامنے اونچی آواز نکال سکتے ہو اور کہو گے کہ میں ٹھہر کے آؤں گا۔ بس تب سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یعنی کہ وہ ایسی ذات گرامی ہے کہ ان کے سامنے اونچی آواز نکالنا اپنے اعمال اور عبادات کو ضائع کرنا ہے۔ یہ ہے عشق کا مقام۔ عشق کی کم از کم ایک بات ضرور ہے کہ عشق اپنے دین کو بڑے ادب سے قبول کرتا ہے۔ شوق سے قبول کرنے سے عبادت شوق میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سمجھو کہ عشق ہے، عبادت کا شوق اور عبادت کی محبت۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اطاعت بھی ہو اور محبت بھی۔

سرمدؔ سگ تو بندہ تو عاشق تو

سرمدؔ آپ کا کتا بھی ہے، بندہ بھی ہے اور عشق بھی کرتا ہے۔ اللہ سے مانگ جو کچھ بھی مانگنا ہے۔ اگر اللہ اڑھائی فیصد لینا چاہتا ہے تو دے دو۔ اور اگر اللہ کہتا ہے کہ سب کچھ دے دو تو

وہ کہتا ہے، لے لو۔ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا ہے کہ سب کچھ دے جاؤ میں اللہ ہوں لیکن یہ تو لکھا ہوا ہے کہ اڑھائی فیصد دے دو۔ شوق والے کہتے ہیں کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ عشق والے کی بات ہے۔ اللہ کی طرف سے غریبی آجائے تو ایمان والے کہتے ہیں کہ اسلام کو استعفیٰ دے دو۔ مقصد یہ کہ اگر عشق ہو تو اللہ جو کر رہا ہے وہ منظور ہے، ستم ہے تب بھی کرم ہے، کرم ہے تب بھی کرم ہے، وہ مجھے اِس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں خوش ہوں اور مجھے اُس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں بھی خوش ہوں۔ میں نے تو راضی رہنا ہے، میں نے جی میں ٹھان لی ہے کہ وہ جس حال میں رکھ رہا ہے میں اس میں خوش ہوں۔ عشق والوں کا محبوب کون ہوتا ہے؟ محبوب اگر تقاضا کرے، کوئی چیز مانگ لے، پھر آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ شکر ہے اس نے مانگ لی اور اگر وہ جان مانگ لے تو شکر ہے کہ اس نے مانگ لی۔ میرے محبوب، جان دینے والے آپ ہی ہو، تو پھر گلہ تو کوئی نہ رہ گیا۔ پھر آپ یہ نہیں کہتے کہ ٹھہر کر آئیں گے۔ ایمان والوں میں عام طور پر تذبذب ہوتا ہے، عشق والوں میں تذبذب نہیں ہوتا۔ ؎

عشق کی ایک ہی جست نے کر دیا قصہ تمام

اور یہ کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

تو یہ بھی عشق کا مقام ہے۔ عشق جو ہے وہ سنتا نہیں۔ اسی لیے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

؎ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

جو کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوں، بات تو کر لوں، اسے کیا پتہ عشق کیا ہے۔ عشق جو ہے وہ محبوب کی آواز پر ہر حال میں لبیک کہنا ہے۔ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت اور عشق میں تھوڑا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ عبادت اور طرح سے کرتے ہیں، کئی درویش ملے

عبادت کے بغیر مگر وہ تنہائی میں کر گئے تا کہ ان کا راز فاش نہ ہو جائے۔ عشق کے معنی جاں نثاری کر دینا اور انتہاء سے زیادہ کر دینا اور محبوب کی آواز پر لبیک کہہ دینا۔

سوال:

اہل باطن یا اہل عشق لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

جواب:

دین اسلام اللہ کا دین ہے۔ اے اللہ! آپ ہی قادر ہو' آپ ہی مالک کائنات ہو' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی دنیا کے اندر لوگوں کی زیادہ تعداد اسلام میں داخل نہیں ہوئی جبکہ یہ دین سچا بھی ہے اور قدرت بھی آپ کے پاس ہے' پیسے آپ ان کو دے دیتے ہو جو نہیں ماننے والے اور بیچارہ مسلمان پریشان ہے' اس کی کوئی وجہ آپ بتاؤ۔ یہ بات لوگوں نے پوچھی اللہ سے۔ اللہ کریم نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ اس بات میں پریشان نہ ہونا کہ کون سی بات کثرت میں ہے اور کون سی قلت میں ہے۔ اس طرح باطن سب لوگوں پر آشکار ہے یا نہیں ہے' یہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کی مہربانی ہو جائے تو اہل اللہ اور اہل ظاہر میں کوئی فرق نہیں ہے' اور یہ دونوں الگ الگ طبقے نہیں ہیں۔ اہل ظاہر کی اگر اصلاحِ نفس ہو جائے تو سارے اہل باطن ہی ہوں گے۔ فرق اس لیے محسوس ہوا کہ کچھ عرصہ سے اہل باطن کے نام پر کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر سے بالکل عاری تھے' اس لیے یہ راستہ رک گیا یعنی کہ نظامِ ظاہر کے قابل ہی نہیں رہے۔ کچھ ہندو تہذیب مل گئی' کچھ اور تہذیبیں مل گئیں۔ یہ تھا اہل ظاہر اور اہل باطن کا مسئلہ۔ سارے اہل باطن لوگ اہل ظاہر بھی تھے' جہاں بزرگوں کا نام آتا ہے' کسی بزرگ کا نام لو' مسجد پاس ہوگی' داتا صاحبؒ کو لے لو' خواجہ صاحبؒ کو لے لو' سارے کے سارے عبادت کے نظام کو پھیلاتے رہے تھے اور لوگوں کی تعلیم کرتے تھے۔ پھر یہ بات ہوگئی کہ کچھ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں ظاہری عبادت نہیں ہوتی رہی۔ اس لیے یہ فرق پڑ گیا۔ اگر کوئی ایسا مقام مل جائے کہ ظاہر اور باطن

مل جائیں اور انتخاب کا موقع آ جائے تو ظاہر کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ عبادت کے نظام کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ باطن جو ہے اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے۔ ظاہر کے نظام کو سختی سے کرنا، ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے ان لوگوں سے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس لیے پانچ نمازیں سب پڑھتے ہیں، دل کھول کر پڑھتے ہیں۔ لیکن باطن والے لوگ بہت کم ہیں۔ جس جس کو یہ شعور ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ سارے لوگ جو ہیں وہ پیسہ جمع کرنا پسند نہیں کرتے۔ کچھ لوگ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں مگر ایسے بہت کم لوگ ہوں گے۔ اب ایسے لوگ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کو کم مقدار میں رکھا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دراصل سچے انسان ایک ہی ہیں سارے، دین کے حوالے سے اچھی نیت والے ایک ہی ہیں، وہ اہل ظاہر ہوں یا اہل باطن ہوں، ایک ہی ہیں۔ مقصد سب کا رضائے الٰہی ہے۔ یہ جو درمیان میں ہے ناClass، بریلوی، دیوبندی والی، یہ درمیان میں غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے، بات ٹھیک ہو جائے گی یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے کہ باطن کن کن کو عطا کر دے۔ بلکہ ان کے خیال میں تو یہ بھی نہیں۔ مسلک الگ الگ ہیں تو بھی اکھٹے ہو جاؤ۔ ایک ہی مسلک بنالو۔ اللہ کریم نے جن جن کو جو رکھا ہوا ہے اُسے چھوڑ دو۔ اس میں منشاء اس کا اپنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ یہ آدمیوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ تعداد کو بڑھا دیں یا قلت پیدا کر دیں۔ یا اہل ظاہر کو تبلیغ کر دے کہ دلوں کے ساتھ محبت کریں۔ جتنا جتنا کسی کو اختیار ملا اتنا اتنا چلے گا۔ اس میں کوئی فکر والی بات نہیں۔ اس کی مہربانی سے چل رہا ہے۔ اگر خواہش کا رخ، Direction اللہ ہے تو یہ خواہش من اللہ ہے۔ خواہش کا رخ اگر من اللہ ہے تو خواہش بھی من اللہ ہے۔ اگر خواہش یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے تو یہ خواہش تمہاری اپنی ہے۔ اس کا مرکز جو ہے وہ نفس ہے۔ مرکز کو دریافت کرنا ہے کیونکہ خواہش تو صبح شام پیدا ہوتی رہتی ہے، پتہ ہے بزرگ لوگ کیا کہتے ہیں کہ دل، یہ دل ایک قسم کا خانہ کعبہ ہے جو اسلام سے پہلے والا ہے اور اس میں خواہشات کے بت پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں توڑ کے تم آزاد کر دو تو پھر یہ کعبہ بن جائے گا۔ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھ جاؤ، اب اس میں خواہش آئی

ہے' خواہش کیا ہے؟ کہ ہم یہاں ترقی کریں گے۔ دنیا کی ترقی کی یہ خواہش نفس کی ہوسکتی ہے' یہ خواہش غیر کی ہوسکتی ہے۔ اگر خواہش یہ ہو کہ ہم زمین کے مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کی طرف سے آئی ہے' ادھر ہی جانا چاہتی ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون وہ خواہش جو ہے من اللہ ہے اور اللہ کا فضل چاہتی ہے۔ زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی خواہش کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ مگر انسان نظر انداز کرتا ہے' بھولتا رہتا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ٹھہرنے کی خواہش ہے تمہاری' انسانوں کی خدمت کرنے کی خواہش ہے اس کی' یہاں قوت حاصل کرنا تمہاری خواہش ہے اور خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ بس وہ خواہشات جو بزرگوں کو' پیغمبروں کو اللہ کریم نے عطا کی ہے۔

یہ سن کر رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ کریم نے کہا ہے کہ وہ اللہ ہے' پہلے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بناتا ہے' پھر واقعات کی سیر و کرواتا ہے' افلاک کی سیر کرواتا ہے' سارے زمانوں کی سیر کرواتا ہے' حال کی' مستقبل کی۔ پھر اللہ بن جاتا ہے' یہ دیکھنے کے لیے کہ میں نے جو محبت کی ہے اس کے جواب میں کیا محبت ہے۔ اور جب وہ تکلیف کی وادی سے گزرے تو اللہ نے پوچھا کہ کہیں تو اب ان کا حشر کردیا جائے۔ کیونکہ پہلی امتوں میں یہ ہوتا رہا ہے۔ مگر آپؐ نہیں مانے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر بھی رحمت ہے۔ اللہ نے کہا کہ اگر آپؐ راضی ہو تو سب ٹھیک ہے اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ ان کی اولادیں پوری کی پوری مسلمان ہوگئیں۔ یہ واقعہ ہوا حضرت نوح علیہ اسلام کے ساتھ' نہیں مانا لوگوں نے' ان کی تبلیغ ہوئی پوری نو سو سال' پھر حضرت نوح علیہ اسلام نے تجویز دی کہ مانتے نہیں' ہیں ان کو Destroy ہی کردیا جائے۔ اللہ خالق ہے سب کا۔ اللہ نے کہا کہ اگر نہیں مانتے تو سب کو ختم کردیتے ہیں۔ نہ ماننے والوں میں ان کا بیٹا بھی ہے۔ انہوں نے کہا اسے چھوڑ دیا جائے۔ کیوں بھئی؟ یہ میرا

بیٹا ہے۔ باقی اوروں کے بیٹے ہیں' وہ گئے تو اسے بھی جانے دو۔ جب نہ ماننے والوں کو بھیجا جارہا ہے تو پھر نہ ماننے والوں سے کیا رشتہ داریاں ہیں۔ وہ رشتے دار نہیں جو نہیں مانتا۔ یہ واقعہ جو ہے نہ ماننے والوں کو سزا دلوانے کا واقعہ' آپؑ کی ذات واحد ذات ہے جنہوں نے نہ ماننے والوں کی سزا تجویز نہیں کی۔ یہ ہے ایک اور مزاج۔ جو پیغمبروں کے ہاں خواہشات رہی ہیں اگر اس قسم کی آپ کے ہاں پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی ظلم کر کے چلا گیا' بددعا کی تیاری ہو رہی ہے' اب طاقتور بددعا نکالنا چاہتا ہوں' پھر خیال آیا معاف ہی کر دوں۔ اب معاف کر دینے کی خواہش جو ہے جبکہ بددعا کی تیاری ہو چکی ہے' یہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو پیغمبروں کی اطاعت میں ہے اللہ کی طرف سے ہے اور جس خواہش کا مقصد فرعونیت کی اطاعت میں ہو وہ آپ کے نفس کی بات ہے۔ خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے اور اس خواہش کو پہچاننا زندگی ہے۔ تو آپ خواہش کو پہچانتے جاؤ کیونکہ خواہش آتی جائے گی۔ یہ جو خواہش ہے اگر یہ اصلی خواہش ہے تو اس کو آنے دو۔ مثلاً آپ خود ہی اپنے آپ کا جائزہ بن جاؤ کہ کون سی خواہش ہے جو پوری کرنے کے قابل ہے۔ ایک واقعہ ہے داتا صاحبؒ کا' آپ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جا رہے تھے' کردستان کے علاقے میں پہنچے' کردستان کا ایک ڈاکو وہاں آ گیا' ہماری جماعت کا ایک امیر تھا جس کو ہم نے منتخب کیا تھا۔ ڈاکو نے آ کے کہا کہ جو کچھ ہے نکال دو۔ سب نے پیسے نکال دیئے۔ اس نے رکھ لیے۔ پھر ڈاکوؤں کے امیر نے کہا تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی۔ ہمارے امیر کے پاس سے سامان نکل آیا۔ ڈاکوؤں نے سزا سنائی کہ قافلے کے امیر کو قتل کر دو۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ تب میں نے مداخلت کی کہ یہ تو ہمارا امیر ہے' امیر قتل ہو گیا تو کیا بات رہ گئی۔ ڈاکوؤں نے کہا یہ کیسا امیر ہے جو ڈاکوؤں سے دھوکا کرتا ہے اور سچوں کا امیر جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے! تب اس نے بتایا کہ ہم ڈاکو تو ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو متوکل بنا کر بھیجیں۔

بات یہ ہے کہ آپ اس خواہش کو نکال دو کہ جمع مال و عددہ چھپ چھپ کر

خزانہ گنتے جانا ختم کرو۔ تنہائی میں بیٹھ کر نو دس کرتے جانا ختم کرو۔ کسی کے خلاف تیر' تلوار' بددعا جیسی خواہش اگر دل میں ہے تو وہ ٹھیک ہو جانی چاہیے۔ آپ دل میں کہتے ہیں کہ دیکھو اس نے بڑا ظلم کیا ہے' میرا خیال ہے اس کا زندگی گزارنا مشکل ہوگا۔ یعنی اس کے لیے کسی برائی کا انتظار کرنا' یہ بددعا ہے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ یا اللہ میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ کیا ابھی ابھی دل سے یہ دعا مانگ سکتے ہیں کہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ اب بات سمجھ رہے ہو؟ اگر اچھائی چاہو گے تو اچھائی ملے گی اور برائی چاہو گے تو یہ تمھارے اپنے لیے ہوگی۔ وہ خواہش جو کسی کے لیے برائی کی تمنا کرتی ہے یہ بھی کیا خواہش ہے۔ آپ کی اپنی جانب سے وہ خواہش جو جمع اور حاصل کی خواہش ہے' وہ خواہش جو ٹھہرنے اور طاقتور ہونے کی خواہش ہے' وہ خواہش جو فرعونی خواہش ہے وہ سب تمہاری طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو اللہ کی طرف سے ہے وہ اللہ کی طرف لے چلے گی۔ ''لے چلی بوئے علیؑ سوئے علیؑ''۔ جدھر سے آئی ادھر ہی جائے گی۔ بس بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آئے گا وہ اُدھر ہی لے جائے گا۔ اُدھر سے آنے والی ہر چیز اِدھر نہیں رہنے دے گی آپ کو۔ خواہش کا مطلب ہے ایسی دعوت جو اُدھر لے جانے والی ہے۔ جدھر کی دعوت آئے گی ادھر آپ کا رخ ہو جائے گا۔ خواہش کے بعد اپنا رخ دریافت کر لیا کرو' پہچان لیا کرو کہ یہ خواہش کدھر سے آئی ہے۔ بس پھر خواہش کا علاج ہو جائے گا۔ خواہشات ہی کا تو خیال کرنا ہے۔ دنیا میں لمبی چوڑی عبادت کا مقام نہیں ہے۔ کتنی عبادت کرو گے ساٹھ سال میں۔ میں نے پہلے گن کر بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی ہے' سوتے ہو تو نیند کی نذر بیس سال ہو گئے۔ پہلے بچپن کے کتنے سال جہالت کی نظر ہو گئے' بڑھاپا بیماری اور پرانی یادوں کی نظر ہو گئے' کچھ سال ہم بیچ دیتے ہیں رزق کمانے کے لیے' دوکان سامان دفتر وغیرہ' کپڑے بدلنے میں آپ کے تین سال لگتے ہیں' کھانا کھانے کے چار سال لگ جاتے ہیں' آپ کھانے کی ٹیبل پر پانچ سال کھاتے ہو' باقی بچ بچا کر آپ کے پاس تین چار سال رہتے ہیں' اس میں بھی ہزار کام کرنے ہیں۔ عبادت کتنی کرے گا

انسان؟ عبادت کا ایک لمحہ ہوتا ہے۔ ایک سجدہ قبول ہو جائے تو پوری عبادت ہو جاتی ہے۔ ایک بات اللہ کو نامنظور ہو جائے تو آپ کی ساری زندگی ضائع ہو گئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک کلمہ احتیاط بغیر کہہ گئے تو وہ لوگ مارے گئے۔ اس ذات کے آگے کوئی بے احتیاط فقرہ نہ کہنا۔ اللہ سے ڈرنا جو ہے اگر یہ ڈر قبول ہو گیا تو یہ عبادت ہے۔ اللہ قبول کرے۔ بعض اوقات تیری نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ وہ تو اللہ ہے۔ تمہاری نماز بھی ماری جائے گی۔ اس لیے عبادت کی طوالت پر نہ جانا۔ ایک قبول ہو جائے تو سارا مدعا قبول ہو گیا۔ ابھی ابھی ایک آدمی ملا' اس نے بات کی' آپ نے کہا میں اس کو دوست مانتا ہوں۔ حالانکہ اس کے پیچھے اتنا بڑا ماضی ہے جو آپ نہیں جانتے اور اس کے آگے اتنا بڑا مستقبل ہے جو آپ نہیں جانتے۔ وہ کون سا آدمی ہے جسے تم جانتے نہیں مگر دوست بنا لیا ــــــــــ اب دوستی نبھاؤ گے۔ اس طرح اللہ کریم جو ہے بعض اوقات آپ کی ایک ادا کو پسند فرما کر سرفراز کر دیتا ہے۔

حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص اور بہشت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور انسان دوزخ میں جا گرے۔ عبادت غرور پیدا کرے تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ گناہ عاجزی پیدا کر جائے تو شکر ہے' بچ گئے۔ اس لیے کوئی پتہ نہیں اس کے فضل کا۔

ایک شخص تھے' ان کے بارے میں اعلان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کر دی ہے' باطن میں داخل ہو گئے' ولی ہو گئے' سارے درویش گئے' السلام علیکم کہا۔ بولے میں تو شرابی کبابی آدمی ہوں' کہاں سے ولی ہو گیا' مجھے کیوں بے وقوف بناتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم خود ہی آئے ہیں' بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں' تیرے پاس کیا ہے جو اللہ نے ترقی دے دی ہے؟ بولے بات یہ ہے کہ رات کو ہم نے بہت شراب پی تھی' اسی حالت میں آ رہے تھے' سڑک پر ایک کاغذ گرا دیکھا' اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' ہم نے کہا تیری زندگی میں نیکی کی کوئی گنجائش تو ہے ہی نہیں' کاغذ کو اٹھایا' اللہ کے نام کو خوشبو لگائی اور رکھ دیا سنبھال کے۔

انہوں نے کہا پھر اللہ کا جواب سن لے۔ ''تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا ہے، ہم تمہارے نام کو خوشبودار بنادیں گے''۔ تو فرق یہاں سے محسوس کرو۔ اس لیے یادرکھنا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا، چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نہ سمجھنا، چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا، چھوٹی لغزش کو کبھی چھوٹی لغزش نہ سمجھنا، چھوٹی نیکی کو کبھی نہ چھوڑنا۔ نیکی قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو دل میں راضی رکھا کرو۔ راضی رکھنے کا اصول بتاتا ہوں۔ طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں تنہا بیٹھ کر یہ سوچا کرو کہ کیا آپ اللہ پر راضی ہو؟ اللہ پر راضی وہ انسان ہوا ہے جس نے اللہ سے کچھ نہیں لینا، مانگنا نہیں۔ بس ہم راضی ہو گئے جی، ہم نے ہاتھ اٹھا لیے دعا سے۔ اگر آپ راضی ہو گئے تو سمجھ لو وہ راضی ہو چکا ہے۔ اللہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ جو اللہ پر راضی نہیں ہوتے سمجھ لو اللہ ان پر راضی نہیں ہے۔ کبھی انسان آئینہ ہے، کبھی اللہ آئینہ ہے۔ اپنی کیفیت کے حوالے سے جو حالت ہے وہی کیفیت اللہ کی ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کیا ہے، آپ قریب آتے ہیں تو وہ قریب آ چکا ہوتا ہے۔ تبھی آپ قریب آتے ہیں۔ آپ دور ہو گئے تب وہ دور ہو گیا۔ وہ دور ہو گیا تو آپ دور ہو گئے۔ کبھی آپ Cause ہو اور وہ Effect ہے، کبھی وہ Cause ہے اور آپ Effect ہو۔ کبھی وجہ وہ نتیجہ آپ، کبھی نتیجہ وہ وجہ آپ۔ وہ دونوں باتوں میں راضی ہے۔ جو کچھ زندگی میں ہے، کمزوری، کمی بیشی، آپ راضی رہیں۔ آپ مکمل طور پر راضی ہیں تو آپ کا اللہ راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہے اللہ اس پر راضی رہے گا۔ یہ بات تنہائی میں دریافت کرو۔ مثلاً یہ چیز اللہ نے بتائی ہے، کبھی آپ کے دشمن بنا دیئے تو اس کے دشمن بنانے کے عمل پر راضی رہو۔ کافروں کو بنایا، رزق بھی دیتا ہے، راضی رہو۔ اگر آپ کو اس کائنات پر اختیار مل جائے پانچ منٹ کے لیے، پانچ منٹ کے بعد جب آپ کائنات واپس کرو تو اس میں رتی برابر تبدیلی نہ ہو۔ یہ ہے راضی انسان کی خوبی۔ پانچ منٹ کائنات میرے قبضے میں رہی ہے اور جیسی تھی ویسی رہی ہے، میں نے اس میں دخل نہیں دیا، وہ بہتر جانتا ہے، ہم اس کے کام میں دخل نہیں دیتے۔ راضی رہنے والا انسان وہ ہے جو اس کے کام میں دخل نہ

دے۔ سمجھو کہ اللہ راضی ہو گیا۔ آپ راضی ہو جاؤ' اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ بڑی نشانی ہے۔ اپنی زندگی میں دیکھو۔ اصلاح کی کوشش ضرور کرو۔ جب تک شیطان کا لفظ قرآن میں ہے شیطان رہے گا۔ جو لفظ قرآن کے اندر ہیں وہ رہیں گے۔ کافر کا لفظ ہے' کافر رہے گا۔ مومن کا لفظ ہے' مومن رہے گا۔ ہم رہیں گے' وہ رہے گا۔ ایمانداری سے کوشش کر لو' اگر آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو گیا تو تنہائی میں غور کرو کہ کیا یقین مکمل ہے۔ پھر اپنے بھائی کو شامل کرنا چاہتے ہو؟ آپ کے دل میں بخشش کا یقین ہے۔ تو جو آپ کا سگا بھائی ہے' اس کو شامل کرنا چاہیے۔ اس کو اپنی بخشش میں شامل کرنا چاہتے ہو' بہشت میں شامل کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے پیسے میں شامل کر لو' جب پیسے میں تم شامل نہیں کرتے' خالی بہشت میں شامل کرتے ہو' یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس میں زندگی کا احساس بھی شامل کر لو۔ سمجھ لو زندگی میں تم نے شامل کر لیا اور آخرت میں شامل کر لیا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و الہ واصحابہ اجمعین.

اٰمین برحمتک یاارحم الرّٰحمین.

4

1 یہ جو مولویوں کے آپس کے جھگڑے ہیں یہ بہت پریشان کرتے ہیں؟

2 نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں یا اگر گھر میں زیادہ توجہ حاصل ہو تو گھر میں پڑھیں؟

3 شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

4 اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

5 آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی، ایسے میں ہم کیا کریں؟

6 دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی، ان کی پہچان کیسے ہو گی؟

7 اتنے فرقوں کی موجودگی میں صراط مستقیم کیسے پا سکتے ہیں؟

8 مرد حق کی بڑی تلاش ہے، وہ کیسے ملتا ہے؟

سوال:

یہ جو لوگ آپس میں لڑتے رہتے ہیں' اس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ خاص طور پر مولویوں کے آپس کے جھگڑے ______

جواب:

لوگوں کے جھگڑے آپ کو پریشان کر رہے ہیں جبکہ آپ سے آپ کے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ اپنے عمل کی اصلاح کرو۔

سوال:

نماز جماعت کے ساتھ بڑی فضیلت والی ہوتی ہے' اگر کسی کو اپنے حجرے میں زیادہ توجہ ہو تو پھر ______

جواب:

مطلب یہ کہ نیت اچھی ہونی چاہیے۔ آپ علیحدہ پڑھ سکتے ہو تو علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ اگر تو اکٹھا پڑھنے سے نماز میں حرج ہو رہا ہے تو پھر بہتر ہے کہ آپ علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ مقصد یہ کہ نماز ضرور ہونی چاہیے' علیحدہ ہو یا جماعت کے ساتھ' اس میں دِقت والی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال:

تسلیم میں سکون ہے یا کہ اس محفل میں ہے' اذہان میں جو تضاد ______

جواب:

دیکھو یہ غلطی کہاں سے ہو رہی ہے۔ ''ذہن'' کی بجائے لفظ ''اذہان'' استعمال کر رہے ہیں آپ۔ لفظ ''اذہان'' میں دِقت رہے گی۔ اپنے ذہن کی بات کرو یعنی آپ کا ذہن۔ آپ اپنے اللہ کو یاد کرو، آپ کے ذہن میں سکون آ جائے گا۔ اب دوسروں کو نہیں آ رہا تو دوسرے جانیں اور اُن کا کام جانے۔ پہلے آپ اپنے سکون کی تلاش کرو۔ گروہ بندی نہ کرو۔ گروہ دو ہی ہوتے ہیں، ایک خیر کا اور ایک شر کا۔ باقی درمیان میں منافقت ہی ہوتی ہے۔ منافقت دونوں طرف مقبول ہونا چاہتی ہے، خیر میں بھی مشہور ہے اور شر میں بھی مشہور ہے، اُس کو چھوڑ دو۔ آپ یہ دیکھو کہ خیر والے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحماء بینھم ہونے چاہییں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا کہاں پر ہے؟ جھگڑا جہالت کا نام ہے۔ سورج نے کبھی ثبوت نہیں دیا اور وہ اتنا ثابت شدہ ہے کہ اُسے روشنی کو ثابت کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ ہر بار اسلام کا ثبوت دیتے ہو، اللہ کے سچا ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کو ثابت کرنے والا بھی اُتنا ہی جھوٹا ہے جتنا اللہ کو نہ ثابت کرنیوالا۔ کیا سمجھے؟ اللہ ہے! وہ ثابت نہیں ہوتا لیکن ہے۔ صرف مانا جاتا ہے، ثابت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہ ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے تو دوسرا کہے گا پھر زندگی لی کس نے ہے۔ جو بات ثبوت میں آتی ہے وہ اُس کے برعکس بھی آتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماننے والی بات ہے، جاننے والی بات نہیں۔ اللہ کا ثبوت نہ دو۔ لوگوں کو ایسی بات مت بتاؤ جو سمجھا نہیں سکتے۔ لوگوں کو ایک ہی ذات پر اعتماد کرنے کی تلقین کرو اور وہ ذات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ریفرنس وہی ذات ہے۔ اور اس ذات کے بے شمار پہلو ہیں۔ آپ لوگوں کو جو دِقت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہے باقی کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ کون سی آدھی زندگی؟ آدھی زندگی جو رات کی ہے، اُس کا ریکارڈ ہی کوئی نہیں۔ آپؐ کی شفقت کا ریکارڈ نہیں ہے تم لوگوں کے پاس۔ آپ لوگوں نے کہا کہ

جہاد کرو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا۔تلوار اٹھاؤ' کافروں کو' دشمنوں کو زیروزَبر کردو۔ یہ آپ کبھی نہیں بتاؤ گے کہ آپؐ نے معاف کر دیا۔

سوال:

شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

شریعت اور طریقت کا فرق یہ ہے کہ شریعت یعنی اللہ کی اطاعت' محبت کے ساتھ اطاعت کرنا طریقت بن جاتی ہے۔ فرض کے طور پر عبادت کرنا شریعت بن جاتی ہے اور شوق میں عبادت کرنا طریقت ہے۔شوق میں مزید عبادت کرنا اور طریقت ہے۔آپ خود ہی بتاتے ہو کہ کربلا میں شہادتِ امام عالی مقامؑ کے بعد شہید کرنے والوں نے اللہ کی نماز پڑھی اور شہید ہونے والوں نے بھی نماز پڑھی۔ یہ فرق ہے شریعت اور طریقت میں۔ بات سمجھ آئی؟ شریعت کی نماز قاتل بھی پڑھتا ہے اور مقتول بھی پڑھتا ہے' ظالم بھی پڑھتا ہے' مظلوم بھی پڑھتا ہے' لیکن طریقت کے ذریعے دل میں بات آجائے تو آپ ظالم نہیں ہو سکتے۔آپ اپنا خیال رکھو' سب دنیا سے جھگڑا نہیں ہے۔

اور پوچھو______ اب بتاؤ سوال کیا ہے______ اپنا ذاتی سوال پوچھو

______

سوال:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

جواب:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے جتنا ممکن ہو سکے اللہ کے کہنے پر عمل کرو۔ نہ عمل ہو سکے تو توبہ کرو۔ جتنا ممکن ہو سکے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر چلو۔ ناممکن ہو سکے تو توبہ کرو۔اپنے دور میں کسی انسان کی تلاش کرو' انعمت علیھم کے حساب میں۔ کہیں مل جائے تو اس کا کہنا مانتے چلے جاؤ۔ جو صفت آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ

کر دو۔ صفت اگر علم ہے تو علم خرچ کرو۔ صفت اگر مال ہے تو مال خرچ کرو، مرتبہ ہے تو مرتبہ خرچ کرو۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو اور اِدھر سے اُدھر نکل جاؤ۔ بس جھگڑا یہاں ٹھہرنے کا ہے۔ نکلنے والے جھگڑا نہیں کرتے۔ اگر یہ پتہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد سارے کے سارے بکرے ذبح ہو جائیں گے تو اب کیا لڑنا تم نے۔ جہالت لڑتی ہے، علم نہیں لڑتا۔

سوال:

آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی، ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

آپ کہتے ہیں کہ اتنا ظالم معاشرہ ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی، اور اس دور میں بھی جہاں نیکی نہیں ہو سکتی، عبادت نہیں ہو سکتی، آج بھی آپ کو مساجد بھری ہوئی ملیں گی۔ دیکھا آپ نے؟ آج بھی آپ کو خانقاہیں بھری ہوئی ملیں گی۔ پھر یہ کہ سینما ہال بھی بھرا ہو ملے گا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ اپنا اپنا Taste ہے، ہر چیز بھری ہوئی ملے گی۔ برائی کا راستہ جو ہے نیک ماحول میں مل جاتا ہے اور نیکی کا راستہ بھی بُرے ماحول میں مل جاتا ہے۔ اپنے سفر کی شرط ہے۔ انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نیکی کا موقع ہی نہیں ملا۔ بدی نہ کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔ بد ماحول میں، بدی کے مواقع میں اگر بدی نہ کرو تو یہ بڑی نیکی ہے۔ اس لیے یہ آپ گلہ نہیں کر سکتے۔ اگر یہ گلہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہوتا کہ 1988ء تک نماز پڑھو، اُس کے بعد چونکہ وقت مشکل ہو جائے گا اس لیے نماز کی رعایت ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ جواب ہو ہی نہیں سکتا کہ جی حالات ایسے تھے۔ غریب کہے گا کہ میں غریب تھا، نماز نہیں پڑھتا تھا، مگر غریبوں کے پاس غریبی جواز نہیں ہے۔ دولت مند کے پاس اتنی دولت تھی، کہتا ہے میں کیا کرتا، نماز کا ٹائم نہیں تھا ______

اُس نے دین عطا فرمایا تمہیں جس نے زندگی دی ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ

اِس زندگی میں یہ سب ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا۔ یہ ہوسکتا ہے! لٰہذا آپ دقت محسوس نہ کرو؛ پریشان نہ ہونا۔ آپ چلتے جاؤ______

ہاں جی آپ بولو______ بولو______ پوچھو______

سوال:

جناب، ہم اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں، الٰہُ العالمین مانتے ہیں۔ ہم تک پہنچی ہے یہ بات، اِسے پھیلاتے ہیں لیکن اپنی طرف سے اُس کی بارگاہ میں عجز اور شکستگی پیش کرنے کے لیے کونسا بہترین طریقہ ہے؟

جواب:

دیکھوایک طریقہ تو اُس نے بتادیا کہ آپ اس کو بلند ماننا۔ علی العظیم، ربی الاعلیٰ یہ دونوں اسماء بلند ہیں۔ بلندی کا اظہار کرتے وقت آپ جھکے ہوتے ہو۔ اس سے بہتر کوئی اظہار نہیں ہے کہ اللہ کی بلندی یہ ہے کہ ہم سجدے میں ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں نا؟ آپ جب کہتے ہو سبحان ربی الاعلیٰ تو آپ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آپ سجدے میں ہوتے ہو۔ اِس لیے اپنے عجز کے اظہار کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی بلندی یا عظمت کے اظہار کے وقت آپ جھکے ہوئے ہوتے ہو۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرے طریقے یہ ہیں کہ آپ اُس کے خوف سے کوئی ایسا کام زندگی سے نکال دو جو اس کی ناراضگی کا باعث ہوسکتا ہو۔ زندگی Pure کرلو۔ کوئی کام ایسا کرنا شروع کردو جو اللہ کے شوق میں ہو۔ یہ اظہار ہو کہ یہ کام فی سبیل اللہ ہم کرتے ہیں۔ کوئی کام اللہ کی خاطر کرو تو ساری زندگی اللہ کی خاطر ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر آپ غور کرو کہ اگر یہ ہاتھ، ایک ہاتھ اللہ کے لیے رکھ دو تو سارا وجود ہی اللہ کے لیے ہوجائے گا۔ خود بخود باقی جگہ آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہوجائے گی۔ آپ گھر میں اللہ کے لیے ایک جگہ بنا لو تو آپ کا وہاں جانا، وہاں بیٹھنا سارے کا سارا ماحول آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہوجائے گا۔ اگر آپ دل کو اللہ کے لیے رکھ دو تو اس میں خواہش اللہ کے علاوہ نہیں آئے گی۔ اب جو خواہشات ہیں وہ بتلا دو کیونکہ دل

کس کے لیے رکھا ہے؟ اللہ کے لیے۔ اب خواہش کیا آتی ہے؟ مکان بنانا ہے۔ ایک طریقہ یہی ہوا کہ آپ اس کے لیے اپنا کوئی ایک حصہ رکھ چھوڑو۔ کوئی Spot مقرر کرو جہاں اللہ کو آپ یاد کیا کرو۔ کچھ لوگوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا' زندگی میں قبرستانوں کے قریب رہے۔ ایک یہ بھی عجز کا اظہار ہے۔ عاجزی کا اظہار یہ ہے کہ سائل کو پیسے دیئے' ساتھ ہی اس کا شکر یہ ادا کیا کہ تیری مہربانی کہ تو نے مجھے سخاوت کا موقع دیا۔ عجز یہ ہے کہ تو نے مجھے محسن بنایا' یہ تیری مہربانی ہے کہ مجھ جیسا بخیل آدمی محسن ہو گیا۔ اس کا بھی شکر ادا کرو۔ باقی اللہ تعالیٰ نے بے شمار طریقے بتائے ہیں۔ اس کے تکبر کو بیان کر کے اپنے عجز کا اظہار کرنا چاہیے' اللہ اکبر' یہی آپ کا عجز ہے۔ اُس کے آگے تکبر نہیں ہے۔ عجز لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ''ہم ذرہ ہیں، ہم کچھ بھی نہیں ہیں''۔

سوال:

دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی ہیں۔ ظالم اپنا کام کر رہا ہے' مظلوم اپنا کام کر رہا ہے۔ ان کی پہچان کیسے ہوگی؟

جواب:

اس کی پہچان یوں ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ ایسا واقعہ ہو گیا کہ وہ مظلوم ہو گیا اور کہتے ہیں کہ وہ دِلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگ گیا کہ ظالم کا انتظام کیا جائے' انصاف کیا جائے' میں مظلوم ہوں' اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس کے شیخ نے آواز دی کہ جو تو تحقیق چاہتا ہے کہ دودھ پانی کی تقسیم ہو تو اس کے لیے ایک دن مقرر ہے' وہ دن مقرر ہے جب ظالم اور مظلوم الگ الگ تقسیم ہو جائیں گے' اُس سے پہلے یہ چلتا جائے گا' اس سے پہلے اپنی جان بچا! یہاں ظالم بھی رہے گا' مظلوم بھی رہے گا۔ تم خود دیکھو کہ تمہارے ہاتھ سے ظلم سرزد نہ ہو بلکہ مشورہ یہی دوں گا کہ ظالم ہونے کی بجائے مظلوم ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ ظالم نہ ہونا۔ اس کی تحقیق کوئی نہیں ہے۔ اس کی پہچان کوئی نہیں ہے۔ چپکے سے چلتے جاؤ۔ اس کے لیے ایک وقت مقرر رکھا گیا ہے کہ یہ وہ وقت ہے کہ آج دودھ کا دودھ ہوگا'

پانی کا پانی ہوگا' چھپے ہوئے گناہ ظاہر ہو جائیں گے' مخفیات جو ہیں یہ مظہر بن جائیں گی۔ کون سا دن مقرر ہے؟ ذلک الیوم الحق ایسا دن آئے گا لمن الملک الیوم آج کس کی حکومت ہے؟ تو سارے کہیں گے لللہ الواحد القھار قہار تو اس دن ہوگا جب انصاف کرے گا۔ اب تک تو رحم ہی ہے۔ رحم کرے تو وہ قہار نہیں کہلائے گا' انصاف کرے تو وہ قہار کہلائے گا۔ قرآن پاک میں ایک جگہ آتا ہے انا انذر نکم عذاباً قریباً یوم ینظر المرء ماقدمت یدٰہ ویقول الکا فر یلتنی کنت ترابا ً ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایسے عذاب سے جو قریب ہے جب انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھ نے آگے کیا بھیجا تھا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا۔ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ مل گیا تو یہ عذاب ہوگا۔ گویا کہ اعمال کے نتیجے نے فروغ نہیں پانا بلکہ آپ کو اس کے فضل نے Accomodate کرنا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا کہ کبھی اپنے عمل پہ بھروسہ کر کے' دلیر ہو کے نہ جانا' حساب کتاب زیرو ہوا پڑا ہے۔ اُس کے فضل کا حساب رکھو۔ اس لیے کبھی انصاف نہ مانگنا۔ یہ ایک عذاب ہوگا اس کا اپنا حساب ہے۔ ظالم کی' مظلوم کی تحقیق نہیں کرنی' بس آپ ظلم نہ کرنا۔ اپنا حصہ آپ چھوڑ دو اور دوسرے کا حصہ اسے دے دو۔ پھر بات آسان ہو جائے گی اور کوئی مشکل نہیں رہے گی۔

اور بولو

سوال:

یہ جو کہا گیا ہے کہ بشرھم بعذ اب علیم تو کیا عذاب کی بھی بشارت یا خوش خبری ہوتی ہے؟

جواب:

بشارت لفظ ہے "اطلاع" کا۔ خوشخبری تمہارے لئے ہے' مومنوں کے لیے' جو نہیں مانتے ان کے لیے عذاب ہے اور یہ ان کے لیے کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں کسی جگہ مومنوں کے لیے دوزخ کا نام نہیں لکھا گیا' آپ نے سارا قرآن پڑھ لیا ہے۔

کافر بچ جائیں گے یا نہیں بچ جائیں گے' اصلی بچنا آپ کا ہے۔ سماج میں

انقلاب پیدا نہ کرو بلکہ اپنا انقلاب پیدا کرو۔

سوال:

اللہ تعالی کے احکامات کی بجا آوری اگر خوش دلی سے کی جائے تو بہت ہی مبارک بات ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑی بے دلی اور جبر کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کہیں یہ بلا تو نہیں؟

جواب:

دیکھو اگر Willingly عبادت کی جائے تو یہ اس نے خود کرائی ہے اور اگر جبر میں کی جائے تو یہ آپ نے کی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے۔ حالات ساز گار نہیں ہیں اور پھر عبادت کی ہے نماز میں لطف بھی نہیں آیا لیکن فرض سمجھ کر آپ نے عبادت کی ہے تو یہ آپ کا عمل ہے، مستحسن ہے۔ وہ جو اس کا کیفیت دینے والا عمل ہے تو وہ تو ہر آدمی کرے گا۔ اللہ جس کو کیفیت دے دے وہ نماز پڑھنا شروع کر دے گا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر نماز کی افادیت کا پتہ چل جائے تو دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو نماز نہ پڑھے۔ یعنی افادیت آشکار ہو جائے تو آپ اس کو پڑھتے جاؤ گے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ نماز میں کیفیت فرض نہیں ہے، نماز فرض ہے۔ کیفیت اس کی مہربانی ہے۔ اس لیے جبر کے اندر جو آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی نماز ہے۔ کہ ہم اتنے الجھے ہوئے تھے، پھر بھی ہم آ گئے۔

لوٹ آیا ہوں میں دنیا کے ویرانوں سے

بڑی بات ہے۔ اس لیے یہ اچھا ہے۔

سوال بولتے جاؤ_______ میں نے آپ کو ٹائم دیا ہے_______ پوچھو

سوال:

موجودہ دور میں صراط مستقیم آدمی کس طرح پا سکتا ہے جبکہ آج کل اتنے فرقے ہیں کہ آدمی ایک کے پاس جاتا ہے تو کچھ اور سیکھتا ہے، اہلحدیث اور کہتے ہیں، سنی کچھ اور،

شیعہ کچھ اور۔ کافروں کے پاس جاتا ہے آدمی' قادیانیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ کچھ اور بتاتے ہیں۔

جواب:

آدمی کو ایک کام ضرور کرنا چاہیے' کہ جب تک Patient یعنی مریض شفایاب نہ ہو' ڈاکٹر کی تلاش چھوڑنی نہیں چاہیے۔ ایک بات تو یہ یاد رکھو۔ پھر آپ یہ گلہ کریں گے کہ وہ ہومیو پیتھک ہے' یہ حکیم صاحب ہیں' یہ ڈاکٹر صاحب ہیں لیکن جب تک مریض صحت یاب نہ ہو ڈاکٹر کی تلاش ضرور رکھو۔ یہ بات سمجھ آ گئی آپ کو؟ دوسرا یہ کہ اسلام بڑا آسان مذہب ہے۔ جس دن اور جس وقت اعلان فرمایا گیا' اسلام دینے والے نے کہا کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور نعمت کی انتہا کر دی۔ جب دین مکمل ہو گیا تو یہ ایک خاص وقت ہے۔ اس کے بعد مکمل دین میں جو اضافہ کیا گیا آپ وہ نکال دو۔ مکمل میں اضافہ مکمل کے خلاف ہے۔ اور اس میں تخفیف بھی نہ کرو۔ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ اس میں ''خنزیر'' کا لفظ ہے' شیطان کا لفظ بھی موجود ہے۔ ''شہوات'' کا لفظ بھی موجود ہے اور علیٰ ہذا القیاس' ہر شے ہی موجود ہے لیکن ہے قرآن۔ مقدس اس لیے ہے کہ اس کا لکھنے والا یاد دینے والا اللہ ہے۔ اگر اس کتاب کا مصنف کوئی اور ہوتا تو یہ ملی جلی کتاب ہوتی۔ جب تک آپ خود سچے نہیں ہوتے آپ کے لیے سچ کی تلاش بے معنی سفر ہے۔ جب تک آپ کسی ایک کو سچا نہیں مانتے تب تک کسی کے راستے پر چلنا بے معنی ہے۔ اب دو چیزیں آپ کو کرنی ہیں۔ نمبر ایک کسی کو سچا مانو۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ فرض کرو کہ وہ جھوٹ کہے تب بھی سچ ہے۔ ٹیچر بتاتا ہے کہ اس کو ایسے پڑھو' کہتا ہے اس کو ایسے کیوں پڑھیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس کا فارمولا ہی ایسے ہے۔ تو آپ اس فارمولے کے عین مطابق پڑھو۔ استاد اس کو مان لو یا خود استاد بنو۔ جب ایک استاد نے الف سے آگے ب پڑھایا تو وہ کہتا ہے ملا جی الف کے بعد ب ہم نے نہیں پڑھنا۔

الف سانوں کلا نظر آیا
اسی ب نوں بنے لایا

یعنی ہمیں تو الف اکیلا نظر آیا ہے اس لیے ہم نے ب کو ایک طرف کر دیا ہے۔ اگر تم نے چاول نہیں دیکھے تو دوکاندار نے جو دیا تم وہ لے کے آ جاؤ گے۔ جو چیز لینے چلے ہو اس سے آشنائی ضروری ہے۔ اب دین میں فرق نہیں ہے' شریعت میں کہیں بھی فرق نہیں ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اللہ کو مالک مانو' پھر کہیں دقت نہیں ہے۔ کسی چیز کے اندر دقت نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اسلام کو مذہب مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اپنے آپ کا بھی تھوڑا سا احترام کرو۔

میرا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

چار دن بعد مٹی میں مل جانا ہے' کچھ تو خیال رکھ لو۔ ایک وقت کے بعد چلے جانا ہے۔ اب کہیں نہ کہیں اصلاح چاہیے۔ اصلاح کے دو فارمولے استعمال کرنے والا کبھی اصلاح نہیں کر سکتا۔ ایک فارمولے سے اصلاح ہوگی۔ ایک استاد بناؤ Any one۔ اب دیکھو اہلِ حدیث بھی ٹھیک ہیں' بریلوی حضرات بھی ٹھیک ہیں' اہل فکر بھی ٹھیک ہیں' اہل ذکر بھی ٹھیک ہیں لیکن وہ آدمی جھوٹا ہے جو اہل فکر میں بھی بیٹھتا ہے اور اہل ذکر میں بھی بیٹھتا ہے' بریلوی میں بھی بیٹھتا ہے' دیوبندی میں بھی' وہ آدمی جھوٹا ہے۔ یہ چاروں پانچوں طبقے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ اگر کوئی چاروں میں بیٹھتا ہے تو وہ جھوٹا ہو جائے گا۔ اس لیے کہیں Settle Down ہو جاؤ۔ پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ زندگی کا میلہ کیا ہے۔ Try to settle down, somewhere پھر آپ پر بات آشکار ہوگی۔ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ اندھوں نے ہاتھی دیکھا' اب بیٹھ کر موازنہ کر رہے ہیں۔ اندھے ہیں بے چارے' سونڈ والے نے کچھ دیکھا' جسم والے نے کچھ' جس نے پورا ہاتھی دیکھا وہ کہتا ہے تم "جھلے" ہو تم سارے سچ کہہ رہے ہو لیکن سچ اس سے بڑا ہے۔ اس لیے جس نے جتنا جتنا سچ دیکھا ہے اس کو اتنی اتنی سمجھ آ رہی ہے۔ آپ کوشش کرو کہ آپ ذرا Variety میں آؤ اور پورا سچ دیکھو۔ اور ان لوگوں کی زندگی کو آسان بناؤ' یہ بے چارے بدنیت نہیں ہیں' کچھ اپنی اپنی مجبوریوں

میں ہیں۔ آپ مسلمان لوگ ہو' یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اصلی سچ کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' اللہ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' قرآن پاک کے ساتھ تلاوت کا تعلق ہے اور زندگی کے ساتھ محبت کا تعلق ہے' اس کو لطف کے ساتھ گزارو' بحث نہیں کرو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی ایک طرف لگ جاؤ' کسی ایک طرف۔

سوال:

اسی طرح اگر کوئی حق کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو فرض کریں کہ وہ قادیانیوں کے پاس پہنچ جاتا ہے_____

جواب:

آپ تو نہیں جاسکتے' آپ صرف بحث کر سکتے ہو۔ آپ ان کے پاس کبھی نہیں جاسکتے۔ جب آپ نہیں گئے تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ فرض کریں میں ان کے پاس چلا جاتا۔ کیسے چلا جاتا' وہاں تو تم تھے ہی نہیں۔ ''فرض کریں میں ایکسیڈنٹ کی جگہ پر ہوتا تو مرجاتا وہاں پر''۔ لیکن تو وہاں تھا ہی نہیں' اب کیا کہتا ہے تُو قادیانیوں کے پاس نہیں گیا' تُو اگر وہاں جاتا تو کیا ہوتا؟ یہ ہے Imaginary Accident۔ ایسا Event۔ Which does not happen اگر Happen ہوتا تو اور چیز Happen ہو جاتی۔ لہٰذا یہ سب مفروضے ہیں۔ آپ نے اللہ کا سفر کرنا ہے' زندگی کے اندر کرنا ہے' چار دن کی زندگی ہے' اس کو زیادہ مبالغہ آرائی میں ضائع نہ کرو۔ عقیدت کا سفر ہے' آرام سے طے کرلو' انسانوں کے ساتھ Dealing اچھی کرلو اور ان کے ساتھ سلوک بہتر کرو۔ اللہ آپ پر بہت خوش ہے۔ اللہ اس طرح Deal نہیں کرتا جس طرح کہ لوگ کہتے ہیں۔ آپ سنی بن جاؤ' شیعہ بن جاؤ' سارے ہی چلتے آرہے ہیں' لیکن جھوٹا شیعہ بڑا جھوٹا ہے' جھوٹا سنی بڑا ''مکڑ'' ہے اور جھوٹا کافر بھی بڑی بُری شے ہے۔ سچا کافر بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر شکست کھا جائے تو کلمہ ضرور پڑھتا ہے۔ یہاں پر یہی ہوا' پہلے فقیر آئے' درویش آئے' کافروں سے مقابلہ کیا'

جوگیوں سے مقابلہ کیا' وہ شکست کھا گئے تو بولے سرکار اب ہم کلمہ پڑھیں گے۔ آج کا مسلمان دس مرتبہ شکست کھائے گا اور پھر بھی کلمہ نہیں پڑھے گا۔ کوئی منافقت والی بات آ گئی ہے۔ اس لیے آپ منافق نہ بننا۔ آپ ایک طرف چلتے جاؤ اور باقی لوگوں کے لیے دعا کرو' اچھا رستہ مل جائے گا خیر سے۔

سوال:

قرآن پاک کی ایک آیت ہے' اس کے مطابق ہر گروہ ہے جو اپنے Knowldege کے مطابق خوش ہے' صحیح ہے یا غلط ہے۔ لیکن ایک آدمی جو بی ایس سی یا ایم ایس سی کرتا ہے اسے عام طور پر اسلام کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ جب اسلام کی جستجو میں نکلتا ہے تو کس طرح کس کے پاس جائے؟

جواب:

دیکھو آپ قریب قریب ہو' اگر تھوڑی بات سمجھو تو سمجھنے کا آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ سمجھانا نہ شروع کر دینا' یہ پہلی بات ہے۔ سمجھانے کی کوشش نہ کرو تو آپ سمجھنا شروع کر دو گے۔ کسی تلاش' کسی سفر' کسی ضرورت کی جب تک اندر سے Urge پیدا نہ ہو وہ بے معنی ہے' گمراہی ہے۔ اب آپ کسی کے کہنے پر سفر کر رہے ہو تو بات بے معنی ہو جائے گی۔ کسی نے کہا کہ بھینس بیمار ہے۔ بولا یہ دوائی پلا دو۔ اس نے دوائی پلا دی۔ بھینس مر گئی۔ اس نے کہا کہ یہ کیا دوائی پلا دی ہے' کہتا ہے میں نے بھی اپنی بھینس کو یہی دوائی پلائی تھی۔ پوچھا کہ تیری بھینس کا کیا بنا تھا؟ کہتا ہے کہ میری بھینس بھی مر گئی تھی۔ بات یہ ہے کہ تم کس کے کہنے پر اللہ کا سفر کر رہے ہو؟ یہ کوئی چھوٹا سفر نہیں ہے کہ بغیر دلیل کے اللہ کی تلاش میں چل پڑا۔ چھوٹی سی چیز لینی ہوتی ہے بازار سے تو پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے' کہاں جانا ہے' اس کے کیا انتظامات ہیں' کیا واقعات ہیں؟ اور آپ گھر سے نکل کر' بی ایس سی سے پہلے بلکہ رزلٹ سے پہلے اللہ کی تلاش میں نکل پڑے کہ تھوڑا سا وقت ہے ابھی رزلٹ آنے میں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو اللہ کو تلاش کرنے سے پہلے کم از کم کچھ تو محرم ہونا چاہیے' اور اپنی

ضرورت کے Genuine ہونے کا شعور ہونا چاہیے' اور پھر تیسری چیز یہ ہے کہ کوئی انسان آپ کے سامنے ایسا ضرور ہونا چاہیے جس نے اس سفر میں آپ سے پہلے راستہ طے کیا ہوا ہو۔ چوتھی بات ضرور یاد رکھنا کہ اللہ کے پاس جانے کے لیے جب بھی پہنچو گے انسان کے پاس پہنچو گے۔ اللہ کا سفر انسان پر ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ راز کی بات ہے' بعد میں سمجھ آئے گی۔ یہ بات جان لو کہ کچھ حقائق تیس سال تک سمجھ آتے ہیں' کچھ حقائق چالیس سال کے بعد سمجھ آتے ہیں۔ کچھ حقیقتیں عمر کے ساتھ سمجھ آتی ہیں' ٹائم کے ساتھ سمجھ آتی ہیں۔ جس نے بیٹی بیاہی ہے اس کا واقعہ اور ہے' جس نے بیٹا بیاہا ہے اس کی کہانی اور ہے۔ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔ اس لیے بڑے صبر کے ساتھ' بڑے تحمل کے ساتھ اس سفر کو Confusion سے بچانا۔ آپ اس کو جا کے دیکھو' دوسرے کو جا کے دیکھو۔ آپ اپنے لیے فیصلہ کر لو۔ یہ نہ ہو کہ آپ دیکھتے ہی رہ جائیں اور میلہ ختم ہو جائے۔ کہیں نہ کہیں وابستہ ہو جاؤ اور اپنا سفر جاری رکھو۔ باقیوں کو چھوڑ دو۔ کہیں نہ کہیں' جیسے جہاں مرضی ہو وابستہ ہو جاؤ۔ آپ ہمارے پاس تو ویسے بھی آ سکتے ہو۔ آپ کہیں وابستہ ہو آؤ۔ ہو آؤ تو یہ بہتر ہے۔ گھبرانا نہیں ہے۔ بحث نہیں کرنی۔ دین میں بحث نہ کرو۔ خدا کو Prove نہ کرو۔ مذہب پر بحث بند کرو۔ اسلام کو Discuss کرنا بند کر دو۔ اسلام علم نہیں ہے' اسلام عمل ہے۔ بس عمل کرتے جاؤ' کسی کو معاف کر دو' کس سے معافی مانگ لو۔ کسی کی تھوڑی سی خدمت کر دو' یہ عمل ہے۔ دھیان کرو' آسان سی بات ہے' گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بہتر وقت آ جائے گا۔

اب اور سوال پوچھو ______ ہاں جی بولو!

سوال:

آج کل جو تبلیغ ہوتی ہے' کتابوں کے ذریعے یا لاؤڈ سپیکر سے' اس کا لبِ لباب یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی مختصر سی ہے' اس کے بعد موت ہے' پھر آخرت ہے' آخرت میں ایک جنت ہے اور ایک دوزخ۔ آپ اچھے کام کریں تو آپ جنت میں جائیں گے نہیں تو دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اب یہ والی جو تبلیغ ہے وہ ایک ماڈرن Thinking آدمی کو

اپیل نہیں کرتی۔ اگر تبلیغ ہم اس طرح کریں کہ اسلام میں آپ داخل ہو جائیں تو یہ زندگی آپ کی بڑی خوشگوار گزرے گی تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب:

ایک درویش تھے، بڑے جید درویش، اور ان کے ایک مرید تھے۔ ان کے وہ مرید ایک یہودی کے پاس گئے کہ بھائی اسلام لے آؤ، بڑی اچھی بات ہو جائے گی۔ یہودی نے کہا اگر تو اسلام ہے تمہارے پیر والا تو ہم اس کے قابل نہیں ہیں اور اگر اسلام تمہارے والا ہے تو یہ ہمارے قابل نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مبلغوں سے جان بچاؤ، تبلیغ سے اسلام کو بچاؤ، مسجدوں کو مولویوں سے بچاؤ، خانقاہوں کو پیر سے بچاؤ، استادوں سے علم کو بچاؤ، تباہی تو یہاں ہوئی ہے۔ اب آپ لوگ ذرا دھیان کرو اور اپنا رستہ سوچ کے طے کرو۔ تبلیغ نہیں کرنی ہے، اپنا رستہ لینا ہے۔ ایک جنت ہے، ایک دوزخ ہے۔ یہ آپ کو اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ جنت دوزخ ہے۔ کافروں سے تو اللہ نے بات ہی نہیں کی۔ کافروں کو آپ بتا رہے ہو کہ جنت دوزخ ہے۔ وہ تو خدا کو نہیں مانتے، خدا کی بنائی ہوئی جنت کو کہاں مانیں گے۔ کیا خداوند تعالیٰ Does God want to see everyone a muslim دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو مسلمان دیکھنا چاہتا ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ اپنی اس چاہت پر قادر ہے؟ کیا خدا کو کسی نے روکا ہوا ہے؟ کیا خدا کے پاس زمینوں اور آسمانوں کے خزانے نہیں ہیں؟ للہ جنود السمٰوٰت والارض کیا مسلمان غریب نہیں ہیں؟ کیا مسلمانوں کے پاس پریشانیاں نہیں ہیں؟ اگر آپ کسی ہندو کو مسلمان کر لو گے تو بڑی سے بڑی بات یہ کہ اسے اپنا جیسا کر لو گے، بیمار، بیزار، پریشان۔ اور تم نے جو تبلیغ کر رکھی ہے اس کے مطابق تو مسلمانوں نے بھی جنت میں نہیں جانا۔ ''مرنے کا منظر، موت کے بعد'' وغیرہ۔ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ کتاب والوں نے لکھا ہے کہ آپ لوگ دوزخ میں جاؤ گے۔ پھر آپ دوزخ میں جاؤ گے تو بندہ کہے گا کہ شکر ہے یار، میں نے تمہارا کہنا نہیں مانا۔ تو نے یہاں ہی آنا تھا تو اتنا ''اوکھا'' کیوں ہوا تھا۔

اس لیے تبلیغ کی بات نہیں ہے' یہ ایمان کی بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کافر کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں ۔ ہم نہیں برداشت کر سکتے ۔ اللہ تعالیٰ قادر ہو کر 3/4 مخلوق کو برداشت کرتا ہے' روز رزق دیتا ہے' اور تم برداشت نہیں کر سکتے' تم کیسے ہو بھئی ۔ پوری دنیا کے اندر 75 فیصد لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور وہ ان کو رزق دیتا ہے کہ اچھا مان نہ مان' روٹی کھالے' یہ پیسے بھی لے لے' اور بھی واقعات کر لے۔ اور تم سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ کہ ہم نہیں برداشت کر سکتے' یہ مشکل بات ہے۔ تو یہ واقعہ ہے۔

آپ برداشت کرو کیونکہ آپ کا مالک بھی برداشت کر رہا ہے۔ تبلیغ سے بچنے کی کوشش کرو۔ اپنی اصلاح کا سوچو۔ اللہ کا جن لوگوں پر احسان ہوا اگر ان کو انٹرویو کرو تو دیکھو گے کہ ایک آدمی کہتا ہے میری والدہ نے دعا کی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اب یہ عبادت تو کوئی نہیں ہے ۔ ماں اس کے لیے صرف دعا ہی کر گئی اور وہ ولی بن گیا۔ ایسا ہوا ہے۔ کسی نے کتے کے پلے کو سردی میں بارش سے بھیگنے سے بچایا' گھر لایا' گرم کیا' ولی ہو گیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز والے بھی اللہ کے قریب ہو گئے' حج والے بھی ہو گئے' قرآن والے بھی ہو گئے' پیسے والے بھی ہو گئے' یہ بے شمار رخ ہیں اللہ کے قرب کے۔ راز کی بات یہ ہے کہ اپنے وجود کی کائنات' اختیار کی کائنات میں آپ نے اللہ کا کتنا حصہ رکھا ہوا ہے' اتنا ہی آپ اللہ سے لے لو۔ بس۔ اس کی کائنات میں تمھارا اتنا ہی حصہ ہے مثلاً ایک فیصد رکھا ہوا ہے' آدھا فیصد رکھا ہوا ہے یا صرف باتوں تک رکھا ہوا ہے۔ واللہ خیر الماکرین وہ پھر تمہیں اڑا کر رکھ دے گا۔ آپ خلوص سے اس کی طرف مائل نہیں ہوئے' مائل ہو جاؤ تو کائنات آپ کی ہے۔

ہاں جی اور سوال بولو_______پوچھو_______

سوال:

تبلیغ سے بچو اور تبلیغ نہ کرو۔ اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔

جواب:

جب تک تمہیں صداقت کا شعور نہ ہو تو تم صداقت کو بیان نہ کرو۔ جھوٹا انسان سچے قرآن کو بیان کرے گا تو تاثیر نہیں ہوگی۔ قرآن میں پہلے ہی وارننگ دی ہوئی ہے' ھدی للمتقین یعنی یہ کتاب ہے' متقی پہلے بنو پھر یہ تمہیں ہدایت دے گی ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یضل به کثیراً و یھدی به کثیرا کتنے ہی لوگ قرآن پڑھ کر گمراہ ہوئے۔ قرآن سے لوگوں نے عمل نکالا' رمل نکالا' تعویذ نکالا' مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لیے اس میں سے وظیفے نکالے' حساب نکالے' یاقھار اپنے بھائیوں کے راستے میں دیواریں بنائیں۔ ''اور ان کے سامنے بھی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار ہے'' سورہ یٰسین میں ہے' وجعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً وظیفہ پڑھ کے اندھا کر دیا۔ یہ سارے واقعات ہیں' اس لیے تبلیغ کرنے سے پہلے Understand کرو That you are a soldier of God سولجر آف گاڈ یعنی آنریری سولجر' پیسے مانگنے والا نہیں۔ تو آپ اللہ کے دین کو اللہ کے لوگوں میں فی سبیل اللہ پھیلاؤ۔ کب؟ Try to Know پہلے جانو۔ یہاں پر Raw Material اٹھ کے کھڑا ہو جاتا ہے اور شروع ہو جاتا ہے۔

بندر کو کہیں سے ہلدی کا ٹکڑا ملا۔ کہنے لگا دوکان بناؤں گا۔ اب ہلدی کے ٹکڑے سے دوکان تو نہیں بنا کرتی۔ کچھ تو آپ بھی سوچو۔ اقبالؒ کا شعر سنو ؎

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے پہلو میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پھر بات خود بخود نکلے گی' Spontaneous Eruption پھر تبلیغ خود بخود ہو جائے گی۔ تبلیغ اس وقت ہوتی ہے جب تمہارے آنسو Genuine ہو جائیں' مگرمچھ کے آنسو مرنے دو' جو آنسو بچ جائیں گے تب لوگ خود بخود تمہارے ساتھ آ جائیں گے۔ کوئی کسی کو مارنا چاہتا ہے' گالی دینا چاہتا ہے تو کہے گا تو نماز نہیں پڑھتا۔ اور کوئی طریقہ نہیں تھا' بس کہتا ہے تو نماز نہیں پڑھتا' تو گدھا ہے______ وہ شخص تبلیغ کرے جس کو اپنی نماز کے منظور ہونے کی کم از کم

تھوڑی سی گارنٹی ہو۔ اور جس کی نماز لوٹا کے اس کے منہ پر دے ماری جا رہی ہے وہ کیا تبلیغ کر رہا ہے۔ جس شخص کو جنت میں جانے کی اپنی تھوڑی سی گارنٹی ہو وہ جنت میں دوسرے کو لے جائے۔ تیسری بات یہ کہ آپ جنت میں جس کو شریک کرنا چاہتے ہو اس سے آپ کو محبت ہو۔ جبھی تو آپ کہو گے کہ اے میرے بھائی، پیارے بھائی، میں جنت میں جا رہا ہوں، ''تسی میرے نال چلو'' اور ثبوت کیا ہے پیار کا؟ اس کو تھوڑی سی دولت بھی دے دو۔ کہتا ہے کہ دولت میں نہیں دیتا، جنت میں شریک کرتا ہوں۔ تو یہ جھوٹا ہے۔ یہاں شریک نہیں کرتے، یہاں اس کو دیتے نہیں ہو اور جنت میں اس کو مکان دے رہے ہو، یہ غلط بات ہے۔ اس لیے تبلیغ کی بات کیا ہے First of all, understand what you are going to preach نمبر دو، جس آدمی کو تبلیغ کرنی ہے، بے تعلق تبلیغ نہ کرنا۔ بے تعلق تبلیغ کیا ہے ''صاحبان، مہربان، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ______ وغیرہ'' نہ میں نے جانا کہ وہ کون ہے اور نہ اسے معلوم کہ میں کون ہوں۔ پھر سب چلے گئے۔ تعلق ہونا چاہیے۔ تعلق کے ساتھ اس کے کان میں Whisper کر دے کہ بھائی یہ کام چھوڑ دو۔ تو تبلیغ کیسی؟ مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا شغل بند کر دو۔ یہ تبلیغ کا شارٹ سرکٹ ہے۔ تیرا نام کیا ہے؟ ذوالفقار علی ہے۔ تُو تو مجھے شیعہ لگتا ہے، کون ہو؟ مسلمان ہو، بسم اللہ۔ لیکن یہ نہ کہنا کہ تو اور مسلمان ہو جا۔ اپنے آپ کو دیکھ، اپنا جائزہ لے۔

اُودیاں اوجانے تو اپنی توڑ نبھا

پہلے تُو اپنے آپ کو دیکھ کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ None will be allowed to bear the burden of anyone else کسی کو اجازت نہیں ملے گی۔ اپنے بوجھ کو دیکھ کہ کیا بنا پڑا ہے تیرے ساتھ، کہیں قرآن کے دو لفظ پڑھ کر تبلیغ نہ شروع کر دینا۔ ''صاحبان، مہربان، مجھے اللہ تعالیٰ نے دو عنایات دی ہیں، ایک تو میری یادداشت بڑی اچھی ہے، دوسرا، پتہ نہیں کیا تھا، وہ تو بھول ہی گیا ہوں''۔ ایسا نہ ہو کہ دو آیتیں پڑھ کر شروع ہو جاؤ۔

نصیحت کیا ہے؟ اب تبلیغ نہ کرو۔ اور جس نے قرآن پڑھایا ہے زندگی بھر اس کو یاد رکھو۔ اشکرلی ولوالدی میرا شکر ادا کرو، والدین کا شکر ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے میرا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ اپنے محسن کو تلاش کرو۔ یہ زندگی میں آسان راستہ ہے۔ جس نے تجھ پر احسان کیا ہے' کون ہے جس نے تجھے Bless کیا' بس اس کو تلاش کرو۔ اس کے نام سے کہانی شروع ہو جائے گی۔ بس تبلیغ بہتر ہو جائے گی۔ تبلیغ تعلق کے ساتھ ہے' محبت کے ساتھ ہے' بحث کرنے میں نہیں ہے۔ تبلیغ کو حکم نہ بناؤ' تبلیغ کو مشورہ نہ بناؤ' تبلیغ کو محبت ہی بناؤ۔ بس پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ بیمار کے پاس جا رہے ہو' اس کو دوائی دے دو' بس پھر وہ تمہارے دین پر آ گیا۔ خود ہی آ جائے گا۔ آپ یہ کرتے ہو کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے' مجھے اس کے لیے کچھ پیسے چاہییں' آپ کہیں گے کہ پہلے کلمہ سناؤ' نماز پڑھو۔ اس کو پیسہ نہیں دے گا' قرآن پڑھائے گا' نمازیں پڑھائے گا' اس کا مسئلہ حل نہیں کرے گا۔ ایسی تبلیغ نہیں ہونی چاہیے۔ تبلیغ یہ ہو کہ اس کا مسئلہ بھی حل کرو اور اس کو ایمان بھی دو۔ چور کا ہاتھ ضرور کاٹو لیکن پہلے اس کا فاقہ کاٹو۔ اگر فاقہ نہیں تھا اور اس نے چوری کی ہے تو پھر اس کا ہاتھ کاٹ سکتے ہو۔

سوال:

مردِ حق کی بڑی تلاش ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ کیوں چھپے ہوئے ہیں' کہاں چھپے ہوئے ہیں______

جواب:

ایک آدمی نے کسی اور آدمی سے پوچھا کہ مردِ حق کی پہچان کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا تو نے اسے شہید کرنا ہے؟ مردِ حق سے تیرا کیا تعلق ہے؟ مردِ حق وہ ہے اور تجھے اس سے کیا واسطہ۔ جب تک تو حق نہیں بنے گا مردِ حق تیرے لیے کچھ نہیں ہے' تو ذبح کر دے گا اس کو۔ نا آشناؤں نے مردانِ حق کو ہمیشہ شہید کیا ہے۔ تو اللہ کرے کہ تجھے مردِ حق سے آشنائی نہ ہو۔ یا مردِ حق تجھے اس وقت ملے جب تو حق آشنا ہو جائے تاکہ تو اس کے مقابلے

میں نہ آ جائے۔ اس لیے ذرا یہ دیکھو کہ سینگوں والا بیل پوچھے کہ مردِ حق کہاں ہے' شیر پوچھے کہ بکری کہاں ہے' تو بڑی پریشانی والی بات ہے۔ اس لیے مردِ حق کا اس وقت پوچھو جب حق آشنا بن جاؤ۔ تیری حق آشنائی کا انعام ہے مردِ حق۔ اس سے پہلے وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ اب سیانا ہو گیا ہے یعنی مردحق سیانا ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم ہمیشہ ذبح ہوتے آ رہے ہیں' اس مرتبہ ہم نے ذبح نہیں ہونا۔ آج کل وہ قابو نہیں آتا۔ جب بھی نظر آیا وہ شہید کر دیا جاتا ہے اور یہ لوگ فوراً پہچان لیتے ہیں کہ مردِ حق آ گیا ہے۔ کہتے ہیں مردِ حق کو ڈھونڈو' پوچھتے ہیں کہ کیا آپ مردِ حق ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا فضل ہے۔ کہتے ہیں دیکھ تیرا انتظام کرتے ہیں' بعد میں مقبرہ بنا دیتے ہیں۔ اس لیے مردِ حق اب سیانے ہو گئے ہیں۔ کسی نے پوچھا آپ مردِ حق ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم مردِ حق نہیں ہیں۔ آپ اسلام میں نہیں ہو؟ کہتا ہے کہ ہم تو یہودی لوگ ہیں۔ وہ چھپ کے ملے گا اور جب آپ سے اس کو خطرہ نہ رہا وہ پھر خود کو ظاہر کر دے گا۔ ورنہ آپ نے تو بڑے لوگوں کو ذبح کیا۔ جہاں کہیں اچھا سا جانور رہو آپ اس کو نہیں چھوڑتے' پکڑ لیتے ہو۔ کہیں بھی کوئی اچھی چیز ہو پنجرے میں بند کرنا آپ کا پرانا شغف ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ مردِ حق آپ سے بچا ہی رہے۔ ویسے اگر آپ محبت سے کہہ رہے ہیں تو خدا آپ کو حق کے راستے پر چلائے۔ اس راستے کے بغیر مردِ حق نہیں ملے گا۔ حق کے راستے پر جو شخص آپ کو چلائے گا وہ مردِ حق ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟ کہیں ایسا نہ کرنا کہ آپ اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جاؤ۔

سوال:

آج کل کے معاشرے میں بہت رشوت ہے اور اس کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتے۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب:

مان لیا جائے کہ رشوت کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتا' رشوت دینا ضروری ہے تو سوال کا یہ حصہ Clear ہے کہ جہاں دینے کا تعلق ہے' آپ نے مجبوری میں دے دیا اور

اپنا جائز رستہ لے لیا' اب آپ توبہ کرلو کہ اس کے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں۔ جہاں لینے کا مقام آتا ہے تو وہاں اگر جواز دے رہے ہو تو غلطی ہے۔ آپ کبھی رشوت لینے والے نہ بنو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی دینے والے بھی نہیں رہو گے۔ اگر رشوت لینے کو جواز بنا رہے ہو تو ایک اور کام کرو' رشوت اپنے معصوم بچوں کو نہ کھلانا۔ یہ لوگ برباد ہو جائیں گے۔ بس یہ نصیحت ہے۔ اولاد گستاخ ہو جائے گی' گمراہ ہو جائے گی' گنہگار ہو جائے گی۔ رشوت نہ لوئی ہے تو پھر بچوں کو نہ کھلاؤ۔ جہاں تک رشوت دینے کا تعلق ہے تو کہتا ہے کہ ویزہ نہیں لگ رہا تھا' کہاں جانا ہے؟ ''روزے دی جالی چم لین دے'' چل پھر محبت میں یہ ٹھیک ہے۔ سماج کے اندر اگر برائی ہو رہی ہے تو اسی سماج کے اندر نیک بندے بھی موجود ہیں۔ آج بھی سماج کے اندر برے لوگ موجود ہیں' آج بھی سماج کے اندر نیک لوگ موجود ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں ہر چیز موجود ہے' آج بھی لوگ محبت سے نعت کہہ رہے ہیں' آج بھی قتل کرنے والے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ نیکی پر راستہ بند ہو گیا ہے۔ اگر آپ نیک وقت گزارنا چاہو تو گزر سکتا ہے۔ جواز کوئی نہیں ہے۔ آج بھی آپ رشوت کے بغیر زندگی بسر کر سکتے ہو' رشوت کا جواز نہیں ہے' بسر کر سکتے ہو' کوشش کرو' بسر کرنے کے لیے توبہ کرو۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمارے لیے اپنا راستہ آسان فرما! راستے کی مشکلات دور فرما!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین.

آمین ______ برحمتک یا ارحم الرحمین

1 کیا جنت نام کی کوئی چیز اس دنیا میں مل سکتی ہے' بے شک اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہوں؟

2 موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

3 تصورِ شیخ کی وضاحت فرما دیں؟

4 اللہ کا غیر اور اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

سوال:

یہ جو جنت ہے، بڑے دائمی سرور اور سکون کی جگہ، جو روزِ محشر حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ عطا کریں گے، کیا جنت نام کی کوئی چیز ہمیں اِس دنیا، اس زندگی میں مل سکتی ہے، بے شک اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہوں؟

جواب:

اپنا سوال سوچ کے کیا کریں، یہ جو سوال ہے، اس سوال میں غلطی یہ ہے کہ ''جنت نام کی چیز''، ''جنت نام کا مقام'' تو ''نام'' کا لفظ بھی نکال دو۔ ماننے والے ایسا نہیں کہتے۔ جنت اور جنت نام کی چیز میں فرق ہے۔ زبان کے حساب سے کیا فرق ہے؟ ایک ہے جنت اور ایک ہے جنت نام کی شے۔ ''جنت نام کی شے'' میں بولنے والا، اپنے آپ کو تھوڑا سا لاتعلق محسوس کرتا ہے۔ مثلاً ''باپ نام کا آدمی'' اور ''باپ'' میں فرق ہے۔ ''باپ نام کا آدمی آیا ہوا ہے'' اور ''ابا آیا ہوا ہے'' میں فرق سمجھو۔ پوچھا آپ کیوں پریشان ہیں۔ کہتا ہے اُولاد نام کی کسی شے نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ''اولاد'' میں اور ''اولاد نام کی چیز'' میں کیا فرق ہے، یہ مدِنظر رکھو۔ اب سوال کیا بنا؟ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، پھر آپ نے جنت کی وضاحت کردی کہ یہ دائمی سرور کا مقام ہے۔ آپ نے کیسے وضاحت کرلی؟

سوال:

ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے۔

جواب:

ٹھیک ہے! کتابوں میں جو مقام پڑھا ہے اس میں دائمی سرور ہے یا مقام حور ہے' اب اس میں سے آپ تلخیص کر رہے ہیں کہ اس میں حور بے شک نہ ہو۔ آپ کون ہیں ترمیم کرنے والے۔ لہٰذا آپ جنت کا اپنا تصور بنا رہے ہیں کہ اس میں سے حوریں نکال دو جی! کیوں نکال دو جی؟ یا یہ کہیں گے کہ اس میں کوئی شے ڈال دو۔ وہ کوئی مقام ہے' جو بھی ہے' جنت ہے' تو جیسی ہے' درخت بے شک نہ ہوں' دودھ کی نہریں جو ہیں' دودھ تو ہمیں راس نہیں آتا' ہضم نہیں ہوتا۔ اب یہ بیان کا مقام نہیں ہے۔ حوریں کیا کریں گی' وہ تو بچوں جیسی ہوں گی' ہم لوگ عمر رسیدہ ہوں گے' چلنے کے لیے لاٹھی چاہیے ہوگی' نہ یہ بات کرنے والی ہے' نہ یہ بات سمجھنے والی۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ جنت دائمی شباب کا مقام ہے۔ جس یقین کے ساتھ آپ کو اعتماد ہے کہ آپ کو یہ مقام حاصل ہوگا' یہ یقین کیسے ملا؟ جب کہ جنت سے تعارف نہیں ہے' حاصل نہیں ہے' تو اس کا اعتماد کس بات پر ہے؟ جنت کے حاصل ہونے کی توقع اس زندگی میں' اس کے حاصل ہونے سے پہلے کیسے ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ کیا ایسی جنت اس زندگی میں حاصل ہو سکتی ہے؟ جنت کی اگر تفصیل بیان کریں تو تفصیل تو آپ کو سمجھنے سے قاصر رکھے گی۔ تفصیل جیسے بیان ہوئی کہ اس میں نہریں ہیں' جس کو پیاس نہ ہو اس کو دودھ کی نہریں کیا کریں گی؛ سایہ دار درخت ہوں گے' پہلے اگر کوئی سردی میں ہے اسے سایہ دار درخت کی کیا ضرورت ہے؛ ٹھنڈے موسم ہوں گے' اور جو دھوپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ کیا کریں۔ وہاں پر بارشیں ہوگی اور جن لوگوں کو پہلے بارشوں سے نقصان پہنچا ہو وہ کیا سمجھیں گے اس بات کو۔ جنت کو سمجھنے کے لیے اس کا دیکھنا ضروری ہے اور سمجھنے کے لیے جنتی ہونے کی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک جنتی ہونے کی کیفیت نہ ہو' آپ کو اس زندگی میں جنت کا مقام نہیں مل سکتا اور اگر جنتی ہونے کی کیفیت سمجھ آئے تو آپ کو یہ مقام یہاں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر یوں تعریف کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب جنت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دوری دوزخ ہے تو یہ اس زندگی میں حاصل ہوتا ہے۔

سوال:

بڑا اچھا جواب ہے!

جواب:

مقصد یہ ہے کہ جو اللہ سے قریب ہے، وہ جنت میں ہے اور اگر یہاں سمجھ نہیں آتی کہ اللہ سے قرب کیا ہے تو جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے وہ جنت میں ہے، جو آپؐ سے دور ہیں خود بخود دوزخ میں ہیں۔ تو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہے اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری دوزخ ہے۔ اس طرح آپ کو بات سمجھ آجائے گی، جنت مقام کا نام ہے، خیال کا نام ہے، عمل کا نام ہے، حاصل کا نام ہے۔ جنت میں بے شمار چیزیں ہیں، مگر سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا ہوگا جو اس زندگی میں نہیں ہوتا۔ جن کو یہاں تقرب الٰہی حاصل ہو جائے ان کے لیے جنت ہی جنت ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ ''جنتین''، ''جنتان'' یعنی ایک نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جب موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ آجائے تو موت کے بعد ملنے والے انعام موت سے پہلے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جب تک مرنے سے پہلے نہ مرو تو مرنے کے بعد کا مقام آپ کو پہلے کیسے حاصل ہو۔ اس لیے جنت ملتی تو ہے مگر موت کے بعد۔ آپ اگر زندگی میں ہی موت کا مقام حاصل کر لیں تو جنت حاصل ہو جائے گی۔ تو وقت کو سمجھنے کے لیے وقت سے نکلنا پڑتا ہے۔ اتنی سی شرط ہے۔ جو یہاں سے نکل گیا، مقام پا گیا۔ دنیا میں رہ کر، دنیا کی محبت سے اگر انسان آزاد ہو جائے تو دنیا کے بعد کا نقشہ پا سکتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے، جنت میں جانے والوں کو جنت کی بشارت دنیا میں مل سکتی ہے، یعنی جیسے عشرہ مبشرہ۔ جن کو جنت میں جانے کی بشارت مل جائے وہ یہیں سے جنت میں ہیں۔ ویسے یہ اللہ کی مہربانی ہے، جس کو جنت میں لے جانا ہو اس کا سفر یہیں سے آسان ہو جاتا ہے، یہ نہیں کہ اس کو یہاں عذاب میں رکھا جائے اور آگے جا کر جنت میں بھیج دیا جائے۔ جو یہاں تسلیم کر گیا، وہ جنت کا حصہ دار ہو گیا۔ پھر بزرگوں نے بہشتی دروازہ یہیں لگا دیا، یعنی بابا صاحبؒ نے۔ ایک بزرگ کو خواب

میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دروازے سے گزرا وہ جنت میں جائے گا۔ اعتراض کرنے والوں نے بابا صاحبؒ سے پوچھا کہ جنت تو بعد کا مقام ہے' یہاں کیسے؟ آپؒ نے فرمایا کہ جس کو یہاں سے دروازہ نہیں ملا تو آگے کہاں سے ملنا ہے۔ جنت کا دروازہ ادھر ہی ہے۔ ادھر نہ ملا تو آئندہ کہاں ملے گا' اچانک تھوڑی ہو جائے گا۔ جنت کی تمنا' جنت کا حصول ادھر ہی ہے' جو یہاں داخل ہو گیا وہی وہاں پہنچے گا۔

سوال:

یہاں تھوڑی سی وضاحت فرما دیں کہ موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

جواب:

اتنا تو آپ نے سنا ہوا ہے کہ موت سے پہلے ایک مقام ہے موت کا ذائقہ۔ تو وہ ہوتا کیا ہے؟ اگر آپ تفصیل بیان کریں زندگی کی کہ زندگی کیا ہوتی ہے تو پھر آپ کو موت سے پہلے موت کا ذائقہ سمجھ آ سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آرزو سے نکل جانا' آرزو بھی فطری۔ یعنی خوشیاں حاصل کرنا' خوش نمائیاں حاصل کرنا' انعام حاصل کرنا' اگر اس تمنا سے انسان کسی طریقے سے نکل جائے تو کہتے ہیں کہ زندگی مرنے سے پہلے مر گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی آزادی کسی کی غلامی میں دے دی جائے۔ تو وہ مرنے سے پہلے مر گیا۔ کچھ سبق آپ کو یہاں سے سمجھ آ سکتا ہے کہ رمضان شریف میں آپ کھانا پینا ترک کرتے ہو' زندگی موت میں چلی جاتی ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے وہ فطری موت مرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں مر گئے۔ روحانی طور پر یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی رضا کی تحویل میں دے دینا۔ یہ ہے موت سے پہلے مرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دریا کے کنارے ایک بزرگ تھے۔ اُن کو دوسرے درویش نے کھانا بھجوایا' کھانا کھایا' برتن واپس لوٹائے اور کہا اس کو جا کے میرا سلام کہنا اور اسے بتانا کہ وہ آدمی تجھے سلام بھیجتا ہے جس نے 'قسمیہ طور پر آج تک کھانا نہیں کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد یہ بات ہوئی' پیغام لے جانے والا اٹک گیا۔ کہنے لگا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے میرے سامنے کھانا کھایا اور پیغام

یہ بھیج رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا میں نے آج تک سائل بن کر یا متمنی بن کر کھانا نہیں کھایا' نہ میں نے آج تک کما کر کھایا ہے' نہ منگوا کے کھایا' اس نے کھلایا ہے تو میں نے کھایا ہے۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا ایک منظر۔ یعنی اپنی ضرورت کو اس کی مرضی کے تابع کر دینا۔

اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا

یہ اپنے وجود کی منزل ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کھانا طاقت کا ذریعہ ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی دین کے خلاف ہے یعنی کہ کھانا طاقت کا ذریعہ نہیں۔ طاقت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے' چاہے تو کھانے کے ذریعے طاقت دے' چاہے تو کھانا کھانے کے بغیر طاقت دے۔ وہ کھلائے بغیر بھی طاقت دے سکتا ہے۔ ایسے ایسے واقعات آئے ہیں' لوگوں نے کئی کئی سال تک نہیں کھایا مگر طاقت موجود رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب آپ کو ایسی چیز عطا کرے کہ آپ کا وجود آپ کے قبضے میں ہو تو پھر نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے گا۔ جب نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے تو سمجھو کہ انسان موت سے پہلے مر گیا۔ نتیجہ ملا ہے' وجہ کوئی نہیں تھی' تو یہ مرنے سے پہلے مرنے کا مقام ہے۔ تو ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیا' اپنی زندگی کو اس کے ماتحت کر دیا' اپنا زندہ رہنا اس کے فضل پر چھوڑ دیا تو ان کے لیے مرنا جینا برابر ہو گیا۔ یعنی روز مرتے ہیں روز جیتے ہیں' ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے اور بھی پراسرار راز ہیں کہ درحقیقت مر جانا ہے اور پھر وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اب یہ حقیقی مر جانا اور زندہ ہو جانا ایک عمل بھی ہو سکتا ہے اور ایک ''علامت'' بھی ہو سکتی ہے۔ فی الحال علامتاً بات سمجھ لی جائے کہ اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہتے۔ ایک درویش کی کہانی ہے کہ ایک درویش فقیر بنا ہوا' سائل' کسی آدمی کے پاس گیا۔ دوکان میں بیٹھا تھا وہ آدمی' دوکان عطار کی تھی۔ صدا لگائی اللہ کے نام کی۔ عطار' جڑی بوٹیوں والے پنساری یا حکیم سمجھ لو' بہت مصروف تھے کہا مصروف ہوں' ٹھہر جا۔ تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی' اس نے کہا ٹھہر جا۔

سائل کو غصہ آ گیا اس نے کہا ''تو اتنا مصروف ہے تو تُو مرے گا کیسے''۔ اس نے جواب دیا ''تو بتا تو کیسے مرے گا''۔ سائل نے کلمہ پڑھا' چادر بچھائی اور مر گیا۔ اتنی بات سے اُن کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا اور وہ آدمی فریدالدین عطارؒ بن گئے۔ انہوں نے سوچا کہ مرنا تو بہت آسان ہے' اور ہم مر مر کے مرتے ہیں اور جی جی کے مرتے ہیں۔ یہ راز اُنھیں سمجھا گیا وہ سائل۔

ایک اور کہانی ہے موت سے پہلے مرنے کی۔ ایک آدمی نے طوطا رکھا ہوا تھا۔ طوطا باتیں کرتا تھا۔ اس آدمی نے کہا میں دور کے سفر پر چلا ہوں' وہاں سے کوئی چیز منگوانی ہو تو بتا۔ طوطے نے کہا کہ وہاں تو طوطوں کا جنگل ہے' وہاں ہمارے گرو رہتے ہیں' ہمارے ساتھی رہتے ہیں۔ وہاں جانا اور گرو طوطے کو میرا سلام کہنا اور کہنا ایک غلام طوطا' پنجرے میں رہنے والا' غلامی میں پابند' پابندِ قفس آپ کے آزاد طوطوں کو سلام کرتا ہے' پرنام کرتا ہے' آپ کی آزادیوں کو سلام کہتا ہے۔ سوداگر وہاں پہنچا اور اس نے جا کر یہ پیغام دیا۔ اچانک جنگل میں پھڑ پھڑ کی آواز آئی' ایک طوطا گرا' دوسرا گرا اور پھر سارا جنگل ہی مر گیا۔ سوداگر بڑا حیران کہ یہ پیغام کیا تھا' قیامت ہی تھی۔ اداس ہو کے چلا آیا۔ واپسی پر طوطے نے پوچھا کہ کیا میرا سلام دیا تھا۔ اس نے کہا کہ بڑی اداس بات ہے' سلام تو میں نے پہنچا دیا مگر تیرا گرو مر گیا اور سارے چیلے بھی مر گئے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ طوطا بھی مر گیا۔ سوداگر کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے مردہ طوطے کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ طوطا فوراً اڑ گیا اور جا کر شاخ پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا؟ طوطے نے کہا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے گرو سے پوچھا تھا کہ پنجرے سے نکلنے کا طریقہ بتا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے مر جا۔ اور جب میں مرنے سے پہلے مر گیا تو پنجرے سے بچ گیا۔ اس دنیا کے قفس سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دنیا سے مر جا۔ فنا فی الذات اور بقا باللہ' اپنے آپ سے فنا ہو جا اور اللہ کی راہ میں بقاء حاصل کر۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا طریقہ۔ اپنے آپ سے فنا ہو جانا اور اللہ کی ذات میں باقی ہو جانا۔ جب تیری نسبت باقی کے ساتھ ہو جائے گی تو تو باقی ہو جائے گا۔

اب تیری نسبت فانی کے ساتھ ہے تو تُو فانی ہے۔ فنا سے نسبت اٹھا کے بقا میں لگا دے تو سب آسان ہو جائے گا۔

یہ راز سمجھ کہ خواہش ایک غلامی ہے چاہے تبلیغ کی خواہش کیوں نہ ہو۔ اکثر ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے میں اپنی انا شامل کر بیٹھتے ہیں چاہے فی سبیل اللہ ہی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ انا ہو' مثلاً ایک شخص جو آپ کو نہیں مانتا' آپ کو اچھا نہیں سمجھتا' جب کہ دین کو اچھا سمجھتا ہے' آپ اس کے ساتھ اپنا تعلق کیسے معلوم کریں گے۔ ہم عام طور پر اپنے تعلق کے ساتھ ہی اللہ کا فضل مخصوص سمجھتے ہیں۔ ایک آدمی جسے ہم تبلیغ کرتے ہیں کہ تو اللہ کی راہ پر چل' اگر وہ ہمارے ساتھ تعلق نہیں رکھتا' ہمارے ساتھ ناراض ہے' تو اب ہم اسے اسلام کے نام پر برا بھلا کہتے ہیں۔ پہچاننے والی بات یہ ہے کہ اس کو اسلام کا اتنا پیغام دو جتنا اللہ کا حکم ہے کہ ایسا کرو۔ اسے اپنا ذاتی پیغام نہ دو یعنی دھمکانا' برا بھلا کہنا ______ یہاں سے پھر راستہ بنے گا کہ تم کس حد تک اللہ کے نام پر سفر کر رہے ہو یعنی اپنے آپ سے فنا ہونا۔ بس اپنی ذات کو شامل نہ کرنا۔ یہ چٹھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے' پہنچانی اس کو ہے' ساتھ رسید نہ لو کہ تم کون ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ پیغام تو تم نے اچھا دیا ہے' ساتھ ہی تمہیں برا بھلا کہہ رہا ہے۔ اسے کہنے دو۔ وہ مبلغ جو ذاتی طور پر برا بھلا سننے پر تیار ہے' اللہ کا پیغام سنانے کے لیے سفر کر رہا ہے' وہ ہے اصل مبلغ۔

اپنی ذات سے فنا ہونے کا مطلب ہے اپنی خواہش سے فنا ہونا' اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادے میں داخل کرنا' اپنی انا کو محفوظ کرنا اور ساری کی ساری خواہشات اللہ کے حوالے کرنا۔ تو انسان کی زندگی فنا سے نکل کر بقاء میں آسکتی ہے بشرطیکہ وہ موت سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بڑا مشکل ہے لیکن کوئی تیار ہو جائے تو بہت آسان ہے۔ مرنا تو ہے ہی آخر۔ مرنے سے پہلے مرنے کا راز ایسا ہے کہ جس نے سمجھ لیا وہ مر گیا اور جس نے نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مارے جائیں' اپنی خوشی سے مر جاؤ۔

تاڑی مار اڈا نہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو

بجائے اس کے کہ پکڑ کے لے جائیں' ایسے بن جاؤ کہ "وہ بلا رہا ہے تو ہم تو پہلے سے تیار ہیں"۔ اگر انسان ایسی تیاری کرے تو وہ زندگی اور یہ زندگی ایک ہی زندگی ہے۔ اور بچے اتنے پیارے نہ ہوں کہ ماں باپ سے زیادہ پیارے ہوں۔ اُدھر ماں باپ ہیں' اِدھر اولادیں ہیں' دونوں اپنے ہیں۔ یہاں بیٹھو تو اپنی اولادوں کے پاس بیٹھو' وہاں بیٹھو تو اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھو' سب برابر ہیں۔ یہاں اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں ہیں' وہاں ان کا دیدار ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ زندگی سے پیار کرتا ہے اور موت سے ڈرتا نہیں۔ تو موت جو ہے یہ وصال کا ایک ذریعہ ہے ؎

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

ایک چیز رہنی ہے' اللہ کا نام' باقی تو کچھ رہنا ہی نہیں ہے' رہنے دینا ہی نہیں اس نے۔ اس سے پہلے کہ شور مچا کے جاؤ' زبردستی سے جاؤ' اپنی مرضی سے تیار ہو جاؤ۔ وہ شخص جو ہر وقت تیار رہا اس کا وہ سفر بھی آسان ہے' یہ سفر بھی آسان ہے۔ پتہ چلا کہ بلا رہے ہیں' فوراً کہے گا کہ آ رہا ہوں۔ آنا سفر ہے' جانا سفر ہے' بھیجنے والے نے بھیجا کہ جا میلہ دیکھ آ' آ تو گیا مگر جب وقت ختم ہو گیا تو کہتا ہے کہ اب نہیں جاتا۔ جس طرح بچے شو دیکھ لیتے ہیں' اور ختم ہونے پر کہتے ہیں کہ ہم نہیں جاتے۔ تو مرنے سے پہلے مرنا زندگی کا راز پانے کے برابر ہے اور سچ پوچھو تو

آپ روز مرتے ہیں۔ رات کو آپ سو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کی روح کدھر چلی گئی ہے اور کہتا ہے کہ میں ہوں' حالانکہ نہیں ہے۔ اور دیکھتا ہے خواب اور سمجھتا ہے سچ۔ خواب کے اندر کتنے خواب دیکھتا ہے۔ آپ کے پاس وقت نہیں ہوتا' شکر کرو کہ وقت نہیں ہوتا ورنہ پریشان ہی ہو جاتے کہ جو کچھ دیکھا ہوا ہے' اگر دوبارہ نہ دیکھو تو سارے کا سارا منظر نامکمل ہوتا جاتا ہے۔ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ' ایک ایک کر کے رخصت ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ آپ کے حالات' آپ کی صحت کے حالات' دوستی کے حالات' واقعات سب رخصت ہوتے جا رہے ہیں' واقفیتیں ختم ہو جاتی ہیں' دم توڑ جاتی ہیں۔ آج سے دس سال پہلے انسان اور تھا' بیس سال پہلے اور۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور ہوتا جائے گا اور یہ واقعہ تو ہو کے رہے گا۔ بجائے اس کے کہ آپ تذبذب میں رہیں' تسلیم میں داخل ہو جائیں۔ تو تذبذب کو تسلیم کرانا موت سے پہلے مرنے کی بات ہے۔ یہ نصیب والوں کو عطا ہوتی ہے۔

سوال:

حضور! تصورِ شیخ کی وضاحت فرما دیں

جواب:

تصورِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو بھی کام کر رہے ہیں' اگر شیخ موجود ہوتا تو وہ اس کام کو کیسا ہونا پسند کرتا۔ ایسی کیفیت کا مرتب ہونا تصورِ شیخ کہلاتا ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں شیخ کی عدم موجودگی میں بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو' جس طرح کہ استاد کا تصور امتحان کے دوران پرچے حل کرا سکتا ہے۔ تصور کا مطلب ہے کیفیت کا چھایا رہنا' اس کے مطابق سفر کرنا اور سفر میں فاؤل نہ کرنا۔ یعنی یہ بات احساس پر سوار ہو جاتی ہے' ہر وقت انسان اس کے بارے میں سوچتا رہے اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس جیسا سوچنے لگ جاتا ہے' اس جیسا کرنے لگ جاتا ہے۔ جب خیال' خیال کے مطابق ہو جاتا ہے' عمل بالعموم عمل کے مطابق ہو جاتا ہے اور نتیجہ بالخصوص نتیجے کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم

علم، ہم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک مقام پر ایسا ہو جاتا ہے کہ ہم شکل بن جاتے ہیں' اگر چہ آج کل یہ بہت نایاب ہے لیکن ان کی صورت کا ایک جیسا ہو جانا ممکن ہے۔ صورت ایک جیسی ہو جاتی ہے' آواز ایک جیسی ہو جاتی ہے' نتیجہ ایک جیسا ہو جاتا ہے' پھر ایک مقام آتا ہے کہ اس کو نظر عطا ہو جاتی ہے' اس کو پتہ چلتا ہے کہ ساری صورتیں اصل میں ایک ہی صورت ہے۔ تمام انسان ایک ہی انسان ہے۔ اندر سے انسان ایک ہی ہے' وہی آزردہ ہوتا ہے' وہی خوش ہوتا ہے' وہی اداس ہوتا ہے' وہی راہ نما ہو جاتا ہے' وہی مسافر ہوتا ہے۔

بات دراصل ایک ہے' ایک خالق ہے اور ایک مخلوق ہے۔ خالق بنانے والا ہے اور بندہ مخلوق ہے۔ فن کار ایک ہے اور فن ایک ہے۔ آنسو ویسے کے ویسے ہیں' خوشیاں ویسی کی ویسی ہیں۔ غور کرنے سے محسوس ہوگا کہ اسی نے کفر کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ کافر سے پہلے کفر پیدا فرمایا' کافر بعد میں پیدا ہوا۔ یہ سڑک اس نے بنادی ہے' کفر کی' اس پر کوئی نہ کوئی تو چلے گا' اب اس پر بھی تو رونق لگنی ہے' میلہ لگے گا' اِدھر بھی میلہ لگے گا' اُدھر بھی میلہ لگے گا' مندر بنا ہے' وہاں گھنٹی لگی ہوئی ہے' وہاں پہ کچھ لوگ بیٹھیں گے کہ نہیں؟ ایک دوزخ بنائی ہے' جنت بنائی ہے' رونق میلہ' کچھ اِدھر کچھ اُدھر۔ بات دراصل خالق کی اپنی مرضی کی ہے۔ وہ جب چاہے راضی ہو جائے' تو اِدھر کے لوگ اُدھر ہو جائیں اور راضی نہ ہو تو اُدھر کے لوگ ادھر ہو جائیں۔ اس کا اپنا کھیل ہے' اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' جیسے چاہے پہچانا جائے۔ اس لیے بات آسان ہے۔ تصور سے سمجھ آتا ہے کہ اصل میں بات کیا ہے۔ جو جس کا خیال ہو وہی بات نظر آجاتی ہے۔

زندگی میں جب کبھی دوراستے آجائیں اور تذبذب پیدا ہو جائے' جس راستے پر آپ محسوس کریں کہ شیخ سے دور ہو رہے ہیں تو دوسرے راستے سے پتہ چلے گا کہ آپ شیخ کے قریب آرہے ہیں۔ یعنی وہ اگر موجود ہو تو بات آسان ہو جاتی ہے کہ فلاں سفر ٹھیک ہے۔ اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ کہ یہاں پر تصور پرورش پاتا ہے اور یہاں پر تصور کٹ جاتا ہے۔ وہ پھر آپ کو بالکل اسی کیفیت کے روپ میں عطا بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ قوالی میں

بیٹھیں تو انہیں نیند آ جاتی ہے' کچھ لوگ گانے میں بیٹھیں تو پریشان ہو جاتے ہیں' کہتے ہیں بیمار ہو گیا۔ کچھ لوگ زیادہ کھائیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ زندگی کے اندر ذائقہ اور کیفیت بدلتے رہتے ہیں۔ شیخ آپ کی کیفیت کے اندر رہنے والے احساس کا نام ہے۔ یہی خیال آپ کو زندگی کے تذبذب کے لمحوں سے بچاتا ہے۔ تصور شیخ زندگی میں لحہ بہ لحہ رہنمائی کرتا رہتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ تصور شیخ فارمولا بھی ہے' کوشش بھی ہے' عطا بھی ہے۔ وہ شخص سلام کر کے چلا جاتا اور پھر واپس آ جاتا ہے۔ کہتا ہے دل چاہتا تھا دوبارہ سلام کر آؤں۔ سمجھو کہ اس شخص کو تصور مل گیا۔

شیخ کا تصور انسان کے دل سے ہر نقش محو کر دیتا ہے' سب پریشانیاں دور کر دیتا ہے' یہ ایسا تصور ہے جو باقی ہر تصور سے آزاد کر دیتا ہے' محو کر دیتا ہے' نہ کوئی خیال ہے اور نہ کوئی وہم۔ نہ ہونا ہے اور نہ ناں ہونا ہے' وہ جگرؔ نے کہا ہے کہ

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

شیخ نے آزاد کر دیا اور آزادی میں اسیری عطا کر دی کہ اس تصور میں رہے گا' اسی خیال میں رہے گا' اسی احساس میں رہے گا۔ یہ اسیری ہی نجات ہے کہ یہ آدمی لغزش سے محفوظ ہو گیا۔ یہ اسیری اس کا حاصل ہے۔

سوال:

اللہ کا غیر' اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

اللہ سمجھ آ جائے تو غیر اللہ سمجھ آ سکتا ہے' اللہ سمجھ نہ آئے تو غیر اللہ سمجھ نہیں آ سکتا۔ یہ سوال مشکل ہے لیکن اللہ کی مہربانیوں سے سمجھ آ سکتا ہے۔ پہلے لفظ ''اللہ'' کو دیکھو' اللہ ذات بھی ہے' صفت بھی ہے' اسم بھی ہے' یہ اسم اپنے اسماء میں ایک ذات ہے۔ ''اللہ'' کا لفظ بھی ایک ذات ہے۔ یہ لفظ بھی ایسے کارگر ہے جیسے ذات۔ ذات کا نام نہ پتہ ہو تب بھی ذات

ہے۔جس کو ہم اللہ کہہ رہے ہیں اگر اس کا نام نہ پتہ ہو تب بھی وہ اللہ ہے۔''اللہ'' اسم کا اگر اصل مسمّٰی نہ پتہ ہو تب بھی یہ اتنا ہی موثر ہے۔ یہ ایک واحد لفظ ہے جو اپنی ذات کی طرح مقدس ہے۔ باقی اسماء صفات کے مطابق ہوں گے۔آپ کے اندر صفات ہوں گی تو آپ ہوں گے، صفات نہیں ہوں گی تو آپ نہیں ہوں گے۔ اب آپ دیکھو جو لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے عدو اللّٰہ اللہ کا دشمن، اب اللہ کا دشمن کون ہوسکتا ہے جب کہ لِلّٰہ جنود السمٰوٰت والارض کہ اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمینوں کے۔ اب اس کا دشمن کون ہوسکتا ہے، کس نے پیدا کیا تھا، کدھر سے آیا، کیا مدد چاہیے اللہ کو؟ اللہ کو تو مدد چاہیے ہی نہیں۔ اللہ وہ ہے نہیں کہ جس کو مدد کے لیے تمہاری فوج کی ضرورت ہو۔ اللہ تو غنی، مستغنی، نہ اس کو دفاع کی ضرورت ہے، نہ اس کو Offense کی ضرورت ہے، نہ اسے بے گھر ہونے کا اندیشہ، نہ تختہ الٹے جانے کا ڈر، وہ مالک ہے لیکن پھر بھی اس نے لفظ عدو اللّٰہ آپ کو دیا کہ اللہ کا دشمن۔ پھر اس نے ایک اور لفظ کہا ''اللہ کا دوست'' اولیاء اللہ، ولی اللہ۔ ایک لفظ اس نے یہ دیا ''من دون اللہ'' یعنی علاوہ اللہ کے، ماسواء اللہ۔ اللہ کے علاوہ جسے آپ ''غیر اللہ'' کہہ رہے ہو اور اللہ کے ساتھ والے ''عند اللہ'' ''مع اللہ'' ''من اللہ'' یہ سارے لفظ غور کے قابل ہیں۔ اور جب تک آپ ''اللہ'' نہ سمجھو آپ کو بات سمجھ نہیں آسکتی۔ اس لیے موٹی موٹی بات سمجھنے کے لیے آپ یہ دیکھو کہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ چیز جو اللہ کی محبت کے علاوہ ہے وہ غیر اللہ کی محبت ہوسکتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کو اولاد کی محبت زیادہ ہو جائے تو یہ محبت غیر اللہ کی محبت ہوسکتی ہے اور اگر اولاد کی محبت اللہ کی محبت پر نثار ہو جائے تو یہ غیر اللہ نہیں ہے۔ پھر وہی محبت اللہ کی راہ میں موجود رہتی ہے مثلاً اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا واقعہ۔ ایک محبت یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ غیر اللہ سے محبت نہ کرو اور ایک پیغمبر علیہ السلام اپنے بیٹے کی محبت میں اتنا جدا ہوئے کہ رو رو کے بینائی سے محروم ہو گئے۔ یہ واقعہ اللہ نے خود بیان فرمایا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کو جو محبت ہے یہ محبت غیر اللہ کی ہے کیا؟ یہ غیر اللہ کی محبت نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور دونوں باپ بیٹا پیغمبر ہیں۔ گویا کہ کسی انسان کی انسان سے

محبت غیر اللہ ہوسکتی ہے، لیکن انسان کی انسان سے محبت عین اللہ بھی ہے۔ اب جب تک یہ پہچان نہ ہو غیر اللہ سمجھ نہیں آتا۔ غیر اللہ وہ مقام ہے جو اللہ کے راستے سے دور کردے چاہے وہ عبادت ہی ہو۔ عبادت حجاب بن جائے گی اگر آپ اصلی اللہ کو بھول کر عبادت میں ہی لگے رہے۔ اگر آپ عبادت کر رہے ہیں اور دوسرے نے نہیں کی، تو آپ نے اُسے گولی مار دینی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ منافقین نے مسجد بنائی، عبادت کے لیے، مسجد وہی تھی جو ہوتی ہے، نقشہ بھی وہی، رنگ بھی وہی۔ اللہ کریم نے کہا کہ اس مسجد کو گرادو۔ گویا کہ عبادت نما عمل بھی غیر اللہ ہوسکتا ہے۔ اللہ کے نام پر اکثر لوگ اللہ سے دوری کا سفر طے کرتے ہیں، اکثر ایسا ہو سکتا ہے، مثلاً اللہ کے نام پر آپ کوئی چندہ اکٹھا کرو اور اس کو اپنے نفس پر استعمال کردو تو یہ سارا جو اللہ کے نام پر آپ نے کیا ہے غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے لوگوں سے اللہ کی محبت کو نکالنا۔ اور جو لوگ انسانوں میں اللہ کی محبت کو رائج کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں، انہی کے لیے کہا گیا ہے ''انعمت علیھم''، یعنی کہ ان لوگوں کے قریب رہو جو تمہارے دل میں اللہ کی محبت کو تیز کریں، ان پر اللہ کا انعام ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی محبت کو دل سے نکال دیں وہ غیر اللہ ہیں چاہے وہ کسی بھی لباس میں ہیں۔ تو غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کی محبت کو نکال دے۔ بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے اسے اللہ کے نام پر مسجد آنے کی دعوت دی تھی، وہ نہیں آیا، اس لیے میں نے اسے مار دیا ہے۔ اب قتل کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی، صرف تبلیغ کی دی ہے۔ غیر اللہ اور عدو اللہ تب سمجھ آتا ہے جب اللہ کا دوست سمجھ آتا ہے۔ غیر اللہ وہ آدمی، مقام یا سفر ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جائے۔ اللہ سے دوری سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام کیا ہے، اللہ کیا ہے، عند اللہ کیا ہے، مع اللہ کیا ہے، من اللہ کیا ہے، عدو اللہ کیا ہے، غیر اللہ کیا ہے، ماسوا اللہ کیا ہے، فنا فی اللہ کیا ہے، بقا باللہ کیا ہے، یہ سارے مقام سمجھ آنے چاہییں۔ ایک مقام ہے ''صبغت اللہ''، یعنی اللہ کا رنگ، کیا ہے اللہ کا رنگ؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے اسماء دیئے، جو اللہ سے متعلق اور اللہ کو جاننے کے لیے ہیں۔ اللہ کے

رنگ کا مطلب ہے اللہ کی یاد کا رنگ۔ اس طرح نہیں کہ کالا رنگ ہو یا پیلا رنگ۔ اسی طرح ''وجہ اللّٰہ'' ہے یعنی اللہ کا چہرہ۔ جب کہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے، پھر اللہ کا چہرہ کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ باتیں سمجھائی ہیں اس لیے کہ آپ پہچان جاؤ کہ ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ سے دور لے جائے وہ غیر اللہ ہے، چاہے وہ دین کے نام پر کیوں نہ ہو۔ منافق ملے گا دین کے رنگ میں اور کافر ملے گا سیدھا مخالف۔ وہ منافق سے اچھا ہے۔ کافر کی پہچان ہو سکتی ہے، منافق کی نہیں۔ سب سے خطرناک دشمن وہ ہے جو دوست بن کے آئے، وہ ہے منافق۔ اس لیے منافق کو ضرور پہچانو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کے نام پر اللہ کے علاوہ عمل شروع کر دے۔ اگر بے ایمانی بھی کرنی ہو تو اللہ کے نام پر نہ کرنا، اس سے ضرور گریز کرنا۔ اس طرح کے کئی آدمی ہوئے ہیں جو اللہ کے نام پر ضرور ڈرتے تھے۔ شیطان نے بھی کہا انـــی اخـاف اللّٰہ ''مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے'' آپ کو دین کی آسانی کی طرف لے جانے والا، اللہ تعالیٰ کی محبت عطا کرنے والا، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی طرف اشارہ کرنے والا، یہ سارے کے سارے اللہ کے دوست ہیں، نشانیاں ہیں۔ اور ان راستوں سے دور لے جانے والے ہیں عدو اللہ۔ پیسہ جمع کرنا اور گننا عدو اللہ ہے، اولاد کی محبت عدو اللہ ہے، مکانوں کی زینت و زیبائش عدو اللہ ہے، اپنی انا کا سفر عدو اللہ ہے، اللہ کے دین کو ہی اللہ کی راہ میں کھڑا کرنا عدو اللہ ہے۔ اس کا سمجھنا بڑا ہی مشکل ہے۔ یہ سمجھ آ جائے تو انسان کا سفر بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً والد یا والدہ فوت ہو رہے ہیں اور وہ کہتا ہے میں ذرا نماز ادا کر لوں تو یہ کیسی نماز جب کہ اصل قضا ہو رہی ہے۔ یہ ہے عدو اللہ، غیر اللہ۔ باقی اللہ کا غیر ہے ہی نہیں۔ شرک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر وہ ہے جو تمہیں اللہ سے محروم کر دے، باقی غیر تو ہے ہی نہیں، کائنات میں بنایا ہی نہیں۔ سارا راز ہی راز ہے، غیر نہیں ہے۔ اس کی اپنی کائنات میں ہر شے اس کی اپنی ہے، غیر صرف وہ ہے جو تجھ سے محبت الٰہی نکال دے، مٹا دے ''خشیت اللہ'' یعنی اللہ کا ڈر نکال دے، اللہ کی محبت نکال دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نکال دے۔ غیر اللہ یہ نہیں ہے جسے ہم بندے کی محبت سمجھ رہے ہیں۔ بندے کی

محبت ہے ہی عین اللہ' اللہ تعالیٰ کو تو آپ نے دیکھا نہیں ہے' کیسے سمجھ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اللہ کی ساری محبت ہے ہی ادھر۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔ اور یہ فرق یاد رکھنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نہیں ہیں۔ اللہ خالق ہے۔ خالق وہ جو نہ پیدا ہوا' نہ مرے گا اور نہ نظر آئے گا' نہ اس کی کوئی شکل ہے' نہ اس کی کوئی صورت ہے بلکہ ہر صورت میں جلوہ گر ہے' ہر شکل میں نظر آتا رہے گا۔ مگر اس کو دیکھنا آسان نہیں۔ مخلوق وہ ہے جو ایک خاص تاریخ پر دنیا میں ظاہر ہو اور ایک خاص تاریخ کے بعد روپوش ہو جائے۔ بس یہ مقام ہے مخلوق کا۔ خالق ہر مخلوق کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور مخلوق اپنے دور تک ہے۔ اب اس کے روحانی باب الگ ہیں۔ خالق کے دل میں رہنے والے' کب سے ہیں' کب تک ہیں' ہمیشہ سے ہیں' ہمیشہ تک ہیں' یہ الگ بات ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مخلوق کو خالق سمجھ لو۔ ممکن ہے ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق مان لیتے' اللہ مان لیتے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں' کہ آپ ؐ نماز پڑھ رہے ہیں تو جس کی نماز پڑھ رہے ہیں وہ اللہ ہے۔ اس لیے آپ ؐ اپنا مقام خود بیان فرما گئے' اب دوسرا کوئی نہیں کہ آپ ؐ کا مقام بیان کر سکے۔ مقام بیان کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اس طرح امام علی علیہ السلام کو کچھ لوگ خدا مانتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کو سجدہ کیا' ضرور کیا۔ جس شخص نے اللہ کو سجدہ کیا وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔ عبد کا اپنا مقام ہے' معبود کا اپنا۔ عبد' عبادت کرنے والا' معبود وہ ہے جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ معبود ہے' تم سب عبادت میں رہو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اس راستے سے ہٹائے' اس راستے میں رکاوٹ ڈالے' اس کی محبت سے آپ کو الگ کرے' ہٹائے' جس انداز سے بھی کرے۔

سوال:

اصحاب کہف نو سو سال سوئے رہے' جب جگائے گئے تو ان کا مطالبہ خوراک کا تھا۔

جواب:

یہاں بتایا یہ گیا ہے کہ جس خیال میں وہ سوئے اسی میں اٹھے۔ یہ نہیں کہ انہیں تین سو سال بھوک لگتی رہی ہے۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس خیال میں آپ سوئیں گے اسی میں اٹھیں گے۔ یہ موت کا نقشہ بتایا گیا ہے کہ جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں اٹھے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ مرتے وقت خیال درست ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت آپ ایک دو تین ہی گنتے جاؤ۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھو' تو بے چارے کو یاد ہی نہیں ہوتا۔ وہ کسی اور چکر میں ہوتا ہے۔ تو آخری سانس جس میں آپ مریں گے اسی حالت میں آپ اٹھیں گے۔ اس لیے یہ کہتے ہیں کہ آخری سانس میں کلمہ نصیب ہو۔ کلمہ پڑھتے ہوئے مرے گا تو کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ کھانے کے انتظار میں مرے گا' تو کھانے کے انتظار میں اٹھے گا۔ موت کا مقام کوئی بھی ہوسکتا ہے' اس لیے اپنے خیال کی اصلاح کرو۔ جو آدمی درود شریف میں مر گیا وہ درود شریف میں اٹھے گا۔ باوضو ہو کے انسان سو جائے تو ساری نیند عبادت ہے۔ اگر باوضو ہو کے مر جائے تو جاگنے تک ساری موت عبادت ہے۔ جس حالت میں آپ رخصت ہوں گے' وہی حالت جاری رہے گی۔ اس لیے کوشش کرتے ہیں کہ ناپاک نہ جائیں' اس کے قرضے ادا کر دو' حالات درست کر لو' ناراض شخص سے معافی کرا لو۔ تاکہ وہ شخص آگے پریشان نہ کرے۔ جس نے زندگی ہی میں سب کو راضی کر لیا' اس کی بات آسان ہوگئی۔ تو مرتے وقت جو کیفیت ہے وہی جاگتے وقت ہوگی۔ کبھی آپ غور کرو تو سوتے وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہی صبح جاگتے وقت ہوتی ہے۔ نیند چاہے پانچ سو سال کی ہو' چاہے سو سال کی ہو یہ اللہ کے کام ہیں کہ جتنا مرضی سلائے' جتنا مرضی جگائے۔ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ ہر قانون ایک مرتبہ Exception سے گزارا گیا۔ باپ کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوگا لیکن باپ کے بغیر بچہ پیدا ہوا۔ پہلا بھی ہوا' دوبارہ بھی ہوا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ قانون ہے

کہ بچہ باپ کے بغیر نہیں ہونا اور قانون خود توڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب تک کماؤ گے نہیں تمہیں کھانا نہیں ملے گا' کمائے بغیر کھانا ابتداء میں خود کھلایا اس نے' بچہ پیدا ہوا' خود بخود کھلایا اس نے۔ ہر قانون خود ہی توڑا فطرت نے۔ جو بھی قانون ہے ایک بار اس نے مستثنیٰ کر کے دکھایا۔ بارش ہوگی تو فصل اگے گی' بارش کے بغیر بھی اگا' محنت کے بغیر بھی ہوگا' نیکی کرو گے تو بخشے جاؤ گے اور بعض اوقات بد کو بخش دیا اس نے۔ کبھی دیکھا آپ نے؟ بیچارہ گمراہ ہوگیا تھا' مگر چور کو قطب بنا دیا اس نے۔ موقع ایسا تھا' اطلاع آئی کہ فلاں جگہ کا قطب فوت ہوگیا ہے' جناب جلدی نامزد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا اس وقت تو بندہ ملنا بہت مشکل ہے' یہ جو بیٹھا ہے' چوری کے لیے آیا ہے' کیوں نہ اسے نامزد کر دوں۔ چور کو بلایا اور کہا کہ ادھر سے خالی ہاتھ نہ جا' ایک موقع ہے' اگر تو چاہے تو تمہیں بنا دیں۔ چور تو ضرورت کا نام ہے۔ اندر سے بندہ برا نہیں ہوتا' ضرورت برا کرتی ہے' ضرورت ہی نیک کرتی ہے۔ بندہ اندر سے دراصل نیک ہے۔ ضرورت نکال دو' بندہ ٹھیک ہے' مجبوری ہٹا دو بندہ صحیح ہے۔ مجبوری انسان کو خراب کرتی ہے۔ جس کے پاس فراوانی ہے کم از کم چوری تو نہیں کرے گا۔

بس آپ کسی کو برا نہ کہا کرو۔ برائی سے نفرت کرو' برے آدمی سے نہیں۔ برے سے محبت کے ساتھ پیش آؤ' اس کا عمل خود بخود بدلنا شروع ہو جائے گا' اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

اللہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ سب خیر سے اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ سب کے لیے دعا ہے ______ آمین ______ برحمتک یا ارحم الرحمین

1 چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟

2 جس شخصیت کے بارے میں ہم دور سے سوچتے ہیں کیا اس تک ہماری توجہ پہنچتی ہے؟

3 کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے یہ کیسے حاصل کی جاتی ہے یا خود ملتی ہے؟

جو بات آپ کو سمجھ نہ آئے وہ پوچھیں۔ دوسروں کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے علم اور عمل کا پوچھیں۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں، بڑے بڑے نامناسب واقعات ہیں، اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اپنے بارے میں سوال ہو۔ اپنی ذات کا سوال ہو۔

پہلا سوال:

وہ جو چور کو قطب بنانے والی بات ہے ظاہر ہے تصوف سے ہے۔ تصوف وہ ہے جو اللہ کے نیک بندے اللہ کی اجازت سے فرماتے ہیں، یہ صرف نصیب ہی کی بات ہے، یا اس صاحبِ تعلق سے درخواست وگزارش کی جاسکتی ہے۔

دوسرا سوال:

جس وقت ہم فاصلے کے باوجود سوچتے ہیں مثلاً میں اپنے بیٹے کے بارے میں سوچتا ہوں۔ اُن سوچنے سے اسے دعا کی شکل میں کچھ فیض پہنچتا ہے کیا؟

تیسرا سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ کے علم اور عمل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے، اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب:

سارے سوال ایک ہی سوال ہے۔ انسان کے بارے میں ہیں، عمل کتنا ہے، فکر کتنا ہے، عمل اور فکر میں نسبت کیا ہے، تو یہ کیا ہے، کیا یہ علم کا حصہ ہے یا کوئی مافوق العلم چیز

ہے اور روحانی مرتبت کیا ہے اور فکر اور توجہ کی پہنچ کہاں تک ہے؟ یہ ہیں سارے سوال۔ سوال ایک ہی بنتا ہے کہ اصل میں جو انسان ہے اس کا نام اگر انسان کی بجائے غوث رکھ دیا جائے تو اس کی زندگی میں کیا فرق پڑے گا؟ اگر انسانوں میں آپ کو ولی کہہ دیا جائے تو پھر آپ پر کون سا اثر پڑ جائے گا؟ اور کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک نارمل انسان کو کوئی اہلیت کا مقام عطا کیا جائے۔ بات اصل میں بڑی آسان سی ہے۔ پہلے تو آپ کا سوال کہ آپ کے خیال میں دُور بیٹھا ہوا آپ سے متعلق جو انسان ہے اس پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ جب اس کے دور ہونے سے آپ پر اثر پڑ رہا ہے تو اس پر اثر کیوں نہیں پڑے گا۔ اس لیے یہ سوال اپنے جواب کے پاس ہی بیٹھا ہے۔ یہ مشکل بات نہیں ہے۔ ویسے بھی کہتے یہ ہیں کہ دُور کی توجہ بڑی موثر ہوتی ہے۔ توجہ کی Range کا تعلق فاصلے سے نہیں ہے۔ فاصلے دو طرح کے ہوتے ہیں' جغرافیائی یعنی میلوں کے حساب سے اور وقت کے فاصلے' صدیوں کے فاصلے۔ تو یہ بات واضح ہوگئی؟ فاصلے دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک زماں کا اور دوسرا مکاں کا۔ اصل زمان و مکاں کو اگر فاصلوں میں ناپو تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثلاً جو آپ کا متعلق انسان امریکہ میں ہے' یہ فاصلہ مکان کا ہے' Distance ہے جغرافیہ کا۔ جو آپ اکبر بادشاہ کا ذکر پڑھ رہے ہیں' یہ تاریخ کا فاصلہ ہے۔ یہ دو فاصلے ہی ہماری زندگی میں اثر انداز ہوتے ہیں' اور ہم کو Confuse کرتے رہتے ہیں اور ہم ان فاصلوں میں Confuse ہوتے رہتے ہیں۔

جس ذات کو ہم یاد کر رہے ہیں اگر وہ جغرافیائی فاصلے میں موجود ہو تو یہ جغرافیائی فاصلہ ہے اور اگر وہ ذات ہم نے تاریخ سے حاصل کی ہے تو یہ وقت کا فاصلہ ہے۔ پھر بھی وہ ذات توجہ کے ساتھ متعلق ہوگی۔ توجہ یہ ہوتی ہے کہ جب آپ پکارتے ہو کسی اسم کو' یا حرف ندا کے ساتھ کوئی اسم گرامی پکارو تو وہ اسم گرامی اپنی ذات کے ساتھ اس زمانے میں موجود نہیں ہے۔ فریاد اس زمانے میں ہے۔ اول تو آپ سمجھیں کہ اس ذات کا فیض ہے کہ اس زمانے میں آپ اس کو پکار رہے ہیں۔ تو اس تعلق کو پکار بنایا گیا' انہوں نے یہ پکار خود

عطا کی ہے۔ آپ اگر سمجھ دار ہوں تو جان لیں کہ جو حرف پہچان بغیر زبان پر آیا تو یہ آپ کا کام نہیں ہے' یہ عطا ہو گئی ہے۔ جب آپ جانتے نہیں ہیں تو آپ نے کیسے پکارا اور "یا علیؑ" کہہ دیا۔ کیا آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملے؟ نہیں۔ کوئی اشارہ؟ نہیں۔ کہتا ہے اندر سے بات نکلی۔ جو اندر سے بات نکلی ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ گویا کہ جو اسم آپ پکار رہے ہیں اسم ذات میں توجہ کر کے آپ کو اس اسم کی آواز بلند کرنے کا حکم ہوا۔ جب آپ پکارتے ہیں تو وہ اسم اپنی ذات کو پکارتا ہے۔ پھر اس اسم کے مطابق وہ ذات ویسے ہی فیض دیتی ہے۔ تو دونوں کام ذات کے اپنے ہو گئے یعنی اس ذات نے پہلے پکار دی اور پھر پکار پر لبیک کہا۔ تو اللہ کریم جب آپ کو اپنا نام پکارنے دے تو یہ دو باتیں یاد رکھو کہ پہلے نام دیا اور پھر نام لینے کے بعد جواب دیا' پھر احسان کر دیا۔ اللہ نے پہلے آپ کو دعا کا شعور دیا اور دعا کی ضرورت بن کر پھر دعا منظور بھی اس نے آپ ہی کرنی ہے۔ یہ جو اجازت ہے اس میں دونوں فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ جب آپ ماضی کے کسی بزرگ کو پکارتے ہیں تو تاریخ کا فاصلہ مکمل ہو جاتا ہے۔ درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کے پاس وہ فریاد ایسی ہے جیسے آپ کسی زندہ انسان کو پکار رہے ہوں کہ جہاں پناہ' بادشاہ سلامت! آپ ذات کو پکارتے ہو حالانکہ درمیان میں فاصلہ جغرافیہ کا بھی ہے' تاریخ کا بھی ہے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ توجہ حاصل کرنا یا توجہ دینا' اس کا تعلق صرف تعلق کے ساتھ ہے۔ جو ذات آپ سے متعلق ہے وہ چاہے تاریخ کے فاصلے میں ہو' چاہے جغرافیہ کے فاصلے میں ہو' وہ آپ سے متعلق رہے گی۔ اس لیے آپ اپنی پکار کو ضرور دیکھا کریں کہ یہ تاریخ کے فاصلے طے کر رہی ہے' اس میں Distance جو ہے وہ Matter نہیں کرتا۔ اس میں صرف خلوص Matter کرتا ہے۔ آپ کو آج بھی ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے پکارا ہے ؎

ڈوب جانے کے جب آثار نظر آتے ہیں
کالی کملی میں وہ سرکارؐ نظر آتے ہیں

تو وہ نظر آتے ہیں اور یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ توجہ سے' پکار سے' فریاد سے' خلوص سے رابطہ

قائم ہو جاتا ہے۔ دونوں چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہو گیا کہ دور، Far رہنے والے آپ کے اندر بصورت یاد رہتے ہیں اور Correspondingly آپ سے یاد لیتے ہیں، آپ کو توجہ سے پکارتے ہیں اور مقابلے میں آپ سے توجہ میں پکار حاصل کر لیتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہو گیا کہ جس کو آپ یاد کر رہے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی صورت میں آپ کو یاد کر رہا ہے۔ اور یہ تعلق چونکہ نیکی کا تعلق ہے اس لیے وہ پکار رہا ہے۔ آپ کو ضرورت کا احساس ہو رہا ہے، یہ خالی پکار نہیں ہے۔ بچہ ماں کو پکارتا ہے تو ماں اسے سلا تو نہیں دیتی بلکہ اس بچے کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ پکار رہا ہے تو ماں سمجھ جاتی ہے کہ یہ کون سی پکار ہے۔ یعنی بچہ ماں کو پکار رہا ہے تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ اس وقت دودھ کی پکار ہے یا اس وقت کسی اور ضرورت کی فریاد ہے۔ بچہ جب جوان ہو کر پکارتا ہے تو اور ضرورتوں کی فریاد کرتا ہے کہ دیکھو ہماری زندگی کے بارے میں کچھ غور و فکر کرو۔ گویا کہ پکار 'ندا' اپنے اندر تمام ضروریات سمیٹتی ہے اور جس کو پکارا جائے وہ ضروریات کے مطابق اس کا جواب دیتا ہے یا جواب بن جاتا ہے۔ باقی رہ گیا سوال عمل کا، عمل اگر عمل کے ساتھ Correspondent نہ ہو، علم ہر چند کہ علم سے متعلق ہو، وہ علم ویسا نہیں ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سچی بات کر دی جائے تو ہر آدمی صاحبِ تاثیر نہیں بن جاتا۔ جھوٹا آدمی بھی وہی کہے گا، زیادہ جھوٹ نہیں بولے گا کہ یہ واقعات ہیں، یہ تاریخ ہے، یہ جغرافیہ ہے، قرآن کریم کی شرح غلط نہیں کرے گا، ٹھیک ہی کرے گا مگر اس کا باطن شاید اتنی صداقت میں نہ ہو۔ وہ صاحبِ تاثیر نہیں بنتا اگرچہ یہ کلام تاثیر والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی اس بات، اس علم، کے لیے ایک عمل درکار ہے۔ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہو وہ ذات کتاب سے کم مقدس نہیں ہے۔ اس ذات کا عمل بھی کلام مجید کی ایک آیت ہی سمجھو۔ اب یہ جو قرآن آپ بول رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں، اس قران کا ایک Correspondent عمل ہے جو اس کے علم کے ساتھ ہے۔ اگر وہ عمل آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو تو پھر یہ عین ممکن ہے کہ ہدایت بھی آپ کے لیے گمراہی کا سامان ہو۔

آپ صرف ایسا علم بیان کررہے ہیں، جس کا آپ نے عمل نہیں دیکھا۔ معاف کردینا ایک علم ہے۔ علم کیا ہے؟ سب کو معاف کردینا، درگزر کردینا، اس علم کا عمل؟ انہوں نے جب معاف کیا تو برملا کہا کہ ہم درگزر کررہے ہیں، معاف کررہے ہیں اور وہ جو حق بنتا تھا اس کو بھی معاف کررہے ہیں۔ مقابلے میں جنگ کرنے والوں کو معاف کررہے ہیں کہ ''آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، تم جانتے ہو؟'' ''ہمیں علم نہیں ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے''۔ ''میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے مجھ سے پہلے کیا۔ آج کے دن تمہیں کوئی گرفت نہیں ہے، میں یہ سلوک کروں گا کہ میں نے تمہیں معاف کردیا''۔

وہ جو سلوک ہے سزا کے وقت معاف کرنے کا تو وہ کرکے دکھایا کہ یوں معاف کیا جاتا ہے۔ اب جب تک یہ عمل آپ کی نگاہ میں نہ ہو، معاف کرنے کا علم آپ کو سمجھ نہیں آسکتا۔ معاف کیسے کیا کرتے ہیں؟ آپ کہیں گے کہ اس کو کیسے معاف کرتے، وہ تو میرے مقابلے میں کھڑا تھا۔ مقابلے میں جتنے کھڑے تھے انہوں نے سب کو معاف کیا۔ بلکہ مقابلے والے کو پہچاننا ہے کہ یہ جو دشمن ہے، صلاحیت والا ہے، دعا کی، اسے مسلمان کردیا جائے، یہ آدمی جو ہے خلافِ اسلام ہے، اسے سیفِ اسلام بنانا ہے، سیف اللہ بنانا ہے۔ اب وہ جو خلافِ اسلام ہے، بہت جوہر والا ہے، جوہر آبدار ہے، اس کو سیف الاسلام بنانا ہے ۔ گویا کہ مخالف کے اندر یا مخالفت کے اندر جو Genius نظر آیا، اسلام میں لانے کی کوشش کی۔ معاف اتنا کیا کہ محبت کی اس سے کہ وہ آدمی جو دشمن ہونا چاہیے، وہ آدمی تو دوست ہونے کے قابل ہے۔ آپؐ کا حکم ہے کہ غلاموں کو درگزر کرو، آپؐ سے پوچھا گیا کہ دن میں ایک غلام کی غلطی کتنی بار معاف کریں۔ آپؐ نے فرمایا ستر بار تو ضرور معاف کرو۔ اس حد تک شفقت و شفیق، معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معاف کرکے دکھایا گیا ہے۔ جس چیز کا حکم کیا وہ کرکے دکھایا۔ یعنی کہ علم کا شاہد عمل دکھایا گیا۔ اگر آپ کے علم کا شاہد عمل نہ ہو تو وہ علم آپ کے لیے حجاب اکبر ہے۔ **العلم حجاب الاکبر** وہ علم بڑا حجاب ہے جس نے اپنا

عمل نہ دیکھا۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ہے "ایسے علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے"۔ نفع سے کیا مراد ہے؟ جو عمل میں نہ آئے۔ تو خالی علم، عمل کے بغیر، آپ فیصلہ کر لو وہ علم جس کا عمل نہیں دیکھا، ایسے صاحب علم کا وہ علم حجاب ہے۔

ایک اور جگہ کہا گیا کہ ایسا علم جاہل گدھے پر کتابوں کا بوجھ ہے۔ گدھا جاہل رہنا چاہیے، اس پر کتابوں کا بوجھ ہے جو اس کے عمل میں نہیں آتا۔ اس لیے علم کو عمل بنانے کے لیے جو علم آپ نے Acquire کیا، اس آدمی کے پاس علم کو عمل بنانے کے ساتھ وابستگی عمل موجود ہے۔ ہر نصیحت کا ایک عمل موجود ہے، ہر علم کا عمل موجود ہے۔ کتاب العلم جو کتاب اللہ ہے اس کا علم جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پہلے وہاں سے عمل Acquire کرو پھر کلام اللہ سے علم لو۔ جب تک علم عمل کے تابع نہ ہو علم، علم نہیں رہتا، وہ علم ویسے نہیں رہتا جیسے نظر آ رہا ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ علم، علم نہیں رہتا جب تک عمل، عمل کے تابع نہ ہو۔ علم جو آپ کے Reaction کی بولی ہے یہ تو آپ ہر روز دیکھتے رہتے ہو کہ کسی نے Dialogue بولا ہے تو کسی کو وہ ڈائیلاگ تاثیر دیتا ہے، کسی کو نہیں دیتا۔ جس نے تاثیر کے ساتھ بولا وہ تاثیر میں آ گئے۔ دل سے بولا تو دل تک بات آ گئی۔ اس بات کے ساتھ ایک عمل موجود ہے۔ اس لیے جھوٹا آدمی اگر سچ بھی بولے تو وہ سچ بے اثر ہو جائے گا۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ منافق اگر گواہی بھی دے دے، کلمہ بھی پڑھ لے، اس کلمے کے بارے میں اللہ کریم گواہی دیتا ہے کہ یہ کلمہ بھی جھوٹا پڑھ رہا ہے۔

لہٰذا عمل، عمل کے تابع ہو تو پھر وہ علم حاصل ہوتا ہے جو منفعت بخش ہے۔ پھر وہ آپ کو نسخہ بتا دیتے ہیں کہ یہاں یوں کرنا ہے۔ عمل جو ہے مشاہدے میں دکھا دیا جاتا ہے کہ یہاں یہ کرنا ہے۔ ہر وقت، ہر زمانے میں بہت سارے لوگ اللہ کے دین میں آئے جنہوں نے عمل دکھایا، اپنا عمل کر کے دکھایا۔ آج کل مشکل ہے کہ جتنے بھی دین کے احکام ہیں وہ کوئی عمل میں دکھائے۔ ایسے بھی ہزار ہا لوگ ملیں گے کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ ولی کہاں ہے، مدت گزر گئی کوئی کرامت نظر نہیں آئی جب کہ میں تو آیا تھا کرامت دیکھنے کے لیے۔

بولے کیا کوئی بات خلافِ شرع دیکھی ہے؟ بولا نہیں۔ فرمایا اتنی ہی کرامت ہے میری۔ ہر آدمی نے یہ بات دکھائی، سمجھائی۔ اپنے علم کو اپنے عمل تک رکھا یا اپنے عمل کو اپنے علم تک پہنچایا۔ علم زیادہ مل گیا تو اپنا عمل بھی زیادہ کیا کہ اِس کو کیسے کرنا ہے اور اُس کو کیسے کرنا ہے اور یہ سب قرآن کریم کے مطابق کیا۔ قرآن میں آدھے سے زیادہ تو ارشادات ہی ہیں، کچھ بیانات ہیں پچھلی امتوں کے، آپ کی اطلاع کے لیے کہ اس امت نے یہاں عمل کی غلطی کی، یہاں سزا نے اس کو آلیا، یہاں یہ غلطی کی، کہنا نہیں مانا، یہاں یہ سزا آ گئی، پھر اللہ کریم کے ارشادات ہیں کہ ایسا کرو، ایسا نہ ہونا چاہیے، تم اس کو یوں کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات فرمائے ہیں ان احکام کو آپ اگر عمل میں دیکھو تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔ یعنی کہ اس حکم کی افادیت کیا ہے اور کیا یہ حکم عمل میں آسکتا ہے یا نہیں آسکتا۔ لوگوں میں یہ بڑا سوال ہے کہ اتنی بڑی مصروف زندگی میں پانچ نمازیں کس طرح ہو سکتی ہیں؟ سائنس کا زمانہ ہے، ترقی کا دور ہے، ہر وقت نمازیں ہی نمازیں ہیں۔ آپ کو اسی سائنس کی دور میں بے شمار لوگ مل جائیں گے جو پانچ وقت کی مکمل نمازیں ادا کرتے ہیں۔ بے شمار مساجد مل جائیں گی جن میں آج بھی پانچ وقت اذان اور نماز ہو رہی ہے۔ جہاں آپ کو نہ ہونے کی تاکید کی جاتی ہے وہاں آپ کو ہونے والے لوگ مل جائیں گے۔ اگر آپ نے عمل جاری رکھنا ہے تو اس عمل سے آپ کو منفعت مل جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جو ہے علم بعد میں ہے اور عمل پہلے ہے۔ اگر ہم کہیں کہ اے اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور ادھر کوئی اور سلسلہ شروع کر دیں، اللہ سے کوئی اور بات کریں، دنیا سے کوئی اور بات کریں، اس طرح ہمارے اندر علم اور عمل کا تضاد پیدا ہو جائے گا۔ علم اور عمل کے درمیان فاصلہ کم کرنا ہی ولایت ہے۔ یہی شریعت ہے، یہی ولایت ہے کہ اپنے علم کو Willingly عمل کے تابع کرنا۔ جتنا تم Willingly علم کو عمل کے تابع کرو گے اتنے ہی تم درویش ہوتے جاؤ گے۔ شریعت کیا ہے، عمل ہے، حکم ہے، صرف علم نہیں ہے، حکم ہے کہ بڑھے چلو، درویش آیا تو اس نے کہا کہ اگر یہ حکم ہے تو یہی میری خوشی ہے۔ حکم کو خوشی بنانے والا درویش ہے۔ وہ حکم کی اطاعت کرتا

ہے۔ ہر آدمی حکومت کا حکم مانتا ہے مگر ہر آدمی حکومت کو پسند نہیں کرتا۔ حکومت کا حکم کیسے مانتے ہیں؟ آپ نے جو قانون بنا دیا اس کو مانتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن دل سے کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کچھ نہیں کرتے۔ ناپسندیدگی کے عالم میں بھی اطاعت ہے۔ اور وہ حکومت کے لیے برا ہوگا یا پھر آپ کے لیے برا ہوگا' کسی ایک کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔

دین یہ ہے کہ جو علم آپ نے Acquire کیا اس کا عمل آپ خوشی کے ساتھ Yes کر دو۔ پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا

سوال:

کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے؟ کیا یہ Acquire کی جاتی ہے یا خود بخود دی جاتی ہے اور اس کی Range کیا ہے؟ اور اس کی افادیت کیا؟

جواب:

آپ توجہ کو یوں سمجھیں کہ آپ اپنے لیے ایک مقصد حیات رکھتے ہیں ہستی کا ایک منصوبہ رکھتے ہیں۔ وہ ہر وقت آپ کے ذہن میں قائم رہتا ہے کہ ہم نے ایسا کرنا ہے' ایسا ہونا چاہیے۔ آپ کے ذہن میں خیال ہوتا ہے کہ کاش ایسا ہو جائے یا ویسا ہو جائے یا میں اس راہ پر چل نکلوں۔ آپ کے پاس اپنی ذات کے لیے ایک اندازہ موجود ہوتا ہے جسے آپ نصب العین کہتے ہیں۔ اگر یہ اندازہ اپنے سے زیادہ کسی سمجھ دار ذہن میں ڈال دو تو وہ اسے Watch کرتا ہے اور آپ اس کا نصب العین بن جاتے ہو۔ اگر والدین اولاد کا نصب العین ہوتے ہیں تو اولاد والدین کا نصب العین ہوتی ہے۔ والدین اولاد کے کسی راستے پر چلنے کے لیے اپنے طور پر دعا' دوا کرتے ہیں تو اولاد کے لیے آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر والدین کارگر ہوں تو اولاد کے لیے وہی راستہ بن جاتا ہے جو وہ کہہ رہے ہوں۔ اگر دونوں کا اتفاق ہو جائے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے خیال کو جب کسی اور خیال کے حوالے یا ساتھ کر دیا جاتا ہے تو اس خیال کی تاثیر سے آپ کے اندر وہ عمل پیدا ہو جاتا ہے جو اس خیال کا منشا ہو اور آپ کے لیے ضروری اور باعثِ افادیت

ہو۔اب چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟ سوال تو یہ تھا۔تھا وہ قطب ہی مگر آیا تھا معذرت کے ساتھ۔جس طرح کہتے ہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہوں' اب وہ کتا تو نہیں ہے۔لیکن میں شیروں کو پھاڑ ڈالتا ہوں' جیسا کہ کہا گیا ہے کہ

پیش وائے تمام رندانم

کہ سگ کوئے شیر یزدانم

ہے رندوں کا بادشاہ لیکن آپ سگِ کوئے شیر یزدانم ہے یعنی کہ

برا نہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں

نہیں ہے جرم کہ ادنی سگِ علیؑ ہوں میں

اب یہ جو عاجزی ہے یہی تو Title ہے اس کا۔ایک تو ہے اس کے نصیب کی بات اور ایک اس کی استعداد کی بات۔تو لوگوں نے اس کا کھوج لگایا۔چور کو قطب بنا کے ویسے بھی آپ نے کمال ہی کر دیا۔تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ تھا ہی قطب' آیا تھا اس حساب سے اس انداز سے

چوری کرتے بھن گھر رب دا

تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

اس انداز کا یہ جواز ہے۔دوسرا جواز یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے۔تو ایک مقام آتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کیا ہو جائے۔مریدی لا تخف اللہ ربی ہم جو چاہیں کریں' ایک مزاج یہ بھی ہے' جسے آپ توجہ کہہ رہے ہیں۔ایک مقام پر جب انسان کی دعا منظور ہو جاتی ہے تو وہاں خواہش بھی دعا بن جاتی ہے۔ایک مشہور واقعہ ہے کسی بزرگ کا' انہوں نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی جا رہی ہے۔انہوں نے اسے ذرا غور سے دیکھا۔پھر انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو تو نے اتنا خوبصورت بنایا ہے اور پھر اس کو آگ میں جلا دینا ہے' یہ کیا بات ہوئی۔تو دعا کی۔اس نے وہاں پہ کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔

ایک اور مقام یہ بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اطلاع آئی ہے کہ فلاں شہر کے

قطب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں' جلدی نیا نامزد کرو۔ آپ نے کہا اس وقت Available نہیں ہے' ایک آدمی یہاں پڑا ہوا ہے' اس کا نام درج کر دیتے ہیں۔ وہ لپٹا ہوا تھا صف میں۔ اس کا نام "قطب" درج کر کے حالت بدل دی۔ اب یہ جو مقام ہے وہاں استعداد پہلے سے موجود ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر استعداد نہ ہو تو مرتبے سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ اس لیے یہ مرتبہ سزا کے طور پر نہیں ہے۔ جس کو قطب بنا دیا وہ چور کوئی Expert ہوگا جس نے ولی کا گھر توڑا۔ جس کو پتہ ہو کہ یہ بزرگ غوث ہے' مشہور آدمی ہے' آدھی دنیا تو مرید ہوگی' اس نے کہا کہ دیکھا جائے گا' آج ذرا غوث کے گھر بھی ہو آئیں۔ یہ ایک بڑی کمال کی بات ہے اور یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ مقابلے والا تلوار لے کے آ رہا ہے اور کلمہ پڑھ کر جا رہا ہے۔ کیا مجال ہے کہ چوری کرے۔ یہ اس کی ہمت کی داد دینے والی بات ہے کہ تو ہمارے ہاں آیا' اب تو خالی ہاتھ جا رہا ہے تو یہ ہماری شان نہیں کہ خالی ہاتھ واپس جائے' چلو اور کچھ نہیں تو قطب ہی بن جا۔ یہ دینے والے کے انداز ہیں کہ ہاتھ خالی نہ جانے دے۔ ویسے بھی دیکھا گیا ہے کہ بزرگ جو ہیں اپنے گھر میں بری نیت سے آنے والوں کو بھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ خالی ہاتھ بھیجنے کا حکم ہے ہی نہیں۔ ان کی زندگی اور طرح کی زندگی ہوتی ہے' وہ اور ہی کہانی ہوتی ہے۔ کہ کوئی خالی ہاتھ نراش نہ جائے۔ کسی نے نراش جانا ہی نہیں ہے وہاں سے۔ اور یہ جو توجہ ہے ایک ایسی قسم کی چیز ہے جیسے آگ' اگر آگ لوہے پر توجہ کرے تو لوہے کو آگ بنا دیتی ہے اور لوہا جل کر آگ جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کو ایسی توجہ ہو جاتی ہے۔ توجہ والا انسان جو ہے' اس دوسرے انسان کو اپنے قریب کر لیتا ہے یا اپنے سا کر لیتا ہے۔

اپنی سی کر لی مجھ سے نیناں ملائی کے

سنا نہیں آپ نے کہ اپنی سی کر لی' اپنے جیسے بنا لیا' اپنا رنگ دے دیا' اپنا ڈھنگ دے دیا۔ ہر چشتی قوالی سنے گا اور اپنے جیسا ہوگا۔ جو رنگ ایک نے شروع کیا ہے وہ رنگ اس کے ماننے والے متعلقین سب میں کم و بیش جاری رہے گا۔ یہ جو ہوتا ہے یہ توجہ کا عمل ہوتا

ہے۔توجہ کا معنی' اپنے جیسے کر لینا۔اور آگ کے اندر جو لوہا ہے وہ آگ تو نہیں بنا' آگ جیسا ہو گیا۔ جب تک وہاں ہے ویسا ہی ہے۔ جدا ہو گا تو ایسے ہی ہو گا جیسا پہلے تھا۔تو توجہ تعلق عطا کرتی ہے۔اس تعلق میں توجہ دینے والا' توجہ لینے والا تقریباً برابر ہو جاتے ہیں۔آگ کے اندر یا طاقت کے اندر دونوں جو ہیں یکساں ہو جاتے ہیں۔

توجہ ملتی کیسے ہے؟اس طرح ملتی ہے جس طرح اللہ کے فضل سے چہرہ مل جاتا ہے' جیسے اللہ کے فضل سے ایمان مل جاتا ہے۔ایمان کہاں سے لیا؟ نہ ڈھونڈنے کی چیز ہے اور نہ تلاش کرنے کا نتیجہ ہے بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔

ایک آدمی کو مدت ہوئی کسی بزرگ کا انتظار کرتے کرتے' دریا کے کنارے بیٹھا رہا' مایوس ہونے لگا۔ پھر وہ تشریف لے گئے۔اس کو بتایا۔واپسی کا سلام کیا۔اُس نے پوچھا آپ وہ ہی ہیں جی۔ بزرگ نے فرمایا ہاں وہی ہیں' آئندہ ملنا ہو تو میرا یہ ایڈریس ہے' آجانا'اس آدمی نے کہا کہ جس نے پہلے آپ کو بھیجا ہے اس نے دوبارہ بھی آپ کو بھیج دینا ہے' میرا کام ہے یاد کرنا' میرے پاس آنے کا ٹائم نہیں ہے کہ آپ کو تلاش کروں۔ یہ الگ الگ بزرگوں کی کہانی ہے۔

یاد کرنے والے جو ہیں وہ تلاش نہیں کرتے۔ کہتے ہیں یہ کام بھی آپ ہی کرو۔تو ایسے بھی ہوتا ہے۔وہ آپ ہی کام کرتے ہیں۔اس لیے یہ صرف توجہ والے کا اعجاز نہیں ہے بلکہ لینے والے کا بھی اعجاز ہے۔ یہ لینے والے کی کرامت ہے۔ یہ سائل کی کرامت ہے کہ آپ کا سامان ہی لے گیا' ایسی آواز نکالی کہ آپ نے لباس ہی اتار کر دے دیا۔تو یہ اس کا کمال ہے۔سائل کا سوال جو ہے وہی اس کی عطا ہے۔سو سائل کا سوال ایسی عطا ہے کہ دینے والا بے شک اپنی جگہ پر عطا کرنے والا ہو مگر وہ لینے کا بڑا اعجاز ہے۔ لینے پر آجائے تو اللہ کی رحمت لے لے اور اگر لینے پر آجائے تو عذاب بھی مانگ لے۔اس لیے یہ توجہ حاصل کرنے کا حجاب ہے۔آپ مسکین شکل بناؤ گے تو ہر آدمی کو رحم آجائے گا اور اگر آپ مغرور ہو کر آؤ گے تو ہر آدمی کہے گا کہ کیا ہو رہا ہے۔خود بخود آپ کے اندر برائی آجائے گی۔

یہ آپ کا اپنا کمال ہے' توجہ لینے کا اپنا کمال ہوتا ہے کہ اس پر نگاہ آجایا کرتی ہے اور وہ نگاہ جو ہے وہ کارساز نگاہ ہوا کرتی ہے۔ نگاہ سے مراد Attention ہو جانا' اور وہ رائے بھی دیتا ہے' دعا بھی دیتا ہے۔ رائے وہ ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کی سمجھ میں آجائے۔ کہتا ہے کہ اس کام کو یوں کر دو بات آسان ہو جائے گی۔

بلھےؒ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی گرچہ معمولی بات تھی۔ بزرگ پیاز کی پنیری لگا رہے تھے۔ بلھےؒ نے پوچھا کہ رب کی کوئی آسان سی بات بتائیے۔ انہوں نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے' پنیری اٹھا کر اِدھر سے اُدھر لگا دے۔

بُلھیا رب دا کی پاونا
ایدروں پٹنا تے اُودر لاونا

بلھےؒ کو بات سمجھ نہیں آئی۔ کہتا ہے کہ بات سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا کہ اس دنیا سے دل اٹھا لے' دل خود بخود اُدھر لگ جائے گا۔ تو دل اِدھر نہ لگا۔ دنیا سے دل اچاٹ ہو کے اس طرف رجوع کر لینا ہی رب کو پانا ہے۔ رب ذات نہیں ہے کہ رب حاصل کر لو' رب سمت بھی نہیں ہے کہ اس پر کاربند ہو جاؤ' اس کی سمت اتنی لامحدود ہے کہ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ رب کو پانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے برعکس والی چیز سے آپ نجات پاؤ' پھر تو رب ہی رب ہے۔ دنیا کی طرف سے آپ نے ہاتھ اٹھا لیا تو آپ رب کی طرف چل پڑے۔ صاحبانِ سفر جتنے ہیں کسی کو کوئی بات مل گئی۔ سارے مرتبے میں برابر نہیں ہیں۔ پیغمبر برابر نہیں' ولی کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ آپ کے مزاج کے مطابق دعا کرنی ہوتی ہے کہ آپ کی استعداد کے مطابق اور آپ کے مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو مرتبہ عطا فرمائے۔ ورنہ مرتبہ مل جائے اور استعداد نہ ہو تو اس سے بڑی اور کوئی آزمائش نہیں ہے۔ تاریخ میں دیکھا گیا' ایمان دار آدمی ہے' ایمان دار نیک انسان' دین کو سمجھنے والا انسان' آزمائش یہ ڈال دی گئی کہ دنیا کی بادشاہی دے دی۔ دنیا کا تصور اس کو نہیں۔ اب وہ صرف دین میں کامیاب تھا' اسے میدان میں جا کرنا کام ہی ثابت ہونا ہے اور وہ ہو جائے گا کیونکہ یہ اس کا اپنا میدان نہیں ہے۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ آپ کو کسی ایسے میدان میں نہ ڈالا جائے جو آپ کا میدان نہ ہو، جو آپ کی استعداد نہ ہو۔ مثلاً کوئی آپ سے کہے ''آپ ہمارے دوست ہیں، بڑے اچھے ہیں، یہ گانا بڑا اچھا گاتے ہیں''۔ محفل خراب ہو جائے گی کیونکہ آپ گانا نہیں گاتے۔ ایسے مقام کی تعریف جو آپ میں نہیں ہے، یہی بد تہذیبی ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کریں کہ جو چیز آپ کی استعداد میں ہو وہی آپ کو کرنی پڑے۔ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہو تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے نکال دو۔ تب انصاف کی کرسی پر بیٹھنا ورنہ جس کو اپنے بیگانے کا پتہ چلتا ہے وہ انصاف کبھی نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہونا چاہیے آپ کی ذات پر کہ آپ کو اپنی استعداد کے مطابق ملے۔ وہ قطب جو چور سے بنا تھا وہ قطبوں کا بھی قطب تھا۔ پھر اس کو وہ مقام ملا۔ توجہ کر کے، اس کو مرتبہ عطا ہو گیا۔ اگر آپ فقیروں سے ملیں، آپ میں استعداد نہ ہو اور ان کی توجہ ہو جائے، پھر کہتے یہ ہیں کہ اگر ظرف نہ ہو، تیزی ہو جائے، تو آدمی کی جان خطرے میں ہے اور بعض اوقات ایمان بھی خطرے میں ہے۔ نااہل کو اہلیت کا مقام مل جائے تو اس کا ایمان بھی خطرے میں ہوگا، جان بھی خطرے میں ہوگی۔ اس طرح کے بڑے واقعات ہوئے۔ نااہل پر توجہ کر دی گئی مگر اس کے پاس استعداد نہیں تھی۔ مثلاً ایک آدمی کوئی خوراک کھاتا ہے تو وہ اس کو تکلیف دیتی ہے، اور کھاتا ہے تو اس خوراک سے مر جاتا ہے۔ تھوڑی خوراک کھائے گا تو طاقت آئے گی اور وہی طاقت دینے والی چیز، وہی خوراک اگر زیادہ کھالی جائے تو طاقت چھن جاتی ہے۔ Quality وہی رہے چیز کی اور اگر مقدار بڑھا دی جائے تو کوالٹی برعکس ہو جاتی ہے۔ مفید چیز مقدار میں بڑھ جائے تو غیر مفید ہو جاتی ہے۔ اگر مقدار میں کم ہو جائے تو پھر کوئی بات نہیں۔ اس لیے خالی مقدار کے اضافے کے ساتھ معیار بدل سکتا ہے۔ تو چیز کا معیار بدل جاتا ہے ہر چند کہ چیز وہی رہی۔ کسی چیز کی کثرت کے باوجود اس میں کمی ہو سکتی ہے اس طرح کہ وہ چیز منفعت بخش نہ ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اچھا بنایا ہے کہ رات پڑتے ہی سو جاتے ہیں۔ گویا کہ آپ کے سارے جھگڑے، آپ کے سارے اندیشے، نعمتیں، رنج، راحت، Achievements اور آپ

کی محرومیاں، سب رات تک ہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے آپ پر کہ آپ کے اندر فراموش کرنے کی ایک صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جہاں یاد کرنے کی صلاحیت ہے وہاں بھول جانے کی صفت بھی ہے۔ آپ سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے یادداشت عطا کی، پھر آپ شکر ادا کریں کہ بھول جانے کی صفت دی ہے ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لیے غم بن جاتا۔ نہ ہمیں طویل عمر کے لیے خوشی چاہیے اور نہ غم ہمیشہ کے لیے چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات نازل فرما کر، نیند سے بھری رات نازل فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے سارے دعوے شام تک ہی ہیں۔ لہٰذا آپ کی پریشانیاں شام تک ہی ہیں۔ صبح اٹھیں گے تو نئی پریشانی ہوگی، نئی خوشی ہوگی۔ اس لیے آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا کریں۔ کوئی خیال مستقل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ آپ کو اپنا خیال دے دے، ایسا خیال جو اتنے بڑے واقعات کے بعد، نیند کے بعد بھی جاری رہے۔ نیند کے کئی فائدے ہیں۔ نیند کے بارے میں بہت ساری باتیں پہلے بھی آپ کو بتائی تھیں، برے آدمی کے لیے نیند بڑی اچھی چیز ہے، مثلاً یہ کہ انسان برائی سے بچ جائے گا، نیک آدمی کے لیے نیند اچھی چیز نہیں ہے کہ نیکی سے محروم ہو جاتا ہے، نیند جو ہے راحت ہے ہر آدمی کے لیے، آپ کے اعمال کو نیند آ کر روک دیتی ہے، آپ جائزہ بھی لے سکتے ہیں اور اندازہ بھی کر سکتے ہیں کہ میں نے کیا کیا، کیا کھویا، اس میں موت کی تصویر بھی نظر آ سکتی ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو ہمیشہ جاگتا ہی جائے۔ یہ اللہ نے بڑا خاص احسان کیا ہے ورنہ انسان مر جاتا۔ تو اس لیے آپ یہ سمجھ لو کہ اگر مقدار بڑھ جائے تو معیار کی تاثیر گھٹ جاتی ہے۔ توجہ اگر زیادہ ہو جائے اور آدمی کا ظرف کم ہو تو وہ برتن پھٹ سکتا ہے۔ تھوڑی توجہ سے اس کو فائدہ ہو سکتا ہے اور اگر ظرف نہ ہو تو عطا انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کبھی نیچ آدمی کو، کہ کم ظرف انسان کو جو بھی مرتبہ ملتا ہے اُسے مغرور بنا دیتا ہے۔ زیادہ ظرف والا آدمی جو ہے وہ مرتبے میں Humble ہو جاتا ہے۔ پھل دار درخت Humble ہو جاتے ہیں اور جو اپنے قد سے بڑھ جانے والے درخت ہیں، ہمیشہ بے ثمر ہی رہتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ کچھ لوگوں میں غرور پیدا ہوتا ہے یعنی کچھ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غرور پیدا کرتی ہیں اور جو Humble رہتے ہیں ان کا مقام اور ہوتا ہے۔

آپ چیزوں کی مقدار کو بڑے توازن میں رکھنا ورنہ اس کا اثر بڑا برعکس نکل آتا ہے۔ اور توجہ کی تمنا کبھی نہیں کرنی چاہیے' یہ مستند ہے' پکی بات ہے۔ توجہ کی تمنا اپنے لیے ایک ایسی چیز کی تمنا ہے جو موجود نہیں ہے اور اس سائل کا لباس نہیں ہے' اس لیے Size سے باہر کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اپنے راستے کی' اپنے مزاج کی' سچ کا سفر ہونے کی تمنا ہونی چاہیے۔ قطب بننے کی تمنا جو ہے اس کے لیے چور بننا لازم ہے۔ وہ آپ نہیں بن سکتے کیوں کہ وہ دقت والی بات ہے۔

کافر نہ شدی لذتِ ایماں چہ شناسی

اس کا ایک اور مقام یہ ہے کہ جو راستے پر چل رہا ہے. عام طور پر اسے صرف شاباش چاہیے' Encouragement چاہیے' جو راستے سے بھٹک گیا اور ہے اچھے خاندان کا تو پھر توجہ چاہیے۔ حکم کے علاوہ کوئی توجہ نہیں کر سکتا یعنی اللہ کے حکم کے علاوہ توجہ نہیں ہو سکتی اور اللہ کا حکم ہی توجہ ہے' توجہ کا باعث ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یوں سمجھو کہ نگاہِ مردِ مومن ہی تقدیر ہے۔ اگر آپ کی تقدیر میں بدلنا لکھا ہے تو مردِ مومن آپ کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تیری کتاب کو بدلنے کو میں حاضر ہو گیا۔ اس لیے اگر آپ کے مقدر میں بدلنا لکھا ہے تو مومن جو ہے وہ صاحب نگاہ دور سے چل کے آئے گا۔ اس لیے آپ اپنے نصیب کے ساتھ انتظار کرو' بڑے اطمینان اور یقین سے انتظار کرو۔ وہ خود بخود ہی آ جاتے ہیں جس طرح آپ کو روشنی دینے کے لیے سورج کہیں سے آ گیا۔ اور آپ کو خوراک عطا کرنے کے لیے آپ کی ٹیبل چل کر آئی' آپ کو کیا پتہ کہ کون سی مل سے کتنا آٹا آ گیا' کدھر سے کیا چیز آ گئی' آپ کے گھر میں کون سی چیز کہاں سے آئی سجانے کے لیے' کیا سے کیا واقعات ہو گئے۔ یہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔ یہ ہوائیں چل کر آئی ہیں'

بادل چل کر آئے ہیں۔ وہ جو آپ کی خواہش پوری فرمانے والا ہے وہ آپ کی خواہش خود بخود پوری فرمائے گا۔ صرف آپ استقامت کے ساتھ حسن انتظار پیدا کرو۔ اس دور کے اندر سب سے بڑی کرامت استقامت سے بڑھ کر کوئی نہیں' آپ استقامت کرلو تو یہی بڑی کرامت ہے۔

آپؐ کی ذات مبارک کائنات کے لیے ہے' آپؐ کے ارشادات کائنات کے لیے ہیں' آپؐ کی چھوٹی سی بات بھی یاد رہ جائے تو لوگوں کی ساری زندگی راستہ پکڑ سکتی ہے۔ باتوں کو یاد کرنے کی بات نہیں ہے' ایسا فقرہ ضرور ہوگا۔ فقرہ' بتانے کی ضرورت نہیں کسی کو' آپ کلام اللہ پڑھو' اس میں ایک آیت ہے۔ فیہ ذکر کم اس میں تمہارا ذکر ہے اور یہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تم آپ ہی قاری ہو۔ اگر آپ اسے پڑھو کہ یہ کلام چونکہ اللہ کریم کا ہے جو میرا معبود بھی ہے' خالق بھی ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں' لازمی بات ہے کہ اسی کے اندر آپ کے لیے نصیحت کی کوئی بات ہوگی۔ ساری نصیحتیں ہیں سب کے لیے' اور ایک بات خصوصاً آپ کے لیے ہوگی۔ آپ اس کو توجہ سے پڑھ رہے ہوں تو صرف ایک آیت یا ایک فقرہ آپ کے لیے ہوگا اور باقی قرآن پاک سے آپ کو الگ نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ چلتے چلتے وہاں رک جاؤ گے' اس کو دوبارہ پڑھو گے۔ چاہے آپ کوئی سی آیت پڑھ رہے ہوں' کوئی سی سورت پڑھ رہے ہوں' اس میں ایک تکرار آ جاتی ہے۔ جہاں آپ کے ذہن میں تکرار آ جائے آپ دوبارہ دوبارہ پڑھنے لگ جاؤ' تو اس بات پر غور کرو کہ یہ آپ کے لیے ہے۔ اسی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث مبارک میں بھی ہوگا۔ اگر حدیث شریف صحیح بخاری لی جائے تو اس کے اندر کتنے صفحات ہیں' آپ گن لو' سارے صفحات کو یاد رکھنا سب کے لیے ممکن نہیں۔ ایک حدیث آپ کو نظر آئے گی' اس حدیث کی روشنی میں آپ نے زندگی بسر کر دینی ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ حدیث مبارک میں کون سی چیز آپ نے غور کی تو آپ کہہ سکتے ہیں میں نے اس حدیث کی روشنی میں زندگی گزاری۔ اس لیے وہ چیز جو آپ کے عمل میں آ رہی ہے وہ بات

آپ قائم رکھ لو۔ حدیث کو سنانا نہیں، یاد کر کے بتانا نہیں، وہ تو کتابوں میں لکھنے کا عمل ہے۔ اگر کتابوں میں نہ لکھی جاتی پھر یاد ہوتیں اور ہم یاد بھی کرتے۔ اس کو یاد رکھنا تھا ہمارے استاد نے اور اس نے بتا دیا تو ہمیں یاد ہو گئیں۔ جو حدیث آپ کو روشنی دے رہی ہے آپ اس کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دیں۔ ایک لفظ ہو ایک فقرہ ہو، جو بھی آپؐ کا ارشاد ہو اس پر چل پڑو۔ جب کبھی آپ سفر کریں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس مقام پر آپؐ کا ارشاد یوں ہونا چاہیے۔ جب آپ مزاج کے تابع ہو جائیں گے، تب آپ کی فکر، فکر کے تابع ہو جائے گی۔ جب فکر، فکر کے تابع ہو جائے گی پھر آپ کی یادداشت کھل جائے گی۔ ورنہ آپ کو یادداشت کے لیے زور لگانا پڑے گا۔ زور لگانے والی چیز یاد نہیں آتی اور پسند والی چیز بھولتی نہیں۔ جب آپ اس فکر میں ڈھل گئے تو خود بخود ابواب روشن ہو جائیں گے اور پھر سارا علم آپ کو یاد ہو جائے گا۔

وہ جو روایت ہے کہ ایک بزرگ جو گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، ایک رکاب سے پاؤں دوسری رکاب میں جانے تک قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں، یہ آسان ہے، یہ ہوسکتا ہے، ان کے لیے ہوسکتا ہے۔ جن کی نگاہ میں قرآن ہے، ان کی نگاہ میں قرآن ہے۔ کمپیوٹر میں گزار دیں تو سارا قرآن گزر جاتا ہے۔ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو زبان سے بولتے تو نہیں۔ پہلے آپ بچپن میں بولتے ہیں، آلـــــمٓ، پڑھ لیا سارا۔ اسی طرح دوسرا آدمی جب تیسرے کی طرف دیکھ رہا تھا، تو وہ قرآن پڑھ گیا، حالانکہ وہ دیکھ رہا ہے مگر پڑھائی ہو رہی ہے۔ تو صرف اس کو دیکھو اور پھر خیال آ رہا ہے اور خیال اتر رہا ہے۔ جو اس کا محرم ہے وہ باطن کا محرم ہے اور اس کو ساری کی ساری بات سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ ہے عطا کی بات۔ اللہ کریم اگر باطن کھول دے تو خود بخود آپ کو آشنائی ہو جاتی ہے۔

اس لیے جب آپ قرآن شریف پڑھتے ہو تو آپ خیال کرو، آپ کے اوپر یہ احسان ہے۔ اسی طرح حدیث شریف یاد ہو جائے گی۔ اب آپ کو عملی طور پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ آپ کے پاس علم بہت زیادہ ہے، آپ کوئی ایک چیز، دین کا نسخہ، دین کے

مطابق' ایک عمل اپنی زندگی میں شامل کرلیں تو ساری کی ساری زندگی دین میں ڈھل جائے گی۔ مثلاً غم آ گیا' تکلیف آ گئی تو آپ کہیں کہ مجھے اتنا پتہ ہے کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق عمل کیا' غم میں میں نے شور نہیں مچایا' اللہ کا حکم سمجھ کے صبر کرلیا۔ غم کو ہم اللہ کا حکم سمجھ کے خاموش ہو گئے۔ پھر تو آپ کی زندگی محفوظ ہو گئی۔ تو اپنی زندگی میں کوئی سا عمل اللہ کی رضا کے لیے شامل کرلو اور اس عمل کی حفاظت کرتے جاؤ' تکرار کرتے جاؤ۔ وہ ایک عمل ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے' جس طرح ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے۔ اگر کافر کلمے کے لفظ پڑھے گا تو مسلمان نہیں ہو گا۔ کافر کلمہ پڑھتا ہے' وہ جانتا ہے' کافروں نے یہاں عربی فارسی پڑھائی' انگریزوں نے سنسکرت پڑھائی ہے' عربی فارسی بھی پڑھائی ہے بلکہ قرآن کریم بھی پڑھاتے رہے مگر کافر صرف کلمہ پڑھ کے مسلمان نہیں ہوا گویا کہ کلمہ پڑھنے اور کلمہ ماننے میں بہت فرق ہے۔ جس نے یہ مان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں نے اور کسی کی پوجا نہیں کرنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں' آخری رسول ہیں' آخری اور پہلے کی بات تو ہم کریں گے ہی نہیں' جب آخری ہیں تو آخری پر کیا اصرار کرنا اور پھر اس میں کوئی شک ہے کیا؟ اس لیے جب اللہ کے رسول ہیں ہمہ حال ہیں' تا قیامت ہیں' پھر آخری تو آخری ہوئے' پہلے رسول بھی آپؐ ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں' رسولوں کے رسول ہیں۔ تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس گواہی پر آپ کی ساری زندگی کا عمل قائم ہے' آپ کے اعمال قائم ہیں' علم قائم ہے' نام قائم ہے' مرتبہ قائم ہے' اب آپ مسلمان ہو گئے۔ کون سی چیز آپ کے پاس آ گئی؟ کلمہ جو آپ نے پڑھا۔ اور اس میں نیت شامل ہو گئی۔ ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان کر گیا۔ لفظ زندگی کو مسلمان کر گیا۔ اور آپ کا عمل زندگی کو فلاح میں لے گیا۔ اللہ کے نام کا خالی پودا ہی لگا دو۔ یہی آپ کی فلاح کا باعث ہے۔ کوئی درخت ہی لگا دو' آپ کی فلاح کا باعث ہو گیا۔ یہ اللہ اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ اس میں کوئی درمیان سے کیوں گزرے۔ کوئی کام کرتے ہو تو وہ اللہ کی رضا کے لیے۔ اللہ اور آپ جانو۔ یہ آپ کی فلاح ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

اپنی زندگی کے اندر اللہ کے لیے کوئی عمل پیدا کرلو' وہ آپ کا اللہ ہے اور گواہی بھی آپ کی ہے۔ آپ کوئی ایک عمل اللہ کی رضا کے لیے اپنی زندگی میں جاری کردو۔ آپ بہتر جانتے ہو کہ آپ کے اندر کوئی خامی موجود ہے۔ صرف اللہ کو بتاؤ' انسان کی گواہی کے بغیر' اور اللہ کی رضا کے لیے' اِس خامی کو ترک کردو۔ تو ایسے لوگ غائب میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ حاضر اللہ سے تو سب ڈرتے ہیں۔ وہ جو غائب اللہ سے ڈرتے ہیں' اللہ کے نام پر اپنے اندر ایک برائی' اس کی رضا کے لیے نکال دیں' پھر فلاح آپ کی ہے' گواہی اللہ کی ہے۔ زندگی میں ایک نیکی اللہ کے لیے شامل کرلو۔ تو یہ یہ نیکیاں ہیں' ان میں سے اپنے لیے کون کون سی اٹھاتے ہو اور یہ بدی ہے' کون سی آپ ترک کرتے ہو۔ بدی وہ نہیں جو آپ کو ناپسند ہو بلکہ بدی وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہو۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ نیکی وہ نہیں جو آپ کو پسند ہو بلکہ نیکی وہ ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اپنی پسند اور ناپسند سے بچ کر اللہ کی پسند ناپسند دریافت کرنا اور اس کی پسند کے لیے نیکی کا اجراء کرنا۔ اللہ کے لیے اپنے اندر سے برائی دور کردینا۔ پھر ساری زندگی کی اصلاح ہوجائے گی۔ اپنے آپ کو دیکھنا پھر۔ مثلاً آپ نہ ہوں تو ساری کائنات بے شک ولی ہوجائے تو ہوجائے' آپ کے دم تک ہی ساری رونقیں ہیں۔ نظارے نظر تک اور آوازیں سماعت تک ہیں۔ بات اتنی ساری ہے۔ تو یہ جو کچھ ہے آپ کے ہونے تک ہے۔ آپ نہ ہوئے تو پھر کیا ہوگا۔ اس لیے اپنی زندگی میں اپنے ہونے تک کوئی چیز کرڈالو یا نہ ہونے والی چیز ترک کرڈالو۔ آپ کبھی اقرار نہ کرنا کہ آپ کے پاس بڑا علم ہے۔ اس لیے عمل' عمل کے تابع کردو۔ اس اطاعت میں آپ کوئی عمل اختیار کرنا جو اس عمل کے مطابق Perfect بنے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جانوروں سے پیار کیا' آپ جانوروں سے پیار اس لیے شروع کردو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ پر اللہ راضی ہو جائے گا۔ اللہ جس پر راضی ہے آپ اسی کی ادا اختیار کرلو' اللہ آپ پر راضی ہوجائے گا۔ آپ اس لیے سوانح حیات' سیرت پاک پڑھو۔ اس میں سے کوئی ایسا عمل جو آسانی سے آپ اختیار کرسکو' ان کی رضا کے لیے اختیار کرلو' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کس طرح

تھی، آپؐ کتنے شفیق ہیں، کتنے رحم دل ہیں، وعدہ کیسے وفا کرتے ہیں، لین دین کس طرح کرتے ہیں، کافروں سے کس طرح ہر طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ تو ایسا کوئی عمل آپ اختیار کرلو، پھر عمل، عمل کے تابع ہوگیا۔ سارا نہیں تو کچھ حصہ۔ پھر آپ بچ گئے، فلاح پا گئے۔ جو چیز آپؐ کو ناپسند ہے، اور تمہاری زندگی میں موجود ہے، اُسے نکال دو۔ اتنا کام کرلو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق آپؐ کے عمل کی دنیا میں سے کوئی ایک عمل لے کر اپنے عمل کی دنیا میں اسے داخل کرلو، پھر آپ کی زندگی فلاح پا گئی۔ جو آپؐ کو ناپسند ہے وہ اپنی زندگی سے نکال دو، آپ کی زندگی فلاح پا گئی۔ کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے، اتنا تو آپ کو علم ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے قرآن مجید کے مطابق زندگی پیش کی ہے۔

اس عمل کی اطاعت میں کوئی ایک عمل اٹھالو اور اس اطاعت میں کوئی ایک عمل اپنے سے نکال دو۔ پھر آپ بچ گئے اور بڑی ہی رونقیں لگ جائیں گی۔ اس لیے آج یہ وعدہ کیا جائے کہ اپنے آپ سے ہم ایک چیز نکال دیتے ہیں ان کی خوشنودی کے لیے اور ایک چیز ہم نئی شامل کر لیتے ہیں ان کی رضا کے لیے۔ اس بات کے وعدے کے ساتھ سب لوگ اگر چل پڑیں تو اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربان ہو جائے گا۔ اللہ ایک ادا پر مہربان ہو جاتا ہے، اللہ انتظار نہیں کرتا۔ بس ایک عمل آپ کا Check کیا، بس ایک دفعہ راضی ہوا تو راضی رہتا ہے۔ وہ راضی ہوگیا تو راضی ہی راضی ہے اور جس پر نہیں راضی اس کو اپنا نام لینے نہیں دیتا۔ جو اس کا نام لیتے ہیں، وہ انہیں پہلے رضا دیتا ہے پھر وہ نام لیتے ہیں۔ اس راستے پر وہ چل نہیں سکتا جس پر اللہ راضی نہ ہو۔ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے، سفر بعد میں ملتا ہے۔ اس لیے جن لوگوں کو یہ سفر ملا وہ اللہ کے راضی ہونے کا یوں یقین کر لیں کہ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے، سفر کا شوق بعد میں ملتا ہے۔ تو اس سفر کا شوق جو ہے یہ اللہ کی رضا کے بغیر نہیں ملتا۔ شوق اللہ کا ہے اور اللہ کہاں ہے، یہ ہمیں پتہ نہیں ہے۔

ایک آدمی جس کو یہ خیال ملا تھا، اسے اللہ کی تلاش کا شوق ہوگیا۔ اس کو کسی نے کہا

اللہ راستے میں مل جائے گا' چلا جا۔ وہ بیچارہ بھاگ گیا۔ جو چیز نظر نہیں آئی' سب کو سلام کیا' دیوار کو ہاتھ لگایا یا کبھی کھمبے کو ہاتھ لگایا' کبھی گائے کو' بیچارہ اللہ ہی سمجھتے ہوئے چلتا گیا۔ ان پڑھ تھا بیچارہ مگر شوق زیادہ تھا۔ کہتے ہیں وہ اس پہاڑ پر چلا گیا جہاں پر سات ہستیاں رہتی تھیں۔ جب وہاں پہنچا تو جنازہ رکھا ہوا تھا اور چھ ہستیاں زندہ تھیں۔ انہوں نے کہا سرکار آپ آگئے ہو' جنازہ پڑھاؤ۔ ''سرکار'' تو ان پڑھ تھا۔ اس نے کہا میں تو اللہ کے شوق میں آگیا اور آپ کہتے ہو کہ جنازہ پڑھاؤ' میرے پاس علم تو نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ پڑھاؤ تو سہی۔ اس نے محسوس کیا کہ علم آگیا۔ اس نے پوچھا بات کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے امام ہیں اور ہم ساتوں ہستیاں کنٹرول کرنے والی ہیں' انہوں نے کہا تھا کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے گا جو میری جگہ نامزد ہو کے آرہا ہے۔ نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً جہالت کے زمانے ہو سکتے ہیں اور اس علم کی دنیا پر نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً علم سے محروم زمانے ہیں۔ وہاں پر شوق ہے' علم نہیں ہے۔ اس لیے اگر شوق ہو جائے' علم نہ بھی ہو تب بھی یہ سمجھ لو کہ کوئی چیز آرہی ہے۔ وہ چیز جب اللہ کی طرف سے آتی ہے تو شوق بن کر آتی ہے اور جب آجائے تو علم بن کر ٹھہر جاتی ہے۔ شوق کی حفاظت کرو' علم اس کے اندر ہے۔ لہٰذا آپ شوق کی حفاظت کرو' بس علم اس کے اندر ہے۔ آپ لوگوں کو مقامِ شوق پہچاننے کے بعد بڑی مبارک ہے' سب کے لیے مبارک' یہ شوق سلامت رہے' یہ شوق ہمیشہ سلامت رہے۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

ایمان کی سلامتی تو ہر کوئی مانگتا ہے' اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔ تو ایمان سے پہلے شوق کی سلامتی مانگو۔ ایمان کی سلامتی شریعت ہے' شوق اور ایمان کی سلامتی فقر ہے۔ بس آپ اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے!

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا

ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

اٰمین برحمتک یاارحم الرّٰحمین۔

7
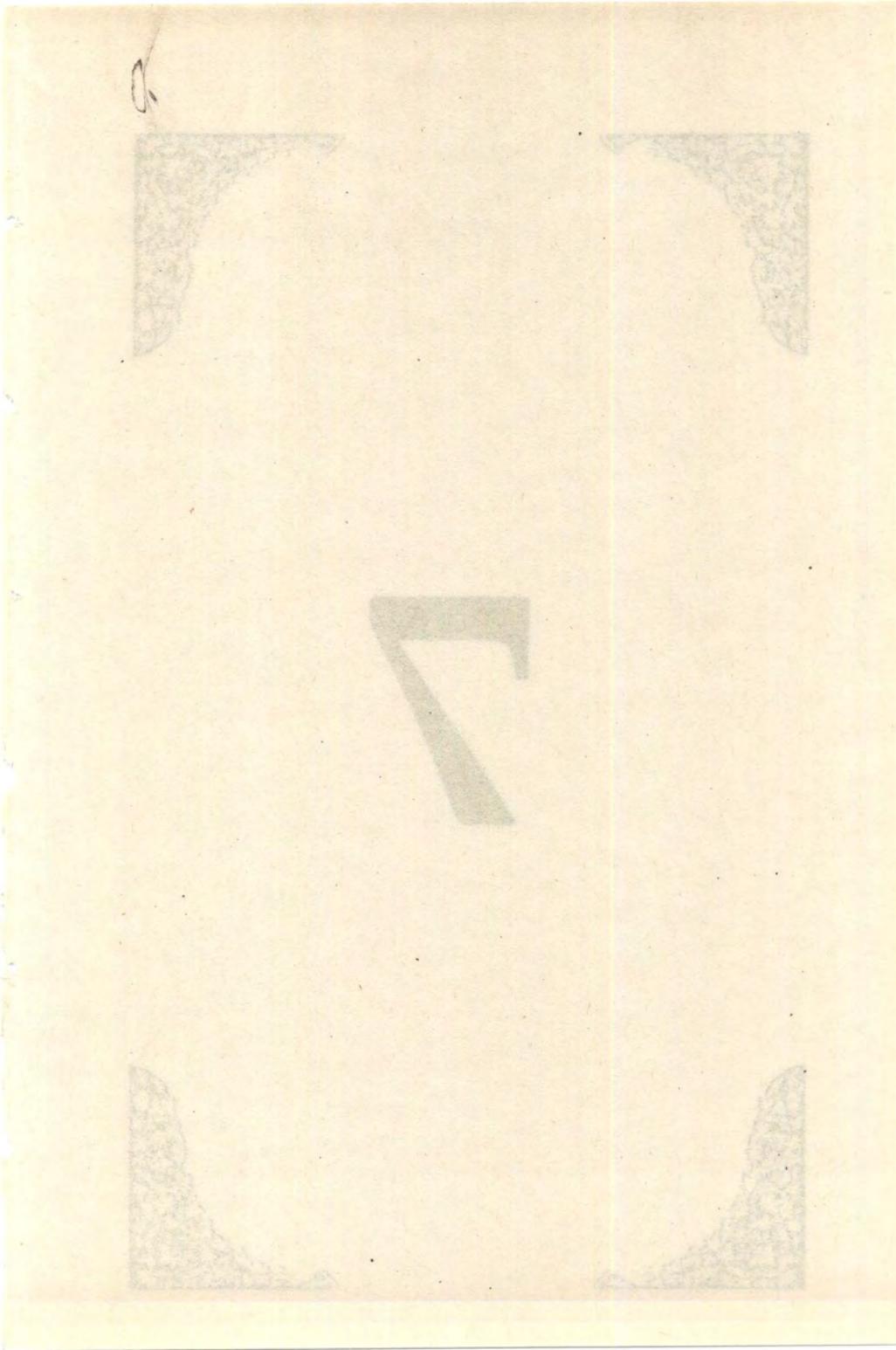
1 خودداری، خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

2 علم الاعداد کے مطابق مختلف حروف کی جو طاقتیں ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

3 جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

4 نوچندی جمعرات کی کیا حقیقت ہے؟

5 خدا نے موسیٰ کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا اس میں کیا راز ہے؟

6 بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، کیا یہ درست ہے یا صرف وہم؟

7 جلوہ کیا چیز ہے؟

8 کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

9 کیا قرآن مجید سے تعویز لکھے جا سکتے ہیں؟

یہ محفل اس لیے ہے کہ آپ لوگ سوال کریں۔جس آدمی کے ذہن میں سوال نہیں اس کی Improvement کا کوئی حال نہیں۔اس کی Improvement نہیں ہو سکتی۔مثلاً آپ چلتے جا رہے ہیں اور زندگی میں کہیں دقت آ گئی کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ کس طرح ہوا؟ یہ کیسے ہو گیا؟ بعض اوقات تجربے کے بعد سمجھ آتی ہے۔اگر پہلے سمجھ آ جائے تو تجربے کی زد سے انسان بچ سکتا ہے۔اگر تو اللہ تعالیٰ نے سمجھانا ہے تو وہ تو سمجھا ہی دیتا ہے۔خود سمجھو گے تو تھوڑا سا ٹائم لگ جائے گا اور دقت پیش آئے گی۔اگر آگاہ ہو جاؤ تو آگاہ ہو سکتے ہو۔مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایک جگہ جاؤ اور پتہ چلے کہ وہاں تو دھوپ بڑی تیز ہے' اگر پہلے سے پتہ کر کے جاؤ گے تو دھوپ سے بچ جاؤ گے۔بس اتنا فرق ہے۔علم کا یہی فائدہ ہے۔اگر تپش لگ گئی تو پھر آپ کہو گے کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا؟ اس کا نام گرمی ہے! گرمی کا کیا علاج ہے؟ کیا انتظام ہے۔اس کا علاج سایہ ہوتا ہے اور پانی ہوتا ہے_______ اس لیے بہتر ہے کہ کسی سے پوچھ لیا جائے کہ سفر کیسا ہونے والا ہے' آگے کیا ہوگا؟ اگر گرمی ہو گی تو اس کا انتظام کرو' یہ یہ چیزیں ساتھ لے جاؤ' پانی ساتھ لے جاؤ' یہ یہ واقعات کرو تو بچ بچا ہو جائے گا۔ایک تو یہ ہوتی ہے سوال کی ضرورت اور اہمیت! ایک یہ ہوتا ہے کہ فلاں جگہ تک تو ہم بات سمجھ گئے اس سے آگے سمجھ نہیں آتی کہ یہاں یہ مسئلہ کیسے ہے؟ نئی Date کی دریافت جو ہے اس کے لیے پہلے سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلاں کتاب میں علم الاسماء ہے یعنی نام کا علم: نام کس طرح رکھے جاتے ہیں چیزوں کے؟ چیز کا نام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ نام کا شے کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ اور یہ چیز بڑی ضروری ہوتی ہے۔''چاند'' کا لفظ ہے یا

''قمر'' کا لفظ ہے' آ گے ''قمر'' کے ساتھ جو ہے چاند کا مشاہدہ اور چیز ''قمر'' کا ''منیر'' کا' لفظ اتنا ہی خوبصورت ہوتا ہے جتنی شے خوبصورت ہو۔ اور غصہ' خطرناک غصہ ''غصہ'' بھی ایسا ہے تو لفظ بھی ایسا ہے یعنی جتنا بدنما غصہ ہوتا ہے اتنا ہی بدنما لفظ ''غصہ'' ہوتا ہے۔ جتنی خوشنما دعا ہوتی ہے اتنے ہی خوشنما الفاظ ''دعا'' ہوتے ہیں۔ ''شالا خیر تھیوے'' تو لفظ ہی بہت بھلا لگتا ہے۔ اسی طرح اشیاء کے نام ہیں اور نام کی اشیاء ہیں۔ دنیا میں ایسا کوئی اسم نہیں ہے جس کا مسمّٰی نہ ہو۔ مثلاً ایک لفظ ہے ''رحمت''۔ ''رحمت'' کا لفظ ایک لفظ بن گیا مگر لفظ تو رحمت نہیں ہے اس کا متبادل ایک عمل ہے اور اس عمل کا ہونا ''رحمت'' ہے۔ جس آدمی نے رحمت نہیں دیکھی اس نے رحمت کا لفظ کیا سمجھنا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں الحمدللہ رب العالمین سب تعریفیں عالمین کے رب کے لیے ہیں۔ اگر تعریف کا مفہوم سمجھ نہ آیا یا شکریے کا مفہوم سمجھ نہ آیا تو خالی کہنے سے مفہوم ادا نہیں ہوا۔ آپ نے کہا ''تو ہمارا رب ہے'' ابھی تھوڑی دیر پہلے گلہ کر رہے تھے کہ پیسے نہیں ہیں اور اب جا کے اس کے سامنے جھوٹ بولتے ہو کہ تو ہمارا رب ہے۔ تو وہ رب ہے اور آپ کہتے ہیں کہ تو سب عالمین کا رب ہے' ہمارا بھی رب ہے' ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں ______ اور ابھی ابھی شور مچا رہے تھے' ہنگامہ ہائے سود و زیاں تھا۔ ''اِدھر یہ لے آ' اُدھر وہ لے آ' یہ کر وہ کر'' ______ اس طرح شور مچاتا رہتا ہے انسان۔ اگر ''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں'' تو مدد اسی سے مانگو اور دوسرا لفظ نہ کہو۔ لہٰذا بہت سارے لوگوں کا اسلام قبول کرنے کے بعد بھی الفاظ کے طور پر ہے اور اس کے مفاہیم کے طور پر بات ادا نہیں ہوتی۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے۔ اس پہ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں تو میرا خیال ہے سارے واقعات خود بخود درست ہو جائیں گے۔ اور کچھ نہ کرو اور یہ جو الفاظ بولتے ہیں آپ صرف ان کے مفاہیم بولو' لفظ کا مفہوم اگر ادا ہو گیا تو یہ سمجھو کہ سارے کا سارا واقعہ ٹھیک ہو گیا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ''یہ وظیفہ کرو اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ'' اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوتا ہے کہ اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ ادا کرنے سے شاید لفظ کی صفت تمہارے اندر پیدا ہو جائے یا

صفت کا مفہوم پیدا ہو جائے۔ اگر وظیفہ کرتے ہو "یا کریم"، تم بھی تو سوچتے ہو گے کہ "کریم" کیا لفظ ہے۔ پھر پوچھو گے کہ "کرم" ہوتا کیا ہے؟ "کرم" اگر خالی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے تو پھر کرم کیا ہے' وہ تو نتیجہ ہو گیا۔ گویا نمبر ون اس میں یہ ہے کہ "کرم" کو سمجھو کہ کرم کیا ہوتا ہے اور پھر کرم کرنے والے کی ڈگری کیا ہوتی ہے' مرتبے کے لحاظ سے؟ کون کرم کر سکتا ہے اور کس پر کرتا ہے؟ وظیفے سے اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو آپ کو "کرم" سمجھ آ گیا اور جس کو کرم سمجھ آ گیا اس پہ کرم ہو گیا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ آپ رحمت کو پکارتے ہو ____ اگر مفہوم سمجھ آ گیا تو پھر رحمت ہو گی۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ رحم اور شفقت۔ جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ انصاف نہیں کرتی بلکہ رعایت کرتی ہے' وہ انصاف کرنے لگ جائے تو پھر اس بچے کی حرکتوں کے مطابق جواب دیتی جائے ____ وہ بچہ غلطی کرتا ہے' ٹھیک طرح پرورش نہیں پاتا۔ اور ماں اس کو ٹھیک کرتی جاتی ہے۔ اور پھر وہ اور طرح سے پرورش پاتا جاتا ہے۔ تو رحم کا تعلق ماں کی شفقت کے ساتھ ہوا۔ رحم کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو اس کے اعمال کی زد سے بچائے' اس کے اپنے اعمال کی زد سے بچائے۔ اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو سمجھ لو کہ رحمت سمجھ آ گئی اور رحمت کا مفہوم ادا ہو گیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ الفاظ کو ان کے معانی کی نسبت سے پہچانا کرو۔ اگر یہ پہچان ہو گئی تو بہت سارا کام آسان ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ بے ترتیب الفاظ بولتے چلے جاؤ ____ تو اسلام نے یہ بڑی رعایت کی ہے کہ الفاظ بھی وہی دیے ہیں جو مفہوم کی طرح بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اور سب سے اچھا لفظ جو ہے "محمدؐ" وہ لفظ ہی "تعریف کیا گیا" ہے۔ جو ذات صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کی گئی ہے اس کا لفظ بھی تعریف کیا گیا ہے اس کا نام بھی تعریف کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نام بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے' نام بھی اتنا خوبصورت ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے۔ اس لیے آپ الفاظ کے معاملے میں ذرا غور کیا کرو کہ یہ لفظ ہوتا کیا ہے؟ "معراج" لفظ ہی عروج والا ہے اور ذات صلی اللہ علیہ وسلم ہی عروج والی ہے۔ کبھی آپ غور کرو تو لفظ کے اندر ہی سارا واقعہ سمجھ آ جاتا ہے۔ "ذلت" لفظ ہی نیچے گر رہا ہے اور "عزت" لفظ ہی

عزت والا ہے۔ یہ ہیں الفاظ کی Phonetics الفاظ کی آواز' الفاظ کا مضمون۔ آگے پھر عمل کا مضمون ہے کہ اس کے ساتھ کیا عمل وابستہ ہے۔ تو ہر لفظ کے ساتھ ایک ذات وابستہ ہے۔ اور ہر لفظ کے ساتھ ایک عمل بھی وابستہ ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ پکارنے کا ایک انداز وابستہ ہے اور پکارنے والا اگر الفاظ سمجھ جائے تو وہ مفہوم بھی سمجھ جاتا ہے۔ آپ ان الفاظ کا مفہوم سوچا کریں جو آپ ادا کرتے رہتے ہیں ______ ہاں بولو۔ آپ لوگ سوال پوچھو

سوال:

انسان جب نماز پڑھتا ہے تو وہ جو پڑھ رہا ہوتا ہے اگر اس کے مفہوم کو سمجھ کر پڑھے تو اس کا ذہن کہیں اور منتشر نہیں ہوگا اگر نماز میں انسان یہ سمجھ لے کہ مجھ سے کیا کہلوایا جارہا ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں تو اس کا ذہن کہیں اور تو نہیں جائے گا۔

جواب:

جب آپ بغیر خیال کے بے ربط باتیں کرتے ہو تو پھر آپ کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ پہلے دعا کی کہ یا اللہ رحم فرما اور اللہ کو رحم کی درخواست دے دی' اور ادھر مدد کے لیے پکارتے گئے۔ ''تو ہمیں پالنے والا ہے'' اور پھر لگاتار ہڑتالیں کر دیں کہ کئی دن سے تنخواہ نہیں ملی۔ کہتے ہو'' اللہ تو پالنے والا ہے'' اور اگر کارخانہ نہ ہو تو پھر ______ یہ ہے نیت کی بات ۔ مقصد یہ کہ ساری نیت جو ہے اگر آپ کی ندا کے برابر نہ ہو تو سمجھو کہ ایمان میں کوئی خلل رہ گیا۔ آپ حرف ندا میں کچھ اور کہہ رہے ہیں اور ارادہ کچھ اور ہے۔ اللہ اگر نظر آنے والی بات ہوتی تو پھر آپ کے لیے آسانی ہوتی۔ اللہ تو نظر آنے والی بات نہیں ہے بلکہ ندا کے طور پر ہے۔ لوگوں کو عام طور پر ندا کا مفہوم سمجھ نہیں آتا ______ یعنی دعا کے طور پر اللہ کو چٹھی لکھی ہے مگر اب پتہ نہیں ہے کہ چٹھی باہر جاتی ہے کہ چٹھی اندر آتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا باہر کی طرف رخ ہے یا اندر کی طرف رخ ہے' آسمان کی طرف بھیج رہے ہو یا کسی بندے کی طرف بھیج رہے ہو۔ تو یہ کیا ہے؟ تو جب تک یہ مفہوم نہ سمجھ آئے کہ Location'

اتھارٹی ہے کہاں پر اور دعا کا مفہوم کیا ہوگا اور ندا کس سپیڈ سے جائے گی اور کہنے والے کا کتنا اثر ہوتا ہے تو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ایک دعا ایک آدمی کرتا ہے اور دوسرا آدمی بھی وہی دعا کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ دوسرے کی منظور ہوگئی۔ اب اللہ برابر کا سلوک کرنے والا ہے تو دوسرے کی دعا کیوں منظور ہوگئی؟ اس لیے کہ اس دوسرے کا اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ کہ وہ الفاظ کے اندر مفہوم کا تصور رکھتا ہے۔ تو جس نے الفاظ کا مفہوم سمجھا اس کی بات منظور ہوگئی۔ مقصد یہ کہ اگر کوئی شخص بے جان ہوگا تو اس پر بولنے والے کا اثر تو نہیں ہوگا۔ ہر لفظ، جو ہے اس کا معنٰی ہوتا ہے آپ کے نام کا معنٰی ہوتا ہے۔ اپنے نام کے الفاظ پر غور کیا کرو کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اگر کردار اس نام کے مفہوم کے برابر شروع کردو گے تو پھر کامیابی ہو جائے گی ورنہ دقت ہی ہوتی جائے گی، hard ہو جاؤ گے، مختلف ہو جاؤ گے۔ اور سوال بولو______پوچھو______

سوال:

خودداری، خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

جواب:

عام طور پر اس میں جو فرق ہے اس سلسلے میں دو چیزوں پر غور کرو۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ دونوں ایک Category کی ہونی چاہییں یا مخالف Category ہونی چاہیے۔ رات اور دن میں کیا فرق ہے؟ یہ ہوسکتا ہے۔ شام اور رات میں کیا فرق ہے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے مگر آپ نے خودی کدھر لگائی، خودداری کہاں لگائی اور غرور کہاں لگا دیا۔ ممکن ہے یہ الگ الگ ہوں۔ آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں؟ بہتر ہے کہ آپ وہی چیز پوچھیں کہ جس سے آپ کا ذاتی مسئلہ حل ہو______

سوال:

یہ لفظ میں استعمال کرنا چاہتا ہوں کہ کہاں کیا لگانا ہے۔

جواب:

کیوں استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کا آپ کی ذات سے کیا تعلق ہے؟ ''غرور'' ایک لفظ ہے ''خودی'' ایک اور لفظ ہے ''خودداری'' بالکل ہی ایک اور لفظ ہے۔ یعنی آپ کی ذات کے ساتھ اس کا Operational link کیا ہے؟ یا علم کی وضاحت کے طور پر کر رہے ہو؟ علم کی وضاحت بعد میں کر لیں گے۔ وہ تھیوری کے پرابلم ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ جو پرابلم ہیں ان پہ ذرا غور کر لو۔ یا علم کی وہ وضاحت جس کا آپ کی ذات کے ساتھ کوئی تعلق ہو اس کے بارے میں پوچھو_____

سوال:

دراصل یہ صاحب خودداری کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔

جواب:

آپ جواب نہ دیں' ان کے ساتھ میری بات چلتی ہے۔ آپ اپنے ذاتی سوال کی شکل بنائیں' آپ اپنا سوال بنائیں۔ جو کہ آپ کا اپنا ذاتی سوال ہو۔ جو آپ کے ذہن میں سوال ہو اور جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور جس کے جواب سے آپ کو کوئی آسانی ہو وہ سوال پوچھیں۔ دوسروں کی دقت حل نہ کریں' یہ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں۔ دوسرں کی دقت کے حل کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے ساتھ آپ کی محبت ہو اور دوسرے آپ سے محبت کریں۔ بعض اوقات محبت ہی علاج ہوتا ہے۔ تیسرا بندہ گھر میں جا کے میاں بیوی کے جھگڑے کی صلح کرانا چاہتا ہے تو وہ کون ہے صلح کرانے والا۔ اس طرح تو تجھے دونوں ماریں گے۔ پرائے گھر میں دخل نہ دو۔ دوسرں کی Discussions میں دخل نہ دو۔ دو آدمی پتہ نہیں کیا Discuss کر رہے ہیں' ان کو کرنے دو' یہ ان کی Equation چل رہی ہے' ان کے درمیان عروج پیدا ہو رہا ہے لطف پیدا ہو رہا ہے۔ جب تک آپ ان کے اندر مقبول شخص نہ ہوں ان کو مشورہ نہ دینا۔ استادمت بنو جب تک کہ آپ کی کوئی کلاس نہ بنے اور مبلغ نہ بنو جب تک کوئی آپ سے نہ پوچھے۔ بے تعلق تبلیغ سے توبہ کرو۔ وہ

اپنے کام سے کہیں جا رہا ہے اور تو ''سامعین مہربان قدردان______'' شروع کر دیتا ہے۔مت کرو ایسی باتیں______ تو ہر چیز کا ایک مفہوم ہوتا ہے۔آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔اور اگر ایک اجنبی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں اتنے سارے 'دانا' ذہین قسم کے بندے بیٹھے ہوئے ہیں۔مگر سارے چپ کر کے بیٹھے ہیں اور کوئی عقلمند آدمی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں کوئی خدانخواستہ فوت تو نہیں ہو گیا______ یہ چپ کر کے کیوں بیٹھے ہیں؟ بات یہی ہے کہ ہم ختم ہونے والے دن کا ماتم کرتے ہیں اور ہر صبح کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہماری کہانی اور ہے۔دن گیا' افسوس ہوا' نیا دن آ گیا' مبارکیں ہو گئیں۔کیسی بات ہے! اس لیے اس کا مفہوم سمجھو کہ یہ سب کیا ہے۔پھر آپ اس کے اندر رہ کر سوچو اور غور کرو کہ آپ کا پرابلم کیا ہے۔ایک یہ بڑے دعوے کی بات ہے کہ اگر کوئی سوال ہو تو پوچھو' پرابلم ہو تو بولو! اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو اگر ذاتی طور پر خیال کی پرابلم ہو' الجھن ہو' تو بتاؤ۔ پیسے کی الجھن نہیں' اگر کوئی ذاتی پرابلم ہو تو بتاؤ۔کوئی ذاتی خیال ہو تو پوچھو۔کوئی ایسی بات جس کی آپ وضاحت چاہتے ہوں اور جس کی وضاحت سے آپ کو فائدہ ہو۔

سوال:

حضور میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مسمّٰی تو ایک ہوتا ہے لیکن اس کے اسم ہزار ہا ہوتے ہیں' جیسے چاند ہے اس کو چاند کہنے سے آواز ایک طرف جا رہی ہے اور Phonetics کے حساب سے انگریزی میں کہیں تو اور طرف جائے گی۔

جواب:

آپ اس کو یوں سمجھیں کہ جس نے پہلے اس کا نام رکھا ہے تو پہلا نام جو ہے یہ شے کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔باقی ہم اس کی شناخت بنا لیتے ہیں۔چاند کو تم کیکر کہہ لو' ہو سکتا ہے کسی زبان میں ایسا بھی ہو' لیکن چاند بنانے والے نے اس کا ایک نام ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ اس نام کے اندر اس کی صفت تقریباً موجود ہوتی ہے۔یہ نام ہم نہیں رکھ رہے کہ اس بیماری کا یہ نام رکھ دو' وہ رکھ دو۔عام طور پر جو نزول کا سلسلہ ہے وہ

اشیاء کے ساتھ اسماء کا بھی ہے۔ اگر اسماء سمجھ آ جائیں تو اشیاء سمجھ آ جاتی ہے۔ مثلاً یہ جو لفظ ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ ''شدید العقاب!'' یہ تو کوئی سخت لفظ ہے اس میں آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ کوئی سخت بات ہے۔

سوال:

حضور! یہ جو اعداد والے ہیں انہوں نے حروف کی طاقتیں مقرر کی ہوئی ہیں کیا اس میں بھی کوئی حقیقت ہے؟

جواب:

یہ جو علم ہے یہ علم غلط نہیں ہے اس کا استعمال بہت سارے لوگ غلط کرتے ہیں ورنہ یہ اس کی Mathematical Form ہے ایک مکمل واقعہ ہے اس علم کا علم کو غلط نہ کہو یہ Revealed علوم میں سے ہے نجوم بھی Revealed علوم میں سے ہے۔ بعض اوقات صرف مشاہدہ ہوتا ہے مثلاً آپ نے ایک بندہ دیکھا اور اسے کہہ دیا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اب یہاں نہ عدد کام آیا نہ ہاتھ اس نے دیکھا نہ Astrology کا وقت پہچانا نہ زائچہ بنایا۔ یہ علم بھی عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات نگاہ کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات غور کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کو دیکھتا ہے اُسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہتا ہے کہ معاف کرنا میں بھول گیا تھا بات دراصل یہ ہے کہ ______ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو پرندوں کو علوم سے نوازے پرندے کئی دفعہ بات کرتے ہیں مثلاً ''ہُد ہُد'' نے کمال کر دی بڑی بات کر دی۔ اور اللہ نے بعض اوقات چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی صفات سے نواز دیا۔ بھڑ کو اور شہد کی مکھی کو دیکھو اس نے اپنا کام کرنا ہے اُس نے اپنا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس کو میں نے الہام عطا کر دیا ہے یعنی شہد کی مکھی کو الہام ہو گیا کہ اندر فیکٹری لگا دو! اس نے کیا کام کیا! شہد بنا دیا۔ آپ ہزار Artificial شہد بناؤ وہ نہیں بنے گا یہ گلوکوز ہے اور یہ فرکٹوس ہے اور پتہ نہیں کیا کیا ہے ہزار بار وہی چیزیں ملا دو مگر نہ وہ ذائقہ ہو سکتا اور نہ وہ بات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک

فیکٹری لگادی ہے۔اور ایک ان پڑھ گائے ہے' غور کرو کہ گھاس کو دودھ بنانا کتنا بڑا کارنامہ ہے' اور پھر دودھ کا پاکیزہ رہنا' خون اور گوبر کے درمیان ایک نہر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ غور کرو تو تمہیں سمجھ آجائے کہ بات ہے کیا' اتنا بڑا واقعہ ہو رہا ہے کہ گھاس کھاتی جارہی ہے اور دودھ دیتی جارہی ہے جو اس کی اپنی اولاد کے لیے بھی کافی ہے اور تمہاری اولادوں کے لیے بھی کافی ہے۔ ان باتوں پہ غور کرو کہ یہ کیا واقعات ہو رہے ہیں۔

سوال:

جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں' اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

جواب:

جتنی بوٹیوں کا علم ہے' عقاقیر کا علم' یہ سارے کا سارا Revealed ہے' بوٹیاں بولی ہیں کہ مجھ میں یہ صفت ہے' اس کو تین دفعہ کھرل کرو' اس میں یہ ڈالو تو ہم آپ کی فلاں بیماری کے کام آئیں گے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کسی بزرگ نے' بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک آدمی ایک دفعہ باہر اس علاقے میں گیا جہاں بوٹیاں ہوتی ہیں' کہتا ہے میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک چھوٹا سا پودا اگا' اور وہ بڑھتا گیا آہستہ آہستہ' ایک فٹ کے قد پر آگیا' اس پر ایک پھول لگا۔ میں نے سوچا یہ کوئی بڑی طاقتور چیز ہے' میں نے پھول توڑا اور کھا گیا۔ وہ ساٹھ سال کا بابا تھا۔ گھر جا کے اس بوڑھے کو بخار ہو گیا' اس کا جسم پھول گیا' کچھ دیر بعد اس کا جسم پرزے پرزے ہونا شروع ہو گیا' ''لیراں لیراں'' ہو گیا۔ پھر وہ پھولا ہوا جسم کٹ گیا' اتر گیا اور اندر سے سولہ سال کا جوان نکل آیا۔ بات یہ ہے کہ اتنی بڑی معجزانہ طور پر اگنے والی جو بوٹی ہے' اس نے کوئی معجزانہ کام ہی کرنا ہے۔ اس نے یہ بتایا کہ مجھے Exception دیا گیا ہے' مجھے استعمال کرو' میں کوئی فارمولے کی بوٹی نہیں ہوں' میں فارمولے سے باہر کی بوٹی ہوں' مجھ سے فارمولے سے باہر کا کام لے لو۔ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ بوٹیوں نے خود بتایا۔ جس طرح آپ جانتے ہیں کہ بعض کیمیا گر لوگ

ہوتے ہیں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ تو یہ ایک علم ہے، فضل بھی ہے۔ علم تحقیق سے ملے گا، فضل اللہ کرے گا جو مالک ہے۔ ایسا واقعہ ہوا ہے۔ بوٹیوں میں ایک بوٹی رات کو روشن ہوتی ہے۔ اس کو کسی نے سوچا کہ یہ روشن کیوں ہے تو اس کا نام "شب چراغ" رکھ دیا۔ اس بوٹی کو استعمال کیا گیا، اس کی خاصیت یہ بتائی کہ "پارے کو قائم کرتی ہے، تانبے کو Convert کرتی ہے اور وزن برابر کرتی ہے" یہ ان حکیموں کے محاورے ہیں، مثلاً وزن برابر، چوڑا بناتی ہے۔ بوٹیاں سونا بناتی ہیں، ان کے اندر علاج بھی ہے۔ ایک ہے بچھو بوٹی، اس کو ہاتھ لگ جائے تو یوں لگتا ہے جیسے بچھو کاٹ گیا ہے اور پھر دور جانے کی کوئی بات نہیں، اس بوٹی کے پہلو میں ایک اور بوٹی ہوتی ہے، وہاں سے توڑ کر اوپر لگا دو، آرام آجائے گا ______ سنیاسی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ایک آدمی کو دیکھا گیا، سردی کا موسم، شملہ میں، وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا، بغیر لباس کے، لنگوٹ باندھے ہوئے، نہ اس پر سردی اثر کرتی ہے، نہ گرمی اثر کرتی ہے He is going on nicely، ایک آدمی اس کے پاس رہا، اس نے کہا بابا مجھے اور فیض نہیں چاہیے، مجھے یہی دے دے، کہ جہاں موسم ہی اثر نہ کرے۔ اس نے ایک گولی دے دی، پھر اثر ہو گیا۔ اس نے کہا گولی کا نام بتا دے، اس نے کہا وہ بوٹی سامنے اگی ہوئی۔ اب یہ اس کا فنکشن بتا رہا ہے کہ نوچندی جمعرات کو فلاں وقت اس کو توڑو اور پھر اس کو کھرل کر کے کھا جاؤ ______

سوال:

حضور! اب سوال یہ ہے کہ یہ نوچندی جمعرات کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:

پہلے یہ دیکھو کہ چاند کا اثر ہوتا ہے، کیوں ہوتا ہے؟ Full Moon کا اثر ہوگا۔ انسانوں کے مزاج پر ہوگا، سمندر کی طرح سطح پر ہوگا اور حاملہ عورت پر ہوگا۔ گرہن کا بھی اثر ہوگا۔ جس طرح گرہن کا اثر ہوگا اسی طرح Full Moon کا اثر ہوگا۔ اسی طرح وہ راتیں جو اماوس کی راتیں کہلاتی ہیں، When there is no moon وہ تاثیر میں ذرا کمزور راتیں

ہوتی ہیں اور جو New Moon کی راتیں ہیں یہ تاثیر میں طاقتور راتیں ہوتی ہیں۔ تو بچہ پیدا ہو گیا' New Moon میں پیدا ہو گیا' ادھر سے چاند نکلا اور ایک اور چاند پیدا ہو گیا۔ یہ کوئی اور ہی کام کرے گا۔ گرہن کے وقت پیدا ہوا تو خاندان کے لیے اللہ اچھا ہی کرے' شاید نہ اچھا ہو۔ سارے واقعات میں آسمان کے مدار ہیں' جیسے چاند کا ______ اس میں ایک نوچندی جمعرات ہے اور یہ ایک اہم دن ہے۔ جس طرح دن ہیں' یہ ہم نے نہیں بنائے' سات دنوں کے اندر کائنات کا پورا کمپیوٹر پیدا ہو گیا۔ سات دنوں کے اندر پورا کیلنڈر آ گیا۔ اب یہ ایسا کیوں ہے' جمعرات کیوں ہے اور Why not جمعہ؟ عام طور پر بزرگان دین نے ایک دن مقرر کر لیا کہ باقی دن کام کرتے رہیں گے' اس دن وہاں خانقاہ میں جا کے اکٹھے ہو جائیں گے۔ پہلے وہ بیچارے آتے تھے اور پوچھتے تھے کہ بابا جی کہاں ہے؟ کہتا ہے بابا جی چلے گئے۔ پوچھا وہ کب آئیں گے؟ کہتا ہے وہ کل آئیں گے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے' ایک پہلے چلا گیا دوسرا کل آئے گا ______ کہتا ہے کہ کوئی دن مقرر کر لو' انہوں نے کوئی اور دن مقرر کیا' انہوں نے پھر کہا کہ کوئی خاص دن مقرر کر لو کہ جمعہ پڑھ کے نکلیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ جمعرات ٹھیک ہے ______ کہتا ہے بابا جی ہم تو مہینے میں ایک دفعہ آ سکتے ہیں' تو پھر تم نوچندی جمعرات کو آ جاؤ ______ تو سب نے مل کر نوچندی جمعرات کو مقرر کر دیا۔ اسی طرح اس کی اہمیت بن گئی۔ اب اہمیت وہ ہے جو بزرگوں نے دی۔ تو بزرگوں نے اس کو بزرگ بنا دیا ______ آگے جا کے سارے سنیاسی' مسلمانوں اور ہندو ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ بوٹیوں کے ساتھ بوٹی ہو جاتے ہیں۔ کیا بات بتائی؟ حالانکہ نہیں ہونا چاہیے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم بوٹی ہیں۔ تو بوٹیوں کی زبان بن جاتے ہیں۔ ان کا دین اور کوئی نہیں ہوتا' اللہ ہی ان کا دین ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ بتا' یہ کچھ بولی ہے؟ کہتا ہے ہاں یہ بولی ہے' سو طرح کا علاج بتایا ہے اس نے' باقی یاد نہیں رہا۔ کہتا ہے چل یہی بتا' باقی باتیں پوچھنے کوئی اور آ جائے گا۔ کیونکہ یہ کبھی کبھی بولتی ہیں۔ تو بوٹیاں بولتی ہیں۔ اس حد تک واقعہ ریکارڈ کیا گیا ہے کہ ایک درخت جس کو پھل نہ آتا ہو' اس کے پاس کھڑے ہو کر

آواز دے دو کہ اب کے پھل نہ آیا تو ہم نے تجھے کاٹ دینا ہے۔ پھر امکان ہو جاتا ہے کہ اگلی دفعہ پھل آ جائے گا۔ جس طرح زمین بے جان ہے مگر زمین سنتی ہے۔ ہاں یہ سنتی ہے۔ زمین میں امانت دفن کرو تو چھ دن تک مردہ تازہ واپس لو بلکہ سال تک مردہ صحیح رہے گا۔ بلکہ کئی سال تک زمین جرات نہیں کرتی کہ اس کے اندر اپنا کیڑا بھیجے۔ اب زمین جو ہے اس نے سن لی آپ کی بات کہ "اے زمین! آپ کے پاس ہماری یہ امانت ہے' اس لیے احتیاط کرنا' جو زمین دوز چیزیں ہیں انہیں مت بھیجنا" بے شمار چیزیں ہوتی ہیں' سیہ ہوتا ہے' کیڑے مکوڑے' پتہ نہیں کیا کیا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میانی صاحب میں مردہ دفن کرنے لگے' اس میں سے "جاہ" نکل آیا' اسے مارنے لگے۔ کسی نے کہا اسے نہ مارو' اس نے بڑا کام کرنا ہے۔ یہاں دنیا تک کے کام مولوی صاحب کریں گے یا پیر صاحب کریں گے اور اگلا تزکیہ وجود کا' وہ یہی کرتا ہے۔ یعنی وجود کا تزکیہ کیا ہوتا ہے؟ وہ جو فالتو ماس ہے اس کی بات ہے۔ عام طور پر فقراء کا جسد خاکی جو ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے' ان کا مقام محفوظ ہو جاتا ہے۔ باقی کوئی محفوظ نہیں ہے' سارے غیر محفوظ ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ ساری باتیں غور والی ہیں' اب آپ یہ سمجھو کہ ہر شے کے اندر ہر دوسری شے آ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ آپ ایسے انسان ہو' اللہ کا ذکر کرتے ہو' تو اللہ کو پتہ تو چلتا ہے۔ اس نے فرمایا کہ تم میرا ذکر کرو' ہم تمہارا ذکر کریں گے' تم محفل میں کرو گے' ہم محفل میں کریں گے' ہم نے پوری محفل لگائی ہے' تم تنہائی میں کرو گے' ہم تنہائی میں کریں گے۔ تم خفی کرو گے' ہم خفی کریں گے' جلی کرو گے' ہم جلی کریں گے' جو تم کرو گے' ہم بھی وہی کریں گے۔ بندے نے زندگی میں اللہ کو یاد کیا' اللہ نے زندگی کے بعد اس بندے کی یاد قائم کر دی______ سب لوگ فٹافٹ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہو؟ داتا صاحبؒ جا رہے ہیں' خواجہ صاحبؒ جا رہے ہیں' کربلا جا رہے ہیں۔ کربلا کیا ہوتی ہے؟ یاد۔ یاد کا مفہوم آپ کہتے ہو کہ یوں نہیں ہوئی تھی بلکہ کربلا ایسے ہوئی تھی______ مطلب یہ کہ ایک بات یہ ہو رہی ہے کہ کربلا کیا ہے؟ جس نے اللہ کو یاد رکھا' وہ دنیا کی یاد میں آیا' اور ضرور آیا' اور وہ دنیا کی یاد سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ کی یہ جو مشینری ہوتی

ہے یعنی انسان' اس نے ہمیشہ ہی اس کو برملا' یا تو زندگی میں پہچان لیا' یا پھر مرنے کے بعد پہچانا۔ انہوں نے صرف یہ کام کیا تھا کہ اللہ کو یاد رکھا اور لوگوں نے اُن کو یاد رکھا۔ یہ آپ کے پاس راز چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگ بادشاہوں کے محلوں کی پرواہ نہیں کرتے' ایسے ایسے لوگ یہاں اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ بادشاہوں کے محلوں کے پاس سے گزرے اور کہا کہ

زبادشاہ وگدا فارغم بحمد اللہ

اس کو بادشاہ نے کہا' وزیراعظم نے کہا کہ ہمارے ہاں چائے پیو تو اس نے کہا ہم چائے پینا ہی بند کر گئے۔ اور پھر چھوٹی سی خانقاہ دیکھی تو بولا ٹھہر جاؤ' بابا جی کو سلام کر لیں۔ یہ بابا جی کدھر سے آ گئے؟ بس یہ ہے ان لوگوں کا کمال' کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے' Captivate کر لیا۔ تو یہ ساری باتیں جو ہیں غور والی ہیں' راز ہیں' بشرطیکہ آپ کے پاس ٹائم ہو۔ تم تو اپنے خیال میں لپٹے ہوئے ہو' اب ذرا غور کرو

انا یا خودی جس کو آپ کہتے ہیں' یہ ہوتی ہے اپنی کسی صفت کو پہچاننا______

آپ خودی کی تعریف سن لو' خودی کسی شے کا وہ جوہر خاص ہے' جس کے نہ ہونے سے وہ شے نہیں ہوتی ہے' اور بہت کچھ ہوتا ہے مگر وہ نہیں ہوتی۔ شیر اگر پنجہ نہ رکھے' ناخن نہ ہوں' نہ کوئی دانت ہو' تو یہ سب کچھ تو ہے لیکن شیر نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ صفت جو اس کی خاص صفت ہے' جو اس کی پہچان ہے' وہ ہے اس کا جوہر۔ جوہر ذاتی اس کو بولیں گے۔ انسان اگر انسانیت سے عاری ہے تو اس کی شکل بے شک انسان کی ہو لیکن اس کا کام کچھ اور ہی ہے۔ تو یہ خاص جوہر ہے جس کا نام خودی رکھا گیا ہے۔ اگر تم اپنے اس جوہر سے متعارف ہو جاؤ تو تمہارا جو اپنا جوہر ہے وہ تمہاری انا ہے۔ یہ خودی کی پہچان ہے۔ اس نے کہا کہ سب کچھ چھوڑ دوں گا لیکن یہ نہیں چھوڑ سکتا' کیونکہ یہ تو میں ہوں' باقی ہر شے مجھ سے ہے۔ باقی اور چیزیں ہیں۔ دوسرا انسان کہتا ہے کہ پیٹ کی روٹی ملے نہ ملے' مجھے وہ بات ملے' کیونکہ وہ میرا مضمون ہے۔ وہ جوہر ہے اس کا' جس کے بغیر اس کی زندگی ہونے کے باوجود نہ رہے۔ اگر کوئی

شخص آپ میں سے محبت کرے، تو وہ کہتا ہے کہ یہ دنیا مکمل ضرور ہے لیکن یار کے بغیر میرے لیے کبھی مکمل نہیں ہوسکتی۔ اب اس کا جوہر اس آدمی کے اندر چلا گیا۔ اب اس کی جان کہاں چلی گئی؟ طوطے میں، دوسرے میں، اور انسان میں، اور وجود میں۔ ایسے انسان نے دیکھا کہ یہ تو سارے فانی انسان ہیں جن کے ساتھ میری محبت ہے، اس طرح تو میری محبت مٹی ہو جائے گی، اس نے پھر اس سے محبت کی جو فانی نہیں ہے۔ اور پھر سب سے بزرگ ہستی کے ساتھ محبت کرلی اور اس طرح وہ محبت بھی قائم رہ گئی، شاید اس کی وجہ سے وہ آپ بھی قائم رہ جائے۔ تو قائم سے محبت کروتو قائم ہو جاؤ، حی وقیوم سے محبت کرو گے تو شاید آپ بھی زندگی میں قائم ہو جاؤ۔ فانی سے محبت آپ کو فنا کردے گی، باقی سے محبت آپ کو شاید بقا دے دے گی، شاید نہیں بلکہ یقیناً! تو یہ ہے واقعہ، آپ اس پر غور کرو

''غرور'' ہوتا ہے ایک ایسی صفت جو آپ نے دنیا سے Acquire کی ہے، اس کو افتخار کا ذریعہ سمجھنا، اور جو مٹ جائے یا مٹ سکے۔ مثلاً جو دولت ہے، آپ کے پاس بہت دولت آگئی ہے، پھر آپ نے مزاجاً نقلی قسم کی ایک چیز، انا پیدا کرلی۔ یہ عارضی چیز ہے، نکل جائے گی۔ تو یہ غرور ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو Inherited ہے اس کے علاوہ کسی بات پر فخر کرنا۔ خودی جس کو کہتے ہیں، وہ اور چیز ہے۔ لیکن دین والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان چکروں میں نہ پڑو کہ خودی کیا ہے بلکہ یہاں بے خودی اچھی ہے۔ کہتا ہے نہ پتہ ہم کو کہ ہم کون ہیں اور نہ پتہ تمہارا کہ تم کون ہو، اب تو ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ تم کون ہو، جس کے پاس جا رہے ہیں، اس کا بھی نہیں پتہ، مطلب یہ کہ تیرا عشق اس مقام پہ لایا کہ اب نہ تیرا نام رہ گیا اور نہ میرا نام رہ گیا۔ تو وہ اور مقام ہے۔ طالبوں کے لیے اور مقام ہے۔ نہ خودی ہے، نہ انا ہے، نہ غرور ہے، نہ تفاخر ہے، نہ کوئی اور مزاج ہے۔ ان کا کام ہے بس اللہ کے امر پہ چلتے رہنا۔ کہتا ہے تمہارا نام کیا ہے؟ کہتا ہے مطیع، امر کا مطیع۔ کہتا ہے تیرا نام تو کچھ اور تھا، کہتا ہے کہ میں میرا نام تو کچھ اور تھا مگر اب مطیع الشیخ ہوگیا۔ کہتا ہے کہ ادھر کیوں گیا تھا؟ کہتا ہے کہ میں بھیج دیا گیا تھا۔ اب جو شخص اطاعت میں ہے وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ امر تو گمراہ نہیں

کرتا۔ اور جو اپنے مزاج میں ہے' اُسے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مزاج سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنا اور کسی اطاعت میں جانا' یہ Safest راستہ ہے' محفوظ ترین راستہ ہے۔ اس نے چلایا تو چل دیئے' اس نے بٹھایا تو بیٹھ گئے۔ اس نے کہا جان دے دو تو جان دے دی۔ اس کو شہادت کا بھی شوق ہے اور اطاعت کا بھی شوق ہے۔ اس لیے نہیں کہ شہادت کا درجہ مل جائے گا' ہم بڑے ہو جائیں گے' افتخار مل جائے گا' فخر ہو جائے گا بلکہ یہ اس کا شوق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے وہ کہے' جو وہ کہے' ہم کر گزریں گے' وہ ہنسائے تو ہنسنے کو تیار ہیں' وہ رلائے تو رونے کو تیار ہیں' وہ بھلا دے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' وہ یاد رکھے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' جیسا چاہے' جو کرے' ہم راضی ہیں۔ یہ ایسی بات ہے ______ یہ لوگ بے خودی میں پہنچ جاتے ہیں' چلتے چلے جا رہے ہیں' بعض اوقات اپنا نام بھی پتہ نہیں۔ یہ اور کہانی ہے۔ ان کا علم اور ہوتا ہے۔ ان کا علم ہوتا ہے' پہچان! کہتا ہے کہ کیا علم تیرے پاس ہے؟ کہتا ہے بہت علم۔ ان کو دوست کی خوشبو آ جاتی ہے۔ یہ درجے اور ہیں۔ میاں محمد صاحبؒ نے ''سیف الملوک'' لکھی ہے' ایک آدمی نے محبوب کا نام سنا' تعریف سنی اور محبت پیدا ہوگئی۔ سن کر محبت ہونا' یہ بڑے راز کی بات ہے۔ یعنی کہ محبوب کا ذکر سنا اور محبت پیدا ہوگئی' یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اور جن کو نہیں ملتا' ان کو دیکھنے کے بعد بھی نہیں ملا۔ ابوجہل کے ابوجہل ہی رہے۔ اور جن کو دیکھے بغیر ملا' اویس قرنیؓ بھی ہو گئے' دور سے بھی آ گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ بھی ہو گئے ______ یہ نصیبوں کی باتیں ہیں ______ اور کوئی بات ______ کوئی سوال ______

سوال:

خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا' اس میں کیا راز ہے؟

جواب:

اس کا راز یہ ہے کہ اگر اللہ نے ایسا کیا ہے تو ایسا ہی ہے۔ تمام ظاہر علوم بیان فرمانے والا اللہ آپ ہے۔ باطن کا شعبہ دینے والا بھی اللہ ہے۔ باطن کا بیان فرمانے والا

بھی اللہ ہے۔اللہ اگر باطن کو بیان کرے تو اتنا ظاہر بھی نہیں ہوتا۔ یہ راز کیا ہے؟ طور Symbol ہے۔ پھر بعد میں لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا Symbol ہے' طور کیا سمبل ہے' یہ کیا واقعہ ہے؟ ایک تو اس میں یہ راز بتایا گیا کہ وہ اللہ جو اپنے بیان کے مطابق یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنا جلوہ وہاں دکھایا' یا وہاں سے آواز آئی' پھر اس کی تصدیق کہاں سے آئی؟ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ گویا کہ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جلوہ ہی تھا۔ جلوہ درخت سے اگر بول سکتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ جلوہ انسان سے نہ بول سکے۔ اس میں ایک بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ اللہ جہاں چاہے' جب چاہے' وہاں سے بول سکتا ہے۔ ثبوت کے طور یہ بتایا گیا کہ درخت سے بولا اور تصدیق آپ سب نے کی ہے۔ ایسا ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر کئی دفعہ ہو سکتا ہے اور کہاں کہاں سے ہو سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے کہ مضمون کیا ہے' دوسرا سمجھ آنے والا جو خلاصہ بتایا لوگوں نے' کہ کوہِ طور یا جسے آپ جھاڑی کہہ رہے ہو یا درخت ہو' وہ مقامِ دل ہے۔ اور یہ جو دیکھنے والا ہے یا خواہش والا ہے' وہ مقامِ عقل ہے۔ جلوے کے سامنے مقامِ عقل بے ہوش ہو جاتا ہے اور مقامِ دل جلوہ برداشت کر سکتا ہے۔ تو طور کو دل ہی کہو۔ اس کی وضاحت کچھ ہی عرصہ بعد سمجھ آ جائے گی۔ اس پر جلوہ گزار دیا جائے تو قائم رہ سکتا ہے۔ اور یہ جو سوال کرنے والا ہے اس پر اگر جواب Direct آشکار کر دیا جائے' تو ناممکن ہے کیونکہ وہ ٹھہر نہیں سکتا اور اندازہ نہیں کر سکتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے' اس کو پتہ ہے کہ میں نے کتنی پاور کا بنایا موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کا جلوہ کتنی پاور کا ہے' پاور کی جھلک تھوڑی سی دے دی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ دینے کے لیے' جو جلوؤں سے منور ذات ہے' وہ اور بھی ہو سکتی ہے' اللہ کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔ جلوے کا شعبہ اور بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کچھ شوق والے لوگ کہتے ہیں کہ وہ تیرا ہی جلوہ تھا یا رسول اللہؐ! مطلب یہ کہ ہم تیرے ہی جلوے کو اس کا جلوہ سمجھتے ہیں' تیرا جلوہ تیرے ہی روپ کے اندر موجود ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بتاتے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ پوچھو اس سے کیونکہ اللہ موجود ہے۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔

سوال:

حضور عرض یہ ہے کہ بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے' کیا یہ وہم ہے یا کوئی اور ہوتا ہے؟

جواب:

تعجب اس بات پہ نہیں کہ تمہیں تنہائی میں دوسری ذات محسوس ہوتی ہے' تعجب اس بات پہ ہے کہ تمہیں دوسرے وقت کیوں نہیں محسوس ہوتی' ہمیشہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ اس کا احساس نہ ہونا افسوس کی بات ہے' احساس کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔

سوال:

میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ میں کسی فریب میں تو نہیں مبتلا ہوا؟

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا ہونا لازم ہے۔ میں لازم کہہ رہا ہوں اور آپ کہتے ہو کہ بندہ غلطی پہ تو نہیں' میں کہتا ہوں لازم ہے' وہ لازم ہے! اگر نہ ہو تو پھر شور مچاؤ' مجھ سے پوچھو______ کیوں نہ ہو______ ہونا جو ہے اپنا ہے' نہ ہونے کا سوال بعد میں ہوگا۔ یہ غلط فہمی نہیں ہے' یہ ہوتا ہے اور یہ ضرور ہے۔

سوال:

بعض اوقات یہ مختلف صورتوں میں ہوتا ہے' ایسا کیوں ہے؟

جواب:

یہ مختلف صورتوں میں ہی ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دماغ کھلا ہوا ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دل کھلا ہوتا ہے' کبھی حالات کچھ اور ہوتے ہیں' اس کے مطابق وہ واقعہ چلتا جاتا ہے ______

سوال:

بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ کوئی چیز نظر بھی آتی ہے۔

جواب:

اب جب آپ یہ کہنے والے ہوگئے کہ کوئی اور ذات محسوس ہوتی ہے تو جب آپ یقین میں پہنچو گے تو پھر جواب شروع ہوگا'۔ تو وہ ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کا ایک دوست ہے' اگر آپ کی شادی میں شامل ہو تو کہتے ہیں خوشیاں دوبالا ہوگئیں' غم میں شامل ہوا تو غم تقسیم ہوگیا۔ خوشی Multiply ہوگئی' غم Divide ہوگیا' یہ Division اور Multiplication کے فارمولے ہورہے ہیں ______ دوست ہمارے رنگ کو اپنا اور رنگ دے دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے مزاج کے مطابق آپ کا دوست جس رنگ میں آیا' نیا رنگ ہی آیا ______ اس نے دل میں اور ہی رنگ بنایا۔ تو یہ جو چیز ہوتی ہے' کسی کا خیال' کسی کا عرفان' یا پہچان' یا کسی اور کا ہونا' یہ ہر حال میں جلوہ ہے۔

روپ انوکھے حسن ازل کے
آیا ہے ہر رنگ میں ڈھل کے

تو مدعا یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ

اِس دنیا سے اُس دنیا میں
جانا ہوگا بھیس بدل کے

مطلب یہ کہ یہ ایسی کہانی ہے۔ یہ اس کے روپ ہیں' وہ ہر حال میں آتا ہے' جلوہ دیتا ہے۔ جلوے کا متلاشی جلوہ لے گا۔ ایک آدمی کی عجیب وغریب کہانی سناتا ہوں آپ کو ______ ایک بزرگ دیدارِ حق کے لیے چالیس سال جاگتے رہے' بڑا مجاہدہ ہے' بڑا کٹھن مجاہدہ ہے' بڑی Will Powers کے ساتھ' بڑی محنتیں' بڑے بزرگوں کا فیض ساتھ تھا۔ چالیس سال تک کچھ نظر نہیں آیا۔ کہنے لگے ایسے ہی وقت ضائع ہوگیا' جلوہ نظر نہیں آیا' لو اب سو جاؤ۔ سو گئے تو دیدار ہوگیا ______ اب شور مچا دیا کہ دیکھو میں کیا کرتا رہا ہوں چالیس سال' اور نیند میں ساری بات ہوگئی۔ ان کے بزرگوں نے پکڑ لیا ان کو اور کہا کہ وہ چالیس سال کا جاگنا ہی تجھے نیند میں فیض یاب بنا گیا۔

بات تو یہ ہے کہ تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ قصہ کیا ہے۔ وہ تو ایسا ہے کہ وہ چاہے تو دیدار کرادے، چاہے تو نیند میں کرادے، چاہے تو پاس آجائے، چاہے تو اپنے پاس بلالے، اس کی مرضی ہے، چاہے تو غم سے نواز دے، یہ بھی اللہ کا جلوہ ہے، یاد رکھنا، کہ غم سے نواز دے اور چاہے تو خوشی سے نواز دے، چاہے تو بازاروں میں بٹھا کے اکیلا کر دے۔ یہ اس کے کام ہیں۔ جلوہ بہر حال جلوہ ہے۔ جلوہ غور کرنے والے کا نام ہے، دیکھنے والے کا نام ہے، محسوس کرنے والے کا نام ہے۔ جس نے کان پیدا کئے ہیں، کیا اس کو آوازوں کا پتہ نہیں، آپ ہی بتادو۔ اگر شوق کے کان کھلے ہوں تو آواز کیسی ہوگی؟ آہٹ ہوگی۔

سن رہا ہوں میں آہٹیں تیری
تو کہیں آس پاس ہے آجا

اگر آنکھ کھلی ہو تو کوئی اور جلوہ دے دے گا۔ عام آدمی کہتا ہے کہ وہ کوئی جلوہ تو نہیں تھا، وہ تو روشنی سی گزری تھی، عام بات تھی۔ اس کے لیے کوئی خاص بات نہیں ہوتی لیکن جلوے والے کے لیے بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔ اللہ چاہے تو آنکھوں کے ذریعے جلوہ دکھادے، کانوں کے ذریعے جلوہ دکھادے، احساس کے ذریعے جلوہ دکھادے، حیرت کدہ عقل میں جلوہ دکھا دے۔ ایک الجھا ہوا سوال حل کردے تو جلوہ ہوگیا۔ ناممکن مسئلہ حل ہو جائے، جلوہ ہوگیا۔ جلوہ جو ہے یہ طالب کے مزاج کے مطابق ملتا ہے اور کبھی اپنے مزاج کے مطابق عبادت گزاروں کو دیتا ہے، یعنی چکی پیسا کے۔ کہتے ہیں کہ کام ہوگیا۔ کبھی اپنے طالبوں کو اس Process سے گزارتا ہے۔ وہ Process اور ہے۔ کبھی لوگ پکارتے ہیں، جنگل میں پکارتے ہیں، جب کوئی جنگل میں پکارتا ہے تو ادھر سے ایک آدمی آجاتا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے، جنگل میں پکار رہا ہے، یہ کام یوں کیوں نہیں کر لیتا۔ تو یہ ہے جلوہ۔ وہ بندہ پرابلم یوں حل کر گیا! ایک اور شخص کہتا ہے کہ ادھر کدھر اللہ کو پکارتا جا رہا ہے، چھوٹی سی بات ہے، یوں کرلو، آنکھوں کے لیے سرمہ چاہئے۔ تو اس طرح سرمے سے آنکھ کھل جائی گی اور بصیرت مل جائے گی۔ اس لیے آپ جب استعداد سے بڑھ کے مانگتے ہیں تو وہ آپ کی استعداد کے

مطابق، آپ کے تمام قویٰ کو سرفراز فرماتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف آنکھ کے ذریعے جلوہ آ گیا، بلکہ آپ کے تمام قویٰ کو آسانیاں عطا فرماتا ہے۔ تو یہ ہے جلوے کی استطاعت۔ اس لیے وہ جب چاہے، جہاں سے چاہے، اپنے جلوے کو ظاہر فرما دے۔ عین ممکن ہے اس کا جلوہ دینے کے لیے، آ گے اس کے نمائندے ہوں۔ تو یہ عین ممکن ہے۔ پیروں کو ماننے والے کہتے ہیں کہ جلوہ پیر سے ملا ہے۔ تو وہ یہ کہتے ہیں ____ لوگ کہتے ہیں کہ پیر سے ملتا ہے کیونکہ وہ صورت ظلِ الٰہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں سے ملا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں وہاں سے ملا، ایک کہتا ہے کہ ہمیں تو ایک مسافر مل گیا تھا، وہ جانے والا تھا، اس نے کہا یہ چیز لے لو، تمہارے کام آئے گی ____ یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی کی خدمت کر دو اور وہ مسافر جاتے ہوئے کہے کہ یہ چیز پاس رکھ لو، کام آئے گی۔ اللہ چاہے تو مسافروں سے عطا کروا دے، چاہے تو مقیم سے نواز دے۔ جو چاہے کرا دے۔ طالب کو صادق ہونا چاہیے، صادق ہو گیا تو طلب ویسے ہی پوری ہو گئی۔ صادق اس کو بنایا جاتا ہے جو منظور ہو جائے، ورنہ صدیق بنایا نہیں جاتا۔ طلبِ صادق اس کی ہوتی ہے جس کو منزل سے نوازنا ہو۔ ورنہ عام آدمی سے کہو کہ پہاڑ کی چوٹی پر جا رہے ہیں، تو وہ کہے گا چھوڑو، آرام سے بیٹھو، چائے وائے پیو، میرا خیال ہے پہاڑ کی فوٹو لے لیں گے۔ اور جس کی طلب صادق ہو تو اس کو وہ نوازتا ہے۔ جس کا شوق اچھا ہو اس کو نواز دیا جاتا ہے۔ اب یہ شوق کبھی ختم نہیں ہو گا کیونکہ اس کا جذبہ منظور ہو گیا۔ اگر شوق کی منزل نہ ہو تو پھر ساری ذمہ داری آدمی کی اپنی ہے۔ شوق کی منزل کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا گلہ نہ کیا ہو۔ یہ شوق کی منزلیں ہیں۔ مطلب یہ کہ انہوں نے زندگی کا ایک ذریعہ نکال دیا، زندگی کا دوسرا ذریعہ نکال دیا اور وہ خود، آپ آ کے بیٹھ گیا۔ یہ شوق کی منزلیں ہیں۔ تو اس کو کبھی آنکھ میں جلوہ نظر آیا، کبھی کچھ اور ____ شوق والوں کی داستان ایک الگ فارمولا ہے اور محنت والوں کی داستان اور فارمولا ہے۔ عام بندہ کہتا ہے ''ہم نے آپ کے لیے یہ وظیفہ کیا ہے، اس کا انعام ہونا چاہیے''۔ یہ ''وظیفہ'' ضروریات کا نام ہے۔ جلوہ بھی ضرورت ہوتا ہے اور وہ صرف جلوے کے لیے وظیفہ کرتے ہیں۔ اب اس کا

اور طریقہ ہے۔ وہ چل ہی پڑتے ہیں، روز ازل کے مسافر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اور کہانی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ وہ جب چاہے آپ کو پیمانے میں تولنا شروع کرا دے، جب چاہے نوازش کر دے، جب چاہے قہر کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ جن کا عشق منظور ہو جائے، ان کو طالب صادق بنا دیا۔ صادق ہونا منظوری ہے، صادق بنانا منظوری کی سند ہے۔ لگن صحیح ہو جائے تو سمجھو کہ اس کو منظور کر لیا گیا۔ یہ منظوری کی دلیل ہے۔ اور کوئی سوال پوچھو______پوچھو______سعید صاحب بولیں______

سوال:

جلوہ بذاتِ خود کیا چیز ہے؟

جواب:

جلوہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کے حالات کی اصلاح کرنے کی ضرورت سے نکل کر جب آپ کا شوق کسی اور چیز کی تمنا کرے، جس کا براہ راست آپ کی زندگی سے کوئی ضروری تعلق نہ ہو، کوئی اور شوق ہو، مثلاً یہ شوق کہ میں اس وقت چاند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہتا ہے دفتر کا ٹائم ہو گیا، صبح ہو گئی، اب جاؤ۔ کہتا ہے نہیں، میں کچھ اور ہی دیکھ رہا ہوں۔ سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا، لہریں گنتا جا رہا ہے، اس کی دوکان کا ٹائم ہے، پرواہ نہیں کرتا۔ اب یہ جو شوق ہے یہ ضروریاتِ زندگی سے ماورا ہے۔ اس شوق کے اندر اب کسی خالق کا یا کسی ذات کا یا کسی نورانی ذات کا جلوہ ہوتا ہے، اس کو ہم کہیں گے جلوے کی تمنا۔ اب جلوہ خود کیا ہے؟ جلوہ بہت خوبصورت چیز ہے۔ مثلاً چاند جو ہے بذاتِ خود روشنی نہیں ہے مگر چاندنی جو ہے یہ جلوہ ہے______فرض کرو ایک شکل ہے، آپ کا محبوب بیٹا، یا محبوب دوست۔ اب جو دوست تھا اس کی کتنی آنکھیں ہیں۔ دو کان، ناک، قد______اس میں بات کیا ہے، وہی دو آنکھیں، کان، ناک وغیرہ جو دوسروں کا ہے______کیا اس کا رنگ سفید تھا؟ سفید رنگ کے تو کئی لوگ پھرتے ہیں۔ تو پھر کیا تھا؟ یوں سمجھ لو کہ ماں کے لیے بیٹا کیا ہوتا ہے؟ وہ جلوہ ہوتا ہے۔ چھوٹا سا بچہ پیدا ہوا، اس کی ''ٹنڈ'' بھی چھوٹی سی ہے، ماں

سے پوچھو کہ یہ کیا ہے؟ یہ جلوہ ہوتا ہے۔ رحمتیں ہیں۔ وہ چیز جو آپ کے لیے پورے انہماک کا باعث ہو جائے وہ جلوہ ہوتا ہے، یعنی شکل کے اندر ایک اور شکل ہوتی ہے جو محبوب کی شکل ہوتی ہے۔ وہ چیز جو آپ کو Direct اپنی طرف متوجہ کر دے، کشش کر لے، یعنی آپ جب یہ سمجھیں کہ اس کائنات میں اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے تو صرف اس چیز کی ضرورت ہے۔ کہتے ہیں کہ لیلیٰ کا رنگ ذرا پختہ تھا، لوگوں کو یہ رنگ پسند ہی نہیں ہے، اور مجنوں سے پوچھا کہ سنا بھئی دنیا دیکھی۔ کہتا ہے نہیں۔ کیوں؟ کہتا ہے ہم نے لیلیٰ ہی دیکھی ہے۔

جب درد سے ہوتا تھا مضطر کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کردے محمل کردے

اس کے لیے بس ایک ہی جلوہ ہے اور وہ ہے لیلیٰ۔ لہٰذا وہ چیز جلوہ ہے جو آپ کو اپنے آپ کو نثار کرنے پر خوشی سے راضی کر لے۔ آپ کو کوئی کہے کہ ایک لاکھ روپے جمع کرا دو تو آپ کہیں گے کہ دو روپے سے کام ہو جائے تو بہتر ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ جان دے دو تو آپ کہتے ہیں کہ بسم اللہ، اور کوئی چیز مانگو، یہ تو ہم پہلے ہی نثار کرنے کے لیے تیار تھے۔ جس کے لیے آپ اپنی جان نثار کرنے کو خوشی سے تیار ہو جائیں، وہ جلوہ ہے۔ اس کو جلوہ کہتے ہیں۔ پھر آگے آپ جلوؤں کا سفر کرو گے، سب سے بڑا جلوہ، سب سے بڑی ذات کا ہو گا، وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا۔ پھر آگے اور واقعات عالم، چلتے چلتے وہاں جائیں گے۔ جلوہ کا وجود پہلے ہے، کیسے ہو سکتا ہے کہ آنکھ دینے والا جاذبیت نہ دے۔ اس نے آنکھ بنانے سے پہلے رنگ پیدا کر رکھے ہیں، باغ سجا رکھے ہیں، آنکھ تو بعد میں بنائی ہے اس نے۔ اس نے آپ کے کان بعد میں پیدا کیے اور چہکار اور مہکار پہلے پیدا کیے۔ میوزک ہی میوزک ہے کائنات میں، پھر آپ کو کان عطا کیے۔ جلوہ عطا فرمایا۔ نگاہوں کو جلوے کی رعنائی عطا فرمائی ہے۔ زبان کو اس نے گویائیاں عطا فرمائیں، ذائقہ آپ کے منہ میں ہے اور پھل باہر اگے ہوئے ہیں، ذائقے دار پھل۔ اور دل ہے سرشار کرنے کے لیے، چھوٹا سا دل، پھر دلبر کی کہیں نہ کہیں سے رونق لگا دی۔ چھوٹی سی دنیا میں یہ کھیل کر دیا۔

پھر بڑے بڑے جلوے' بڑے بڑے دلبر' بڑے بڑے واقعات' بڑے کھیل ______ اور یہاں سے وسعتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات ایسے نہیں پیدا کردی ہے کہ کھاؤ پیو اور مرتے چلے جاؤ' قبریں بناتے جاؤ ______ !!!.No. یہ بڑے راز کی داستان ہے' عقل مند کی بات ہے۔ کہ جہاں پر اس کا ہونا ہوتا ہے تبھی تو تمہارا ہونا ہے۔ اس نے مخلوق کو بالکل چھوڑ نہیں دیا کہ مخلوق ہے' چابی دے دی' بالکل سیٹ کر دیا کائنات کو' ٹک ٹک ٹکا ٹک ہوتی جارہی ہے ______ ناں! اس نے بڑے سسٹم کے ساتھ یہ سب بنایا۔ ہر دل کے ساتھ دھڑکنوں کو گنتا ہے' وہ آنسو کی خبر رکھتا ہے' اور رات کی تاریکی میں' سیاہ راتوں کی سیاہ تاریکی میں' کالے پہاڑ پر چلنے والی چھوٹی چیونٹی کے دل کی دھڑکن کی آواز سنتا ہے' اسے دیکھتا ہے' وہ اتنا باخبر ہے۔ پتھر کے اندر جو کیڑا ہے اس کو بھی پانی پہنچا دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے اور کیا کیا نہیں کرتا' یہ سب جلوے ہیں۔ اب جلوے کو دیکھنے کا طریقہ ______ جلوے کا مفہوم سمجھ آ گیا' تم صاحبِ عقل ہو تو واقعات کے نتائج اور سبب پر غور کرو' آپ کو جلوہ عقل میں مل جائے گا۔ اگر تمہارے کان کام کرتے ہیں تو نغمات کی تلاش میں رہو' وہ نغمہ جو تمہیں دم بخود کر دے' وہاں جلوہ ہوگا۔ کہتا ہے پتہ نہیں کیا تھا' بلبل تھا کہ پرندہ تھا۔ کہتا ہے پھر؟ کہتا ہے پھر آگے نہیں چل سکے' وہاں ٹھہر گئے۔ کسی کی آواز تھی بھئی؟ کہتا ہے کہ بس آواز تھی' اس وقت زمین نے قدم پکڑ لیے۔ جہاں زمین نے تمہارے قدم پکڑ لیے ہیں' وہاں جلوہ ہے۔ سمجھے بات! اسی طرح چلتے چلتے نگاہ میں اچانک کوئی بندہ آ گیا' کہتا ہے پھر؟ کہتا ہے سفر ختم ہو گیا' پھر آگے نہیں گئے۔ اس نے کہا پڑھو قرآن شریف' بسم اللہ۔ بسم اللہ پڑھی اور آگے بند کر دیا۔ مُلّا نے اس کو کہا کہ پڑھو ''الف''۔ اس نے پڑھا۔ پھر اس نے کہا پڑھو ''ب'' اس نے کہا ''ب'' کی کیا ضرورت ہے' سبق بند ہی کر دیا۔ کہتا ہے ''ب'' نوں بنے لاؤ۔ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی آئے۔ یہ سب جلوے کی کہانیاں ہیں۔ اور یہ کائنات جلوے کا جلوہ ہے۔ آپ غور کیا کرو کہ اس کائنات کے اندر جلوہ تلاش کرنے والی پوری کائنات ہے۔ تاریخ کے اندر بادشاہ ہی بادشاہ ہیں حالانکہ وہ انسانوں کی تاریخ ہے' قوموں

کی تاریخ ہے مثلاً ابراہیم لودھی اور بابر کے درمیان جنگ ہوگئی ہے' حالانکہ فوجیں کٹ رہی تھیں مگر نام بادشاہوں کا ہے۔اس لیے تاریخ ہے انسانوں کی' تاریخ ہے اور قسم کے لوگوں کی' جلوؤں کی تاریخ ہے' دنیا میں بے شمار جلوے آئے۔ایک آدمی آیا' اس نے کہا تخت چھوڑ دو' ہم بادشاہت نہیں کر سکتے۔اس نے کہا جہاں پناہ بادشاہ سلامت' تخت مل رہا ہے برطانیہ کا' And you are going to rule. پھر وہ جو عورت ہے' کہیں اور چلی جائے گی۔کہتا ہے No, Not at all تخت کو چھوڑ دو' ہمیں نہیں چاہیے I can't do it without the help of a person whom I love تو اس نے چھوڑ دیا تخت۔یہ جلوہ ہے۔ایک اور جلوہ نظر آیا اس آدمی کو۔

سوال:

کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں حضور؟

جواب:

اسلام کے بعد عیسائی کہاں رہ گیا۔جب اللہ نے کہا کہ عیسائی اچھے لوگ ہیں' صحیح لوگ ہیں اور یہ فائنل مذہب ہے تو اب عیسائی کدھر سے رہ گئے۔اب جو دین پرانا چلا آرہا ہے' جس کو نئے دین سے آشنا کیا گیا ہے' اور پھر وہ پرانے دین پہ اصرار کرے تو کافر سے بدتر ہے۔اب اس کی عزت اللہ تعالیٰ نے اس لیے کی ہے کہ شادی وغیرہ کرلو کیونکہ اس کی نام کی نسبت رہی ہے۔ورنہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے عیسائیت کا دین سرفراز ہوا' مقدس ہوا اور جب اللہ فائنل کردے تو یہ اس میں نہ آئے۔پھر وہ کیسے عیسائی رہ گیا' عیسائی نہیں رہ گیا۔عیسائی ہوتا تو اللہ کا حکم مانتا' کسی پیغمبر کی بات مانتا' اب جب فائنل پیغمبر بھیج دیا گیا تو پھر اس کا اپنی جگہ پہ اصرار کرنے سے کیا مطلب۔محروم ہوگیا ______ تو میں جلوے کی بات کررہا تھا۔ ایک آدمی نے ایک ہرنی کا بچہ پکڑ لیا اور اس کو لے کے چلا گھر۔پیچھے مڑ کے دیکھا تو اس کی ماں آرہی ہے۔بچہ پکڑا ہوا ہے۔ماں فریادی شکل میں ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے' کوئی زنجیر نہیں' کوئی اور بات نہیں ہے۔اب ماں

اس زمرے میں آرہی ہے کہ بچہ لے کے جارہا ہےاور وہ بچے کے پیچھے ہے۔اس آدمی کے دل میں ایک اور جذبہ پیدا ہوا' اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ یہ بڑا جلوہ ہے کہ کس طرح ماں بچے کے پیچھے آرہی ہے' سبحان اللہ! بڑی محبت کی باتیں ہیں۔اس بندے کے دل میں محبت پیدا ہوئی' اس کو اس نے چھوڑ دیا۔اس رات کو ایک اور جلوہ پیدا ہو گیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی۔آپؐ نے فرمایا کہ آج سے تم ہمارے محبوب ہو۔محبت کی اتنی قدر کی گئی ہے۔جلوے ہی جلوے ہیں' رونقیں ہی رونقیں ہیں' محبتوں کی قدریں ہیں' محبت والے لوگ ہیں سارے۔یہ اور قسم کے لوگ ہوتے ہیں' ان کے ہاں گنتی کا مال نہیں ہوتا۔یہ محبت کے بڑے بڑے جلوے ہیں۔کبھی آپ نگاہ کرو تو اس کائنات کے اندر ایک اور کائنات نظر آئے گی۔غور یہ کرو_ _ _ _ _ کوئی اور سوال پوچھو_ _ _ _ _ بولو آپ_ _ _ _ _

سوال:

کیا قرآن کی آیات سے تعویز لکھے جا سکتے ہیں؟

جواب:

نہیں' قرآن پاک کو تعویز بنانے سے بچو۔تعویز بنانا' عملیات کے لیے استعمال کرنا' رمل کے لیے استعمال کرنا' اثر تو ضرور ہو گا لیکن اس بات کے لیے آپ قرآن کو Use نہ کرو۔تعویز دینے والے جو ہیں وہ تعویز دیتے ہیں' تاثیر ہوتی ہے لیکن آپ جو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہو' آپ ان باتوں سے تھوڑا سا گریز کرو۔اعداد جو ہوتے ہیں' یہ اعداد ٹھیک ہیں' ایک جگہ ہے اربعین لیلیٰ یعنی چالیس راتیں' تمام اسماء کا' تمام اعداد کا ذکر ہے۔کہ اول' ایک خدا' دو کا مقام' تین کا مقام' چار کا مقام' پانچ کا مقام ہے' تو یہ ذکر آتا ہے۔یہ ذکر ایک رات آتا ہے اور یہ کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اعداد میں راز ہے کہ نو انسان ہوں تو اور بات بنتی ہے' گیارہ انسان ہو تو اور بات بنتی ہے۔ایک خاص راز کی بات بتائی گئی ہے کہ بستی میں گنتی کے اگر اتنے آدمی اللہ والے بن جائیں تو ایک خاص انقلاب

آ سکتا ہے۔ایک اور بات کہتے ہیں درویش لوگ کہ اگر ننانوے عامل پیدا ہو جائیں، اور وہ ننانوے اسمائے الٰہی کے عامل ہوں، ایک کا کام یہ ہے کہ یا مبین کرتا جائے، دوسرا یا حی یا قیوم کرتا جائے، اس طرح دوسرے اسماء پڑھتے جائیں۔ اگر سارے عامل اکٹھے ایک مقام پر ہوں تو یہ کامل ورد ہو گیا۔ یہ آدمی جو ہے تاثیر پیدا کر سکتا ہے۔

اب نام کے اعداد کیسے نکالتے ہیں؟ نام کے حروف کے اعداد جمع کر لیتے ہیں اور اس کو اللہ کے اسم کا وظیفہ دیتے ہیں کہ یہ پڑھتے جاؤ، تو تاثیر ہو جاتی ہے۔عدد جب عدد سے ٹیلی کر گیا تو نام تاثیر میں آ گیا۔ لیکن آپ اس بات سے گریز کرو، آپ اللہ کے بندے ہو، اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ ہر مشکل ٹل جائے گی۔دنیا میں بچے پیدا ہونے ہیں، آدھے مرد اور آدھی عورتیں۔ جس کو پیر صاحب نے بیٹا دیا، وہ سکولوں میں جا کے دیکھے کہ کتنے بیٹے ہوتے ہیں اور کارپوریشن میں جا کے پتہ کریں کہ روز کتنے بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں نہ کوئی پیر ہے اور نہ مرید ہے، بیٹے ہی بیٹے ہیں۔ بیٹے بھی پیدا ہو گئے، بیٹیاں پیدا ہو گئیں۔ لمبی چوڑی کہانی کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ غریب ہیں اور وظیفہ کرتے جا رہے ہیں، غریب ہیں تو آپ سے زیادہ غریب لوگ بھی ہیں، یہ اور کہانی ہے۔ بس اپنے رجوع کو ٹھیک کرو، حالات کو ٹھیک کرنے کی بات نہیں، حالات تو ٹھیک ہو جائیں گے، محنت کے ساتھ چلتے جاؤ گزارہ کرتے جاؤ۔ یہ ایسی بات ہے کہ

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

کبھی تنخواہ کم رہ جاتی ہے، کبھی خرچ بڑھ جاتا ہے، غریب آدمی کی زندگی کیسے پوری ہو۔ غریب کی بات سن لو وہ ترقی کے بعد بھی غریب ہوتا ہے۔ آپ بھڑ کو لے لو، کوئی دن یا کوئی مہینہ ایسا نہیں ہو گا کہ بھڑوں نے ڈسنا چھوڑ دیا ہو یا بھول گئی ہوں۔ یہ اس کا مزاج ہے۔ بھڑ پر اچھا وقت آ گیا تو کیا وہ ڈسنا چھوڑ دے گی؟ برا وقت آ گیا تو بھی نہیں چھوڑے گی۔ ایک رات آندھی آئی اور آشیانے اڑ گئے، گھونسلے اڑ گئے اور بیچاری چڑیا بڑی پریشان ہوئی کہ

آشیانے اڑ گئے مگر صبح اٹھی تو اس نے وہی حمد گائی جو روز گاتی تھی۔ یہ ہے مزاج! اگر آپ مزاج اتنا ہی بنالو کہ آشیانے اڑ گئے' چار تنکے اڑ گئے' اپنی حمد جاری رکھو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ اصل میں کیا بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر تم بدلنے والے' متلون مزاج ہو گئے کہ کل کو میرے حالات بہتر ہو جائیں' تو حالات کبھی بہتر نہیں ہوتے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ تخت پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی نیند حرام ہو رہی ہے' آج کل تو دیکھ رہے ہو کہ لوگوں کے پاس بادشاہت ہے' پلاٹ الاٹ ہوتے جا رہے ہیں' واقعات بنتے جا رہے ہیں مگر حالات اور نیندیں خراب ہوتی جا رہی ہیں یعنی کہ سایہ اپنے اصل سے ڈر رہا ہے' اصل سائے سے ڈر رہا ہے۔ راستے میں ایک شجر گرا پڑا ہے اور انا کا سایہ قائم ہے' درخت کٹ گیا اور انا قائم ہے۔ گر پڑے ہیں اور انا' اکڑ قائم ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آج کل آپ پوچھو کسی سے کہ تخت ہے اور نیند کیوں نہیں آئی۔ ڈرانے والا' اندر سے ڈرتا ہے۔ تو جو ڈرا رہا ہے اصل میں اندر سے وہ ڈر رہا ہے۔ سارے دوسروں کو ڈرا رہے ہیں اور اندر سے خود ڈر رہے ہیں۔ یہ میں آپ کی سیاست کی بات کہہ رہا ہوں۔ اصل میں ڈرتا کون نہیں ہے؟ وہ جو اللہ پر راضی ہو گیا۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں کل خوش ہو جاؤں گا وہ کبھی خوش نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ حالات بہتر کرنے والا قید خانے سے نکل کر پرائم منسٹر بن گیا اور انڈسٹری سے نکل کر چیف منسٹر بن گیا اور فلاں جگہ سے نکل کر فلاں جگہ پہنچ گیا۔ سکون آیا؟ سکون پہلے دن کا نام ہے اور آخری دن کا نام ہے۔ سکون کس کا نام ہے؟ مزاج کا۔ ہم نے ایسے آدمی دیکھے کہ غریبی میں سکون اور دولت مل گئی تو دولت میں سکون۔ مہمان آ گئے' ٹین خالی ہے آٹے کا تو سکون۔ ہے تو سکون' نہیں ہے تب بھی سکون۔ آپ اس پہ غور کر لو کہ اصل میں کیا بات ہے۔ سکون کیا ہے؟ جس کا آج سکون میں گزرا' اس کا کل بھی سکون میں ہوگا۔ اگر دولت میں مزاج کے حالات نہ بدلیں' غریبی میں بھی نہیں بدلیں گے۔ تو آپ سکون کے لیے یہ کہو کہ ہم ازل سے راضی ہیں' کچھ ہے تب راضی ہیں' نہیں ہے تب بھی راضی ہوں گے' ہر روز راضی ہیں' ہر صبح راضی ہیں۔ ہر شام راضی ہیں۔ اب حالات کیا ہیں؟ آپ کا حال' آپ کا خیال' آپ کا Soul'

روح۔ یہ کام جاری رکھو ______

اب نتیجہ کیا ملا؟ نتیجہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے بے قرار روحیں پیدا کی ہیں۔ وہ ہر حال میں بے قرار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نفوس مطمئنہ پیدا کئے ہیں، وہ ہر حال میں مطمئن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار ازلی پیدا کئے ہیں، وہ ہر حال میں اطاعت کرتے ہیں، باغی بھی ازلی پیدا کئے ہیں۔ آپ دیکھتے جاؤ اور لطف لیتے جاؤ۔ بس آپ باغی لوگوں میں نہ ہونا اور ناشکرے لوگوں میں نہ ہونا۔ آج شکر ادا کرنا شروع کر دو، حالات آج سے ہی بہتر ہو جائیں گے۔ جس وقت سے تم نے شکر کا کلمہ کہا، حالات بہتر ہو گئے۔ حالات کب بہتر ہوں گے؟ جب شکر کرو گے۔ تو آپ شکر کیا کرو۔ بس اب دعا کرو ______

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و سندنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

آمین برحمتک یاارحم الرّٰحمین.

1 استخارہ کیا ہوتا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟

2 لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے یا نہیں؟

3 اطمینان خاطر، سکون کے متعلق کوئی راہنمائی فرمائیں؟

4 اس معاشرے میں رہ کر اس معاشرے کی ضروریات کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

پہلا سوال:

گزارش ہے کہ استخارہ کے متعلق فرمائیں کہ یہ کیا ہوتا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:

کوئی دوسرا سوال ______ فاروقی صاحب بولیں ______

دوسرا سوال:

جناب میں یہ کہتا ہوں کہ انسان عمر کے آخری حصے میں لوگوں سے کم میل جول رکھے، تنہائی میں رہے اور کچھ پڑھتا رہے۔ میل ملاقات میں تو ایسی باتیں آجاتی ہیں جو پریشانی کا باعث بھی بنتی ہیں اور بعض اوقات Destruction بھی پیدا کرتی ہیں۔ اس میں ضرور توجہ فرمائیں تاکہ ایسا کوئی تخلیہ وغیرہ میسر آسکے۔

جواب:

اور کوئی سوال ______ اقبال صاحب! کوئی بات پوچھیں ______

تیسرا سوال:

سر یہ جو اطمینان خاطر ہے، سکون ہے اس کے متعلق کوئی راہنمائی فرمائیں۔

جواب:

حافظ صاحب جو استخارے کے بارے میں کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں بعض اوقات سمجھ نہیں آتی کہ اب کیا کیا جائے اگر تو زندگی میں ایک راستہ ہو تو پھر سوچنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ جہاں دو راستے آتے ہیں وہاں سوچ آتی ہے، یعنی جہاں

Choices ہوں' دو راستے ہوں کہ اب ہم کس راستے سے جائیں؟ جس آدمی کے پاس راستہ ہی ایک ہو' اسے سوچنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ دعا کرو کہ زندگی میں ایک ہی راستے کا سفر ملے کیونکہ دو راستوں میں سے ایک چننا پڑتا ہے۔ استخارہ تذبذب سے نجات کی راہ ہے۔ جہاں تذبذب پیدا ہو جائے کہ اب ہم کیا کریں تو استخارہ کرتے ہیں______ اور زندگی میں ہر مقام پر تذبذب آ سکتا ہے۔ یہ مزاج ہوتا ہے۔ جس مزاج میں تذبذب ہو وہ کہتا ہے کہ یہ بات اچھی ہے' کر لی جائے۔ پھر سوچتا ہے کہ یہ کیا بات ہے؟______ مثال بتائی گئی ہے دو پاگلوں کی۔ وہ کہنے لگے آؤ ہم مل کے بیڈمنٹن کھیلیں۔ نیٹ لگایا' ریکٹ منگائے' پھر کہنے لگے کہ چھوڑو یار' نہیں کھیلتے' لوگ سمجھیں گے ہم پاگل ہیں' کھیل بند ہی کر دو______ تھے تو وہ پاگل ہی۔ تو دوسرا خیال جو ہے وہ پہلے خیال کو کاٹتا ہے۔ دو ساتھیوں کے خیال جب آپس میں Tally نہ کریں' مثلاً میاں بیوی جن کے مزاج میں باہمی رفاقت نہ ہو' وہاں دوسری آواز آ جاتی ہے۔ یا جہاں خاندان میں اختلاف ہو' وہاں سوچ پڑ جاتی ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ ایک طریقہ تو یہ بتایا بزرگوں نے کہ جو پہلا خیال ہے اسے پورا کر دو' دوسرا خیال چھوڑتے جاؤ۔ آسان استخارہ تو یہ ہے۔ تو جو خیال آپ کے پاس پہلے آئے اُسے مان لو' دوسرا خیال چونکہ دوسری دفعہ آیا' اب ہم اسے نہیں مانتے چاہے وہ صحیح ہو۔ اب صحیح کیا ہوا؟ جو چیز پہلے آ گئی۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ پہلے تو دو چار غلطیاں ہوں گی' پھر اس کے بعد صحیح خیال ہی پہلے آیا کرے گا۔ پھر دوسرا خیال آنا بند ہو جائے گا۔ یہ دوسرا خیال جسے After Thought کہتے ہیں' یہ نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ تجربہ بڑا مشکل ہے' ٹریننگ مشکل ہے کہ گھر سے نکلا کہ چلو باہر لوگوں میں جایا جائے' جب بندوں میں پہنچا ہے تو کہتا ہے کہ کیا ملنا ہے' چھوڑو پرے' چلو گھر ہی بیٹھا جائے۔ پھر درمیان میں رہتا ہے' کبھی گھر' کبھی لوگوں میں' کبھی گھر______ اس طرح تذبذب پیدا ہو جاتا ہے اور یہیں آ کے انسان کا سکون Disturb ہوتا ہے۔ استخارہ کا جو شرعی طریقہ ہے اس کی دعا کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔ اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک

بقدرتک واستلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب وستار العیوب ان کنت تعلم ان هذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه لی وان کنت تعلم ان هذا الا مرشرالی فی دینی ومعاشی وعاقبه امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به

اے اللہ میں تم سے سوال کرتا ہوں، تیرے علم کے ذریعے، تیری قدرتوں سے سوال کرتا ہوں، میں تیرے عظیم فضل سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو قدرت رکھتا ہے، میں قدرت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا، تو مخفی کو جانتا ہے، تو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے، تو عیب چھپانے والا ہے، اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین اور معاش اور عاقبت کے لیے بہتر ہے تو اس کام کو میرے لیے آسان فرمادے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین، معاش اور عاقبت کے لیے اچھا نہیں ہے تو اس کام کو مجھ سے اور مجھے اس کام سے باز رکھ۔ اسے مجھ سے دور کر، مجھے اس سے دور کر اور میرے لیے نیکی کی راہ طے کر، آسانی مقرر فرما اور پھر مجھے اس راہ پر راضی رہنے کی توفیق دے۔

یہ ہے اس کی دعا۔ عشاء کے بعد دو نفل استخارے کے پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگی جاتی ہے۔ اگر عربی میں پڑھی جائے تو جیسے میں نے بتائی ہے۔ اگر عربی میں یاد نہ ہو تو Language میں نے بتائی ہے وہ کرلو۔ کہ تیرے علم اور تیری قدرت کے حوالے سے لایا ہوں سوال اپنا، تیری بارگاہ میں، کہ تو جانتا ہے اور قدرت رکھتا ہے اور میں جانتا بھی نہیں اور قدرت بھی نہیں رکھتا، اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے آسان یا اچھا ہے، نیکی کے لیے، تو اس کام کو اور آسان فرمادے اور اسے مقرر کردے، اگر تو سمجھتا ہے کہ میرے لیے یہ کام مناسب نہیں تو اسے مجھ سے، مجھے اس سے جدا کردے، میرے لیے نیکی کی ایک راہ طے کر، مقرر کر اور پھر مجھے اس پر راضی رکھ۔ یہ دعا کر کے، کہتے یہ ہیں کہ اسی مصلے پر سو جاؤ۔ خواب میں اشارہ ہو جائے گا۔ ایک دن کرو، دوسرے دن کرو، ضرور اشارہ ہو جائے گا یا

کیفیت مرتب ہوجائے گی یا آواز سنی جائے گی یا ایسا حادثہ ہوجائے گا کہ دوسرا کام بند ہوجائے گا۔ یا یہ کام آپ سے چھن جائے گا۔ فیصلہ بہر حال ہوجائے گا۔ تین دن کے اندر اندر فیصلہ ہوجاتا ہے۔ یہ ہے استخارے کا طریقہ۔ اس کا دوسرا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ہم نے تو کر لیا فیصلہ اب تو اس کو آسان فرما۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے استخارہ نہیں کیا' فیصلہ کرلیا۔ کہ ''یہ کام ہم نے کرلیا جی' اب اس کو تو کامیاب کر''۔ ایک بزرگ تھے' ان کا وصال ہوگیا' انہوں نے زندگی میں بہت سارے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی۔ بزرگ بڑے مشہور تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ایک مرید صرف جنازے میں پہنچ سکے۔ خلافت اُن کی متوقع تھی لیکن دستار بندی نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہاں پہنچے تو پیر صاحب کو سپرد خاک کیا جارہا تھا۔ انہوں نے کہا میری خلافت تو ہوئی نہیں ہے' لہٰذا توکلت علی اللہ اس چار پائی کی پائنتی جو تھی وہ نکال کے انہوں نے خود ہی اپنی دستار بندی کردی' خود ہی خلافت طے کرلی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ اور جس آدمی نے پائنتی لپیٹی اپنے سر پر' ان کا نام تھا خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ۔ آپ جانتے ہیں ان کو کہ دین میں ان کی کتنی Contribution ہے اور پیر صاحب کا نام تھا محبوب الٰہی' سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ یا تو اپنے اعتماد سے کر گزرو کہ ہم نے توکلت علی اللہ تعالیٰ کام کردیا۔ اگر غلط ہے تب بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ یا پھر اس سے پوچھ کے چلو۔ اگر پوچھ کے چلو تو ہمیشہ پوچھ کے چلو۔ ورنہ یہ ہوگا کہ کبھی کبھی اللہ کو تکلیف دی' دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا بھی تو کیا پوچھا۔ کہتا ہے کہ ''جی چوری کروں یا ڈاکہ ڈالوں' یہ سوچ رہا ہوں' آپ ہی بتادو''۔ اگر دونوں کام ایسے ہی ہیں تو یہ کیا تم نے توکل کیا اور کیا تم نے اللہ کے بارے میں پوچھا۔ اگر نیکی میں شبہ ہو تو پوچھو۔ دنیاوی معاملات میں جو چاہو کرلو' چاہے دوکان بنالو' چاہے ہوٹل بنالو۔ میرا مطلب ہے کہ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں پوچھنے لگ جاتے ہو' دوکان بناؤں کہ ہوٹل بناؤں' پیسہ گھر میں رکھوں کہ بنک میں رکھوں؟ تو یہ تو کوئی پوچھنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو کرنے والے کام ہیں' خود ہی کرلیا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ سے وہ بات پوچھو جس کا

تعلق دین سے ہو۔ دنیاوی کام تو خود ہی طے کرلیا کرو‘ اللہ تعالیٰ نے خود تمہیں حق دیا ہے‘ مثلاً ’’میں اپنی جائیداد پیسہ اولاد میں تقسیم کردوں یا نہ کروں‘‘۔ یہ کیا پوچھنے والی بات ہے‘ ضرور کردو! نہیں کرنا چاہتے تو پھر کسی اور کو دے دو۔ یہ ہے آپ کا مسئلہ۔ آپ کا یہ مسئلہ بھی ہے کہ مر جاؤں تو پیچھے پیسہ وہ لے لے گا۔ یہ تو پھر ہوگا۔ کہتا ہے ’’مرنے پہ مجھے اعتراض نہیں ہے مگر پیسہ کیسے دے کے جاؤں‘‘ تو پیسہ پہلے دے دے۔ یہ اچھی بات ہے۔ تو بوڑھا آدمی لوگوں میں رہے یا گھر میں رہے اس کا دارومدار اس کے اپنے اوپر ہے۔ اگر گھر میں رہے لوگوں سے بچنے کے لیے‘ اور گھر میں رہنے کا اور کوئی جواز نہ ہو‘ تعلق باللہ نہ ہو تو بہتر ہے کہ تعلق بالدنیا ہی ہو۔ صرف تنہا رہنا‘ بغیر خیال کے‘ یہ تو ایک سزا ہے۔ اگر آپ کا تعلق ہو اللہ کے ساتھ تو پھر محفل ہو یا تنہائی ہو‘ دونوں ٹھیک ہیں۔ اگر اللہ سے تعلق نہیں ہے تو پھر تنہائی بھی عذاب ہے اور محفل بھی عذاب۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا تعلق کس ذات سے ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ پبلک سے ڈرنے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پیغمبروں کے لیے بھی اللہ نے یہی دنیا رکھی‘ کہ اسی کے اندر پیغمبری ہونی ہے‘ اسی کے اندر ولایت ہونی ہے‘ اسی کے اندر اللہ کی راہ اور نیکی کی راہ طے ہونی ہے۔ ایک مقام پر ہے کہ دنیا کو برا نہ کہو‘ زمانے کو برا نہ کہو‘ یہ سارے کا سارا اللہ کا رنگ ہے۔ ایک اور مقام پر ہے کہ زمانے کو بہت اچھا نہ سمجھو‘ یہ سارا غیر اللہ ہے۔ اب اس کے درمیان ہے ساری کہانی۔ اب اسی دنیا کو خیر بھی کہا گیا ہے‘ اسی دنیا کو شر بھی کہا گیا ہے۔ اسی کو عین حقیقت کہا گیا ہے‘ اسی کو غیر حقیقت کہا گیا ہے کہ دنیا جو ہے یہ چند روزہ کھیل ہے لیکن یہ بھی کہا گیا کہ وما ھو بالھزل یہ ہزل بھی نہیں ہے‘ رونق ہے۔ باطل بھی نہیں ہے اور عین حقیقت بھی نہیں ہے۔ یہ کائنات عکسِ حقیقت بھی ہے اور حجابِ حقیقت بھی ہے۔ ’’اس دنیا میں تم حقیقت نہیں پاسکتے‘‘ اس کا جواب کیا ہے؟ کہ سماج آپ کو کبھی اللہ کے پاس جانے نہیں دے گا اور سماج ہی سے تم نے اللہ کا راستہ لینا ہے۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اب آپ کے اپنے عقیدے پر دارومدار ہے کہ آپ کیا کریں گے‘ کیسے چلیں گے۔ اس لیے نیکی کا راستہ کوئی خاص راہ نہیں ہے کہ ’’یہ جی ٹی روڈ نیکی کی طرف

جاتی ہے''نیکی جو ہے آپ کے مزاج کا سفر ہے کہ آپ کہاں پر کیا کرتے ہیں ______ لوگوں کے ساتھ نیکی کرو' یہ بہتر ہے۔ جس طرح نیند کے بارے میں کہا گیا کہ نیند جو ہے وہ برے کے لیے بہت اچھی شے ہے اور اچھے آدمی کے لیے بہت بری شے ہے۔ برے آدمی کے لیے اس لیے اچھی ہے کہ وہ برائی سے بچ جاتا ہے اور اچھے آدمی کے لیے اس لیے بری ہے کہ جب وہ سو جاتا ہے تو اچھائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کے اعمال نیک ہوں' تو نہ سونا' نیکی جاری رکھنا اور اگر اعمال بد ہیں تو بہتر ہے کہ سو جاؤ۔ اسی طرح پبلک میں جانا ہے' لوگوں سے ملنے میں اگر نیکی بہتر ہوتی ہے تو پھر کرتے جاؤ اور اگر بدی کے بڑھنے کا امکان ہے تو نہ جاؤ۔ اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ سماج نہ نیک ہے نہ بد ہے' یہ آپ کے اپنے فیصلے کا نام ہے۔

باقی جو ہے سکون خاطر کی بات' وہ بہت مشکل سوال ہے۔ مطلب یہ کہ اطمینان کیسے ہو؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اطمینان کی تلاش اس بات کا ثبوت ہے کہ زندگی میں بے اطمینانی آ گئی ہے۔ بے اطمینانی کیوں آتی ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے ذکر سے انسان کسی نہ کسی طور پر غافل ہو گیا۔ ایک جگہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ہمارے ذکر سے غافل ہو جائے تو اس کی معیشت' زندگی کی گاڑی کھینچنا جو ہے اس میں ہم دقت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی بلا سبب مشکل پیدا ہو گئی' پیسے اتنے ہی ہیں جتنے تم لاتے تھے لیکن دقت پیدا ہو رہی ہے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونا' اللہ تعالیٰ کو رازق نہ ماننا اور اپنی محنت کو رازق ماننا ______ تو پھر محنت تک مشکل ہو جائے گی' دقت پیدا ہو جائے گی' پھر تذبذب پیدا ہو جائے گا' یا پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ذکر کا مطلب ہے کہ جو الہیات کے فرائض ہیں وہ پورے کرتے جاؤ تو زندگی کے اندر سکون آ جائے گا۔ سکون کے اور بھی بہت سارے نسخے میں نے تجویز کئے ہیں آپ کے لیے۔ سکون کا آسان اور آخری نسخہ یہ ہے کہ سکون حاصل کرنا چھوڑ دو' سکون دینے کا فکر کرو کہ تم کتنی دنیا کو سکون دے رہے ہو۔ جو شخص

سکون دینا شروع کر دیتا ہے' اس کو سکون خود بخود ملنے لگ جاتا ہے۔ دوسروں کو سکون دو' کسی بے سکون کو سکون دو۔ جب آپ کی زندگی سکون ساز ہو جائے گی' سکون دینے والی ہو جائے گی تو خود بخود سکون ملنا شروع ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جاری رکھنا۔ ذکر ایک تو یہ ہے کہ اللہ اللہ کرنا' لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا۔ ایک ذکر یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں پر تنقید نہ کرنا۔ یہ ذکر کا حصہ ہے۔ ذکر یہ ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کر رہے ہو' اللہ کو یاد کر رہے ہو' اتنے میں اطلاع آئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر میں چوری کرادی' اب آپ اللہ کو یاد کر رہے ہو' اس کو مان رہے ہو' اب اس کے عمل پر اعتراض کرنا چھوڑ دو۔ ذکر کی یہ کیفیت ہے کہ جو تیری رضا ہے سو میری رضا ہے' جو تو کر رہا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو زندگی میں سکون نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی بے سکونی رہتی نہیں ہے۔ بے سکونی تمنا کا نام ہے۔ جب تمنا تابعِ فرمانِ الٰہی ہو جائے تو سکون شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کوئی اضطراب نہیں رہتا' خواہش نکل جائے تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ ایک اور آسان نسخہ یہ ہے کہ کہنا ماں کے چلنے والا سکون میں رہتا ہے۔ اب اس کا اپنا عمل ہی کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنا مانتا ہے۔ کہ ''یہاں بیٹھ جاؤ'' تو وہ بیٹھ جاتا ہے ''یہاں سے اٹھ جاؤ'' تو وہ اٹھ جاتا ہے۔ اب سکون ہی سکون ہے۔ تو اپنے عمل سے اپنا آپ نکال دو۔ آپ کا عمل' آپ کا اپنا ارادہ نہ ہو' اپنے عمل کو کسی اور کا ارادہ بنالو' زندگی میں سکون آجائے گا۔ اور اس کا تیسرا نسخہ یہ ہے کہ وہ چیز جو زندگی میں آپ کو سب سے اچھی نظر آتی ہے' اسے تقسیم کرنا شروع کر دو' سکون آجائے گا۔ جس چیز کو آج تک اکٹھا کرتے آ رہے ہوں اور پتہ چلا کہ سکون نہیں دے رہی ہے' اب اسے تقسیم کرنا شروع کر دو تو سکون ہو جائے گا۔ جو آپ نے اکٹھے کیے' پیسے کی شکل میں' اشیاء کی شکل میں' حالات کی شکل میں' اب تقسیم کرو گے تو سکون مل جائے گا۔ کسی ایسے آدمی کو ڈھونڈو' جس کو آپ کے تعاون کی ضرورت ہو اور اس کی زندگی کو آسان بنادو۔ آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے' اس کا نسخہ نہیں ہے۔ راضی رکھنے والوں کو سکون مل جاتا ہے۔ تقاضہ ترک کر دینے والوں

کوسکون مل جاتا ہے۔ شکایت چھوڑنے والوں کوسکون مل جاتا ہے۔ پیسے سے محبت بند کر دینے والوں کوسکون مل جاتا ہے، بڑوں کے ادب سے سکون مل جاتا ہے اور اپنی آخرت اور عاقبت اور موت کو یادرکھنے والوں کوسکون مل جاتا ہے۔ جس کو موت یاد ہو جائے اس کوسکون ضرور مل جاتا ہے۔ لوگ اپنے بزرگوں کے پاس نسخہ پوچھنے کے لیے گئے کہ نسخہ بتائیں کہ سکون مل جائے۔ انہوں نے کہا ایک کام ضرور کرو کہ موت کوساتھ لے کے سویا کرو۔ کہ آپ سونے جا رہے ہیں، اب پتہ نہیں اٹھنا ہے کہ نہیں اٹھنا، اللہ کے نام کو جپو اور سو جاؤ، پھر سکون ہی سکون ہے۔ سکون کا معنی ہے اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی تمنا ترک کر دینا۔ مضبوط کا کوئی سوال نہیں ہوتا ہے، اللہ حافظ ہے، کہ بچانے والا جو ہے وہ مارنے والے سے زیادہ طاقتور ہے۔ کبھی یہ محسوس ہو جائے تو سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی کا حق غصب نہ کیا جائے تو سکون آ جاتا ہے۔ اپنے مال کا جائزہ لیا جائے، اس کے اندر یتیم کا مال نہ کھاؤ۔ یتیم کا مال نہیں آنا چاہیے۔ کہتے ہیں کسی ایسے آدمی کا مال آپ کے مال میں شامل نہ ہو جو آزردہ انسان ہو، یا کسی تنگ دل کا مال نہ کھاؤ۔ اس کے ہاں کھانا بھی نہ کھاؤ۔ تنگ دل انسان سے بچ کر رہو تو سکون مل جائے گا۔ سخی دل انسان سے ملا کرو۔ سخی دل سے تم کچھ لے بھی لو گے تو بھی وہ تمہارے لیے دعا کرے گا کہ یہ دیکھو کتنا اچھا انسان ہے، اس نے چیز پسند کی اور ہم نے دے دی۔ تنگ دل سے بچو۔ اور باقی یہ ہے کہ سکون کے لیے درود شریف پڑھو۔ سب سے اچھی بات یہ ہے۔ اور جب ایک جگہ سکون نہ ملے تو کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ ایک کہانی سنائی تھی آپ کو؟ ایک آدمی کو گھر میں سکون نہیں تھا۔ گھر کے جو افرادِ تھے مثلاً بیگم صاحبہ کے ساتھ سکون والی بات ذرا مشکل تھی۔ ایک دن وہ کہنے لگا ''بات یہ ہے بھلے مانس، میں سکون قلب کے لیے سفر کرنا چاہتا ہوں، میں جا رہا ہوں یہاں سے کسی اور علاقے میں تا کہ کچھ عرصہ اللہ کو یاد کروں اور سکون قلب کی تلاش کروں، میرے لیے دعا کر کہ میں وہاں پہنچ جاؤں'' بیوی سمجھ گئی کہ یہ مجھ سے بیزار ہے۔ کہتی ہے ''بات یہ ہے کہ نیکی کا سفر ہے، میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں، دونوں کو سکون ملے گا'' کہتا ہے ''رہنے دو، میری قسمت میں سکون

نہیں ہے، میں یہیں مروں گا'' تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ارد گرد کے افراد پسند نہیں ہوتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ سکون کہیں اور ڈھونڈنا ہے۔ یہ جو ارد گرد کے ''بے وقوف'' چہرے ہیں' ان کو اگر پسند کر لو تو سکون مل جائے گا۔ کیا ہے؟ ارد گرد کے ''بے وقوف'' چہرے' مانوس چہرے' یہ جو بچے ہیں' ان کی ماں ہے' بھائی ہے۔ تمہارے لیے یہ سارے کے سارے ''بے وقوف'' لوگ ہیں' ان ''بے وقوفوں'' کے ساتھ صحیح گزارہ کرنے کی تمنا ہو جائے تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ داناؤں نے جاہلوں کے ساتھ گزارہ کیا اور پیغمبروں نے منکروں کے ساتھ Deal کیا اور بڑوں نے چھوٹوں کے ساتھ وقت گزارا۔ دانائی کی بات یہ ہے کہ بڑا غرور نہ کرے۔ لوگوں نے بڑی بڑی کہانیاں لکھی ہیں' بڑے اور چھوٹے کی بات پر۔ ایک دفعہ ایک جگہ بڑ کا درخت تھا' بہت اونچا' بہت بلند۔ اس کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پھول کا پودا اگا۔ پھول اپنی خوشبو میں مست اور وہ درخت اپنی بلندی میں۔ دونوں کا ڈائیلاگ ہو گیا۔ اِس نے کہا ہم بہتر ہیں' اُس نے کہا ہم بہتر ہیں۔ پھول نے کہا بات یہ ہے کہ تیرے پاس خوشبو نہیں' میرے پاس خوشبو ہے' پھول نے ذرا غرور کیا' درخت نے مائنڈ کیا' بڑا تھا ناں' اس کے اوپر ہی گر گیا۔ نہ وہ رہا' نہ وہ رہا۔ کہتے ہیں کہ تم جس طرح ہو' دوسرے کو Acknowledge کرو ورنہ وہ تمہارا سکون برباد کر دے گا۔ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو ورنہ وہ تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔ بڑی دقت پیدا کر سکتا ہے۔

اس لیے یہ سارے سکون کے نسخے ہیں۔ یہ سارا ہنگامہ جو آپ کے گرد پھیلا ہوا ہے' یہ سارا سکون ہے۔ اس سارے پر Agree کرو' سب پہ اعتبار کرو' نالائق بچوں کو پسند کرو' تاکہ آپ کی لیاقت ظاہر ہو۔ اور جو ارد گرد کا محلّہ ہے ''گندہ محلّہ'' اس کو ذرا اچھا سمجھو۔ دوست سارے بے وقوف ہیں؟ ان کو دانا سمجھو۔ ''فٹافٹ ہی گھر آکے چائے پی جاتے ہیں'' اگر وہ چائے پی جاتے ہیں تو چائے پلانے کی استعداد کو اللہ کی رحمت سمجھو۔ سکون آپ کے علاوہ جگہ کا نام نہیں ہے۔ اسی جگہ کے اندر خوش ہونے کا نام ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ سکون کل ملے گا' اسے کبھی نہیں ملے گا۔ سکون آج ملے گا۔ کب ملتا ہے؟ جب یہ کہے کہ یہ جو

کچھ میرے سامنے ہے میں اس پہ راضی ہوں۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو ماحول سے بلند سمجھتا ہے سکون نہیں پائے گا۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے ماحول سے نیچا سمجھتا ہے وہ بھی سکون نہیں پائے گا۔

چھوٹے چھوٹے مسئلوں کی خاطر بے سکون نہ ہو جایا کرو' اب جیسے بچوں کی شادی کا مسئلہ ہے تو تیرے باپ کی شادی ہو گئی تھی' تیرے بچوں کی بھی ہو جائے گی۔ شادی پیسوں سے ہوتی ہے یا کہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے؟ جو شخص بچوں کی شادی کے لیے تذبذب میں پڑتا ہے' وقت میں پڑتا ہے' اس کا ایمان کمزور ہے۔ ''اب ہم کیا کریں گے؟'' جس نے پیدا فرمایا وہ انتظام فرمائے گا۔ کبھی اس بات کی تشویش نہ کرنا۔ یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ سکون کے اندر پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ رزق کے بارے میں ایمان کی پریشانی کو دو چیزوں سے بچایا گیا ہے' رزق کے بارے میں پریشان نہ ہونا اور موت سے ڈرنا ناں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا رزق مقرر ہے۔ وما من دابة فی الارض الاعلی اللہ رزقها جو کچھ زمین میں تخلیق ہو گیا ہے اللہ کے پاس ہے اس کا رزق۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ رزق اللہ کے پاس ہے تو پھر رزق کی تلاش نہ کرو' کیونکہ یہ غیر ہے۔ آپ پھر اللہ کو تلاش کرو جس کے پاس تمہارا رزق ہے۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ اور جو موت کی بات ہے' زندگی جو ہے پوری کی پوری' حفاظت کے باوجود' آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ یہ واقعہ آج ہو' کل ہو' گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ پرانے لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہوا' انہوں نے حفاظتوں کے اندر زندگی کو محفوظ رکھا' دوائیاں دیں' خوراکیں دیں مگر زندگی نکل گئی۔ ڈاکٹر صاحب بھی چلے گئے' مریض صاحب بھی چلے گئے۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

پرانے باغ بھی چلے گئے۔ اس لیے موت کا ڈر نہ رکھو' غریب ہونے کا ڈر نہ رکھو۔ سکون مل جائے گا۔ سکون کا مطلب صرف یہی ہوتا ہے کہ اپنے ماحول میں اپنے آپ کو Adjust رکھنا۔ نہ زیادہ کی تمنا کرنا' نہ کم کی۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ اپنے آپ کو سکون میں

رکھو۔سکون کب خراب ہوتا ہے؟ جب تمنا حال سے بڑھ جائے۔جس آدمی کا خرچ آمدن سے ایک روپیہ زیادہ ہو گیا تو سمجھو کہ پریشانی شروع ہوگئی۔اگر آپ آمدن نہیں بڑھا سکتے تو خرچ کم کردو۔تو آسانی ہوجائے گی۔سکون پیدا ہو جائے گا۔سکون اصل میں رضا کا نام ہے۔خواہش اور حاصل جب دونوں برابر ہو جاتے ہیں تو سکون ہو جاتا ہے۔اپنے آپ کو اللہ کے تابع رکھو' سکون مل جائے گا۔کسی کو سکون دینے سے سکون مل جائے گا۔کسی نہ کسی بزرگ کے کہنے پر اگر چلو گے تو سکون مل ہی جائے گا۔تو سکون کے بڑے بڑے نسخے ہیں۔
تو سکون قلب جو ہے یہ اللہ کی رحمت ہے' خیرات سے مل جاتا ہے' سخاوت سے مل جاتا ہے' کسی کو معاف کر دینے سے مل جاتا ہے' کسی سے معافی مانگنے سے مل جاتا ہے۔دو کام آپ ضرور کرو' ہر روز کسی کو معاف کرو' ہر روز کسی سے معافی مانگتے چلے جاؤ' سکون ہی سکون ہے' اور جس کو تم نے معاف نہیں کرنا' اس کو بھی معاف کر دو۔جس نے آپ کے گھر چوری کی' اس کو بھی معاف کر دو۔اور جو آپ نے کیا ہے وہ بھی معاف کرالو۔سکون ہی سکون ہے۔یہاں اپنا کچھ ہے ہی نہیں صرف سکون ہی سکون ہے_____ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ عزرائیل ایک آدمی کے پاس گیا اور کہا سلام۔بندہ اپنے پیسے گن رہا تھا کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ کہتا ہے میں ہی تو ہوں' عزرائیل' ٹائم ہو گیا چلو۔کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ مجھے سمجھ تو آ گئی کہ تم ساتھ لے کے جاؤ گے لیکن یہ سامان تو آگے پہنچا دو' یہ میں کیسے چھوڑ جاؤں۔عزرائیل کہتا ہے کہ یہ سامان تو نہیں جا سکتا۔تو بات یہ ہے کہ تم نے جانا ہے' سامان نے نہیں جانا۔سامان کو وقت سے پہلے چھوڑ دو۔سکون کیا ہے؟ تمہارے ہاتھ جو ہیں چیزوں کو پکڑنے میں مصروف ہیں' اور چیزیں یہیں رہ جائیں گی۔ایک بار اگر ان چیزوں کو چھوڑ دو' خیال چھوڑ دو' واقعات کو بھی چھوڑ دو' اولاد کو بھی چھوڑ دو' چلتے جاؤ' خواہش کو آزاد چھوڑ دو' تو پھر تمہیں سکون سمجھ آئے۔سکون اس کے لیے ہے جو اپنی ذات کے لیے زیادہ تمنا نہ رکھے۔اللہ کے فضل کی خواہش ہو جائے تو انسان سکون میں رہے گا۔تو سکون اللہ کے فضل سے ہے۔اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کیا کرو۔ذکر جو ہے بغیر خواہش کے ہونا چاہیے۔جب اللہ کا ذکر

کرر ہے ہو، تنہائی میں بیٹھے ہو یا محفل میں، پھر ذکر کے بعد دعا نہ کیا کرو کہ یا اللہ کچھ پیسے ویسے دے دے۔ پھر ذکر تم نے کیا کیا۔ تو محبت کو کاروبار نہ بناؤ۔ کیا کہا؟ محبت کو صرف محبت کی حد تک رکھو۔ اللہ تعالیٰ اگر کبھی محبت کا جواب دے دے تو تم فٹافٹ ہی اس سے تقاضہ کرو گے کہ یہ دے دو، وہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ نہ مانگو۔ اس کی رضا، اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اشیاء نہ مانگو۔ پھر سکون ہی سکون ہے۔

اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ سب لوگوں کے سکون کے لیے سب لوگ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سکون نازل فرمائے۔ زمانے کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ اس زمانے میں سکون ہو۔ اس زمانے میں سکون کی آرزو ؎

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرض حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال
اس زمانے میں سکوں کی آرزو
اس زمانے میں سکوں ملنا محال

اس زمانے میں سکون ذرا مشکل سے ملتا ہے۔ تو اسی زمانے میں ہی سکون چاہیے۔ پھر وہی پرانا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔

لا پھر وہی بادہ و جام اے ساقی

سکون کا وہی طریقہ ہے جو بزرگوں نے بتایا تھا۔ پھر اس قسم کی سادہ زندگی بنالو، اسی طرح ایکا بنالو، پھر ایک دوسرے کا احترام کرنا شروع کردو، ٹوٹے ہوئے خاندانوں کو جوڑنا شروع کردو، سکون آنا شروع ہو جائے گا۔ تم اپنے اصل سے بھاگے ہوئے ہو، کوئی اپنے گاؤں سے بھاگ کے شہر آ گیا ''ہمارے وہ چچے مامے ان پڑھ لوگ ہیں، ہم تو بڑے اعلیٰ لوگ ہیں، پڑھے لکھے لوگ ہیں'' اگر آپ اپنے پرانے تعلقات کو بحال کرلو تو پھر سکون آ جائے گا۔ سکون ہی سکون ہے۔ پرانے رشتوں کا احترام کرو۔ بھائی جو ہے اگر کمزور ہے تو اس کو بھائی

سمجھنا شروع کر دو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سکون مل جائے گا۔ دوسروں کو حق دے دو' اپنا حق معاف کر دو' سکون مل جائے گا۔

اور سوال کرو_____ ڈاکٹر صاحب بولو_____ بولو بولو شاباش_____ پوچھو_____

سوال:

اس معاشرے میں رہ کر اس کی ضروریات کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

جواب:

اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس کو چھوڑنا' آپ ذرا سوال کی وضاحت کرو۔ سوال کو اور Elaborate کرو۔

سوال:

ایک انسان رزق کما رہا ہے دوکان پر۔ عملاً اس کی کوئی خواہش نہیں ہے کہ رزق کمائے _____

جواب:

یہ بات نہیں ہے۔ اگر رزق کمانے کا عمل آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرو تو پھر آپ کو ایک بات سمجھ آ جائے گی۔ ایک آدمی ملا' کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کی ہے ہمارے بزرگوں نے' جب سے دعا کی ہے' کامیابی سے کاروبار چل رہا ہے اور بہت آمدن ہوتی ہے۔ اب وہ جو مقصد حاصل کر رہا ہے اس کو نفع بھائیوں سے ملنا ہے' تھوڑی چیز کو تھوڑی Investment کے ساتھ زیادہ Return جو ہے وہ اس دکاندار کو حاصل ہو رہی ہے۔ اب یہ جتنا بھی مال آ رہا ہے یہ کسی اور کے ہاتھ سے آ رہا ہے۔ سکون کی بات یہ ہے اور تضاد یہاں نکل جاتا ہے کہ آپ اپنی اس سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں تو انصاف کرنا شروع کر دو _____ کہ یہ حق ہے' یہ حق نہیں ہے۔ اب وہیں پر اپنے لیے چھوٹا سا محاسبہ شروع کر دو تو سکون ہو جائے گا' تضاد نہیں آئے گا۔ اس معاشرے میں رہ کر بھی آپ اس معاشرے کی

برائیوں سے نجات پا سکتے ہو۔ اس لیے ملوث نہ ہو جاؤ۔ اس نالے کے اند بہہ نہ جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ کبھی ایسا وقت آئے' حالات ایسے ہو جائیں اور تمہاری زندگیاں بڑی مصروف ہو جائیں' تم نے VCR بھی دیکھنا ہو' ٹیلی ویژن بھی دیکھنا ہو تو اس زمانے میں تین نمازیں پڑھ لینا۔ وہ حکم جوں کا توں ہے۔ پیدائش جوں کی توں ہے' موت اپنے ٹائم پر جوں کی توں ہے' بیماریاں اپنے مقام پر کھڑی ہیں' صحت اپنی جگہ ہے۔ بنیادی سوال ویسے کا ویسا ہے' انسان کی زندگی کتنی بھی ماڈرن ہوگئی ہو وہ کھاتا اسی طرح ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ آج کا معاشرہ مختلف ہے' تو یہ کوئی مختلف معاشرہ نہیں ہے۔ آج کا معاشرہ اس صورت میں مختلف ہوتا کہ آج کے Developed شہر میں قبرستان نہ ہوتے۔ سائنس نے بہت کچھ کیا لیکن شہر سے قبرستان نہیں نکال سکی۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ اتنے انسان حفاظت کرتے ہیں' ڈاکٹر حفاظت کرتے ہیں' سارے ہسپتال حفاظت کرتے ہیں' ہر طرح سے انسان کا خیال کرتے کرتے' پھر انسان ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ یہ جواب دہی جو ہے' آپ سماج کو جواب دہ نہیں ہیں' بلکہ آپ اللہ کو جواب دہ ہیں۔ ایک بار یہ سمجھ آ جائے کہ میں تمہارا جواب دہ نہیں ہوں' اللہ کا جواب دہ ہوں' پھر یہ تضاد نہیں رہے گا۔ تضاد ہوتا ہی کوئی نہیں ہے۔ رزق آپ کمارہے ہو' اولاد کے لیے' اپنے کام کے لیے اور اگر رزق جمع کرنے کے لیے کمارہے ہو تو یہاں پر خطرہ ہے۔ اس کو استعمال کے لیے کماؤ۔ پھر کوئی تضاد نہیں ہوگا۔ جتنی آپ کو ضرورت ہوگی ملتا جائے گا۔ جتنا کما لیا اب اس کو مناسب استعمال کرو تا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کرے۔ اس زمانے میں بھی وہی زمانہ چل رہا ہے جو پہلا زمانہ مقرر تھا۔ جس نے دین آپ پر واضح فرمایا اس کا دین آج بھی ویسے کا ویسا چل رہا ہے۔ قرآن کی Condensed Form نہیں آئی ابھی تک۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ خلاصہ ہوتا' کہ بڑی کتاب تھی' اب ہم نے اس میں سے مشکل چیزیں نکال دی ہیں' آج کے بعد یہ قرآن ہونا چاہیے ______ یہ نہیں ہوا۔ کوئی کہے ڈائجسٹ ہونا چاہیے' کوئی نہیں آیا۔ قرآن ویسے کا ویسا ہے۔ نمازیں ویسی کی

ویسی ہیں، حج ویسے کا ویسا ہے ______ تو دین کے حوالے سے بنیادی عقائد وہی ہیں، واقعات وہی ہیں، دین کے حوالے سے زندگی Develop نہیں ہوئی ہے، زندگی وہی کی وہی ہے۔ بلکہ آج کی زندگی، دین کے حوالے سے محروم ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں تضاد کوئی نہیں ہے۔ تضاد اس میں تب ہوگا جب سائنس اور مذہب کا مقابلہ کرو گے۔ پھر بڑا تضاد پیدا ہوگا۔ سائنس اور مذہب میں فرق کیا ہے؟ سائنس مستقبل کی طرف لے جانا چاہتی ہے، مذہب ماضی کی طرف لے جانا چاہتا ہے، بس سوچ لو جانا کدھر ہے۔ سائنس مستقبل کی طرف اشارہ بتائے گی کہ تمہاری زندگی میں یہ آجائے گا، وہ آجائے گا، پھر تمہاری زندگیاں آسان ہوجائیں گی، سب کے پاس موٹریں آجائیں گی، انسان بہت Developed ہوجائے گا۔ مذہب کہتا ہے کہ آ تمہیں پرانی بارگاہوں میں لے چلیں، تمہیں ان مقامات تک لے چلیں، وہاں اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ تو اس مقام کی طرف چلو۔ مذہب ہمیشہ ماضی کی طرف چلتا ہے، ماضی کی آسان زندگی کی طرف چلتا ہے اور سائنس جو ہے مستقبل کی Complication کی طرف لے جاتی ہے۔ آج کا انسان درمیان میں کھڑے کا کھڑا ہے کہ میں کس کی لاج نبھاؤں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سائنس سے آسانی حاصل کرتے جاؤ اور مذہب سے رجوع کرتے جاؤ۔ تو مذہب کیا ہے؟ ماضی کی طرف دیکھنا۔ ماضی آپ کا کب شروع ہوتا ہے؟ سال ہجری کی ابتدا سے۔ یہ آپ کا ماضی ہے۔ آپ کا ماضی، مذہب کا ماضی جو ہے، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے شروع ہوگا۔ اب یہ فاصلہ جو چودہ سو سال کا ہے، اس کو طے کرنا مذہب ہے۔ ادھر رجوع کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے، یہ کل مذہب ہے۔ مذہب کا معنی یہ ہے کہ زمین سے خدا کا فاصلہ کم کرو اور آج سے چودہ سو سال پہلے کا فاصلہ طے کرو۔ یہ کل مذہب ہوگا۔ سائنس آپ کو کہے گی کہ اس کو چھوڑو، دنیا کے عنوانات دیکھو، آسمان کی سیر کرو، ستاروں کو دیکھو، سیاروں کو دیکھو، اور آنے والے زمانوں کو دیکھو، برق رفتاریاں دیکھو، چاند پر انسان کیسے Land کرتا ہے ______ سائنس گلیمر دیتی ہے، آپ کو چمک دیتی ہے اور مذہب جو ہے

آپ کو حقیقت آشنا کراتا ہے۔ اقبال نے ایک شعر کہا تھا ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنا اور بات ہے' زندگی کی شب تاریک کو سحر کرنا اور چیز ہے۔ بلندی پر جاؤ تو یہ یاد رکھنا کہ آنا آپ نے میانی صاحب میں ہے' آخری سٹیشن' پلیٹ فارم نمبر چار۔ اس سے آگے آپ نے جانا نہیں ہے جتنا مرضی بھاگو۔ میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی کے گھر چوری ہوگئی' چور ملتا نہیں تھا' وہ آدمی سیانا تھا' میانی صاحب کے قبرستان جا کر بیٹھ گیا ـــــ کہتا ہے آئے گا تو آخر یہیں پر ـــــ بات تو یہ ہے کہ آخر جانا وہاں ہے۔ اس لیے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ مقابلہ ہوتا ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا' میں پیچھے رہ جاؤں گا' اصل میں یہ مقابلے وغیرہ نہیں ہوتا۔ سارے یہیں رہتے ہیں اور پھر سارے یہاں سے نکل جاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ پچاس سال اور کا کھیل ہے' کچھ دقتیں ہیں' کچھ آنسو ہیں' کچھ مسکراہٹیں ہیں ـــــ پھر سارے کا سارا پلیٹ فارم اٹھ جائے گا۔ میں نے کہا تھا کہ شہر بھرے رہتے ہیں اور بندے نہیں ملتے۔ کبھی آپ نے دیکھا' کبھی اپنے شہر میں جاؤ' اپنے گاؤں میں جاؤ' بھرا ہوا بازار ہوگا لیکن وہ چہرے جو آپ کے آشنا ہوں گے وہ نہیں ملیں گے۔ تو اس بات کو یاد رکھو کہ شہر خالی ہو جاتے ہیں اور شہر بھرے رہتے ہیں۔ بھرے ہوئے خالی کیسے ہوگئے؟ کہتا ہے بس بھرے ہوئے ہیں' لوگ ہی لوگ ہیں' لیکن آشنا لوگ کوئی نہیں رہ گئے۔ تم گنو' آشنا لوگ کیسے تمہارے سامنے ایک ایک کر کے رخصت ہوگئے۔ جب آشنا ختم ہوگئے تو بھرے بازار کو ہم کیا کریں گے۔ اس لیے یہ کہتا ہے کہ شہر میں ویرانی بڑی ہے۔ شہر میں لوگ بڑے ہیں پر ویرانی بھی بڑی ہے۔ بھیڑ ہی بھیڑ ہے اور شہر خالی ہے۔ تو وہ چہرہ' وہ صورتیں جو آپ کی آشنا تھیں' ایک ایک کر کے رخصت

ہو گئیں۔ اب چہرے ہیں لیکن صورت کوئی نہیں رہ گئی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اس بات کو سمجھو' تو پھر اس میں تضاد کوئی نہیں آئے گا۔ تو آپ اس بات کو دیکھو' میلہ دیکھو' میلہ دیکھنا ہے' اس میں دوکان نہیں بنا لینی۔ میلہ ہے' بس جا کے دیکھو۔ کہ بندے ہیں اور بندہ کوئی نہیں ملتا۔ بندے موجود ہیں اور اپنا بندہ کوئی نہیں ملتا۔ شہر بھرے ہوئے ہیں اور شہر خالی ہیں۔ بہت زیادہ تکلیف نہ کرو کہ ہم نے یہ کرنا ہے' اور ہم نے وہ کرنا ہے۔ کہاں پورا ہو سکتا ہے انسان۔ عبادت میں زیادہ دِقت کی بات نہیں ہے' نیت صاف کرلو۔ صرف نیت صاف کرلو۔ اور صاف نیت کے بعد جو عبادت ہے وہ اللہ تعالیٰ بہت منظور فرماتا ہے۔ نیت کا معنی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دو کہ میں لوٹ آیا دنیا کے ویرانوں سے' آپ کے حضور سکون پانے کے لیے۔ پھر جس کو اللہ کی یاد مل گئی اس کو سکون ہی سکون ہے۔

میں پھر یاد کراتا ہوں ______ دوسرے کی خامی تمہاری خوبی نہیں ہوتی۔ دوسرے کی خامیاں نوٹ کرنا بند کر دو۔ وہ گدھا ہے تو اسے گدھا رہنے دو۔ وہ کون ہے' اس کو رہنے دو۔ تم دیکھو کہ تم گھوڑے ہو کہ نہیں ہو۔ تو خامیاں نوٹ کرنا چھوڑ دو' اپنی خوبی دریافت کرو۔ اور اگر تم اللہ کہ راہ پر چلنا چاہو تو زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے صرف راستہ دریافت کرنا چاہئے۔ اللہ تو موجود ہے' حسن نیت سے چلنے والے کے لیے اللہ انتظام فرما دیتا ہے۔ نیت اچھی ہے تو کہیں نہ کہیں سے کوئی نہ کوئی آدمی آپ کی رہنمائی کرے گا' وگرنہ جھوٹا مرید جو ہے وہ ہر بار پیر کو جھوٹا کہہ کے غائب ہوتا جائے گا۔ اس لیے آپ اپنا صداقت کا سفر کرو اور صادق ہو کے سفر کرو۔ آپ کا اپنا سفر ہے' اپنا اللہ ہے' اپنی دنیا ہے' موجیں کرو۔ اللہ اگر اپنا ہے تو اب کیا مشکل ہے۔ آپ کا اپنا اللہ ہے۔ نیت صاف ہے تو تمہیں کون پیر روک سکتا ہے۔ جس آدمی کی نیت صاف ہے اور اللہ کے لیے نیت صاف ہے تو اس کو کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی۔ جس کی نیت اللہ کے ساتھ بھی صاف نہیں ہے' اس کا کوئی پیر ساتھ نہیں دے سکتا۔ کسی نے دعا کے لیے پیر صاحب سے کہا' پیر صاحب نے کہا کہ

تمہارے لیے دعا کی تھی‘ اللہ نے کہا دیکھو اس کی تو میرے ساتھ لڑائی ہے______ تم نہ صلح کرو تو پیر کیا صلح کرائے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ خود ہی اللہ تعالیٰ کو Approach کرو اور خود ہی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور خود ہی اپنا حساب طے کرو۔ تب پیر کی دعا بھی کام آئے گی۔ بس دعا دینے والا کوئی نہ کوئی پیدا ہو جائے گا۔ پہلے اپنے آپ میں صداقت پیدا کرلو‘ راستہ صاف ہے‘ بالکل صاف ہے۔ اللہ کا راستہ صاف نہیں تو پھر ہے کیا دنیا میں۔ اس راستے میں کہاں الجھن ہے۔ جتنا اللہ نے بتایا اتنا صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جس وقت بندے کی جان ختم ہوتی ہے تو تمہیں نہیں پتہ اس وقت یہ مجھ سے کیا بات کرتا ہے‘ جب اس کی جان حلقوم میں ہوتی ہے‘ حلق میں ہوتی ہے تو پھر میری طرف بڑا رجوع کرتا ہے مگر اس وقت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ تو اس وقت سے پہلے رجوع کرلیا جائے کیونکہ جب جان حلق میں ہوتی ہے تو اس وقت کیا رجوع کرنا۔ جس طرح کشتی ڈوبنے لگ جاتی ہے تو پھر رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور کشتی کنارے پہ لگ جائے تو پھر اللہ کو یاد کرو ناں۔ تو زندگی کے اندر جب جوانیاں محفوظ ہوں‘ جب آپ کی زندگی کاروبار میں مصروف ہو تو اس وقت اللہ کو یاد کرو۔ یہ وقت ہے اللہ کا۔ بس اللہ کے ساتھ صلح کرو۔ صبح کے وقت آشیانے سے پرندے نکلتے ہیں‘ خالی جیب نکلتے ہیں اور بھرا ہوا پیٹ واپس آتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اور ساری رات اگر طوفان چلے‘ گھونسلے اڑ جاتے ہیں‘ آشیانے برباد ہو جاتے ہیں اور پرندے صبح کے وقت پھر کہتے ہیں کہ ”سبحان تیری قدرت“‘ تسبیح بیان کر رہے ہوتے ہیں‘ راضی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو جاؤ‘ اس نے تمہارے لیے انتظام کر رکھا ہے‘ اس نے آنکھوں کو بینائی دی ہے اور ان کے لیے جلووں کا رزق مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ جلوے تیری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں۔ تو کون و مکاں کے جلوے دیکھو۔ آپ کے منہ میں ذائقہ رکھا اور کھانے کے انتظام ہو گئے۔ دیکھو تو سہی کہ یہ کیا ہو گیا‘ کیا کھیل ہے یہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں انسان بنایا۔ وہ جو چھپکلیاں بناتا ہے اور جانور بناتا ہے‘ تمہیں اس نے انسان بنایا‘ اس کا شکر ادا کرو۔ اور پھر اس نے

تمہیں مسلمان بنایا' شکر ادا کرو۔ اور پھر اس نے اپنی محبت سے نوازا' شکر ادا کرو۔ بڑے احسانات کئے' شکر ادا کرو۔ ناشکری نہ کرو۔ ناشکری کب ہوتی ہے؟ جب اللہ کے کئے ہوئے احسان سے غلط فائدہ اٹھایا۔ اللہ نے ذہن دیا' ذہن اس نے برائی میں لگا دیا۔ اللہ نے مرتبہ دیا' مرتبہ اس نے ناانصافی میں لگا دیا۔ ناشکری سے بچنا چاہیے۔ بس پھر اللہ کی راہ بہت آسان ہے۔ دنیا میں سب سے آسان راہ اللہ کی ہے۔ آسان راہ یہ ہے کہ چلتے چلے جاؤ کہ اللہ کا سفر ہے۔ تیرا اللہ اور تم' دونوں جانتے ہو کہ یہ سفر کیا ہے۔ تیری نیت اگر صاف ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ ہی اللہ ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے قریب کر دو یعنی کہ دنیا سے دور کر دو۔ بس پھر اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اپنے دل پر خود دربان بن جاؤ۔ دل کے دروازے پر دربان بن جاؤ' اپنی خواہشات کا جائزہ لو' کہ یہ خواہش کیا کہتی ہے۔ اگر خواہش دنیا میں ٹھہرنے کے لیے ہے تو اسے نکال دو۔ ومنکم من یرید الدنیا دنیا کا ارادہ چھوڑ دو۔ ومنکم من یرید الاخرۃ اور آخرت کی تمنا کر لو۔ بس پھر تمہارا سفر ٹھیک ہو گیا۔ آسان راستہ یہ ہے کہ تم نعمتوں کے ذریعے نیکیاں خرید سکتے ہو یعنی جو اللہ نے تم پر آسانیاں کی ہیں ان کے ذریعے غریبوں کے ساتھ نیکی کرو' محسنوں کو پہچانو' جس نے احسان کیا اسے پہچانو۔ یہ بزرگوں کا قول چلا آ رہا ہے کہ جس نے جو بھی احسان کیا اسے یاد رکھو۔ اس کا احسان ہمیشہ یاد رکھو۔ اپنے محسن کو یاد رکھنا اس طرح ہے جس طرح خدا کو یاد رکھنا ہے۔ ایسا کہو کہ "اس نے مجھ پر احسان کیا' اس نے مجھے یہ لفظ بتایا' مجھے یہ بات بتائی' اس نے مجھے یہ راستہ بتایا"۔ اس کا احسان یاد رکھ لو' اس سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

اور سوال پوچھو______ سعید صاحب بولو______

سوال:

گزارش یہ ہے کہ آپ کی محفل میں آتے تو منتشر خیالات کے ساتھ ہیں' آپ ایسی نیت یا ارادہ بتائیں کہ ہم وہ نیت کر لیں اور اس کا اثر بھی رہے______ آپ میرے

لیے کوئی نیت یا ارادہ متعین فرما دیں کہ میں ایک ارادہ اور مقصد لے کے یہاں حاضر ہو جاؤں۔

جواب:

ہاں آپ کا یہ سوال ٹھیک ہے۔اس کا جواب بھی آپ کو مل جائے گا۔ ''کہ کیوں آؤں میں یہاں پر، آنے کے لیے کوئی نہ کوئی جواز ملنا چاہیے' کوئی Relation ملنا چاہیے اب تو میں آ گیا یہاں Scattered ہو کے اس کے اندر کوئی پابندی ہونی چاہیے' واقعات ہونے چاہئیں''۔ٹھیک ہے' سب ہو جائے گا۔ایک بات آپ یاد رکھو کہ یہ ایک عجب چیز ہے کہ اخبار میں ہم نے یہاں اکٹھا ہونے کا اعلان نہیں کیا اور کسی نہ کسی طریقے سے' By Somehow or other ہم یہاں اکٹھے ہو گئے' یہ حسن اتفاق دیکھو۔اس اتفاق کی تحقیق کرو کہ یہ کیا ہے۔یعنی کہ آپ Scattered ہو' بالکل منتشر ہو ٹھیک بات ہے' اور بھی جگہ جاتے ہو۔ یہ دیکھو کہ کس قسم کی نظم وضبط سے یہ انجمن بن گئی۔اس کا اشتہار بھی نہیں ہے' پروگرام بھی نہیں ہے' ممبر سازی بھی نہیں ہے' فارم بھی نہیں چھپتے اور کوئی Introduce کرانے والا بھی نہیں ہے' کوآپریٹو سوسائٹی بھی نہیں ہے' اس میں کوئی فنڈز بھی Involved نہیں ہیں۔تو آپ یہ دیکھو کہ یہ کیسے ہو گیا کہ اڑتا اڑتا پنچھی جو ہے وہ یہاں آرام سے آ کے بیٹھ گیا۔اس واقعہ کی طرف غور کرو' اس کی ذرا تحقیق کرو۔اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ یہ کیا ہوا' ہم کہیں اور جا رہے تھے اور کہیں اور پہنچ گئے۔ہمیں کوئی ایسا واقعہ بھی سمجھ نہیں آیا کہ یہ کوئی خاص واقعہ ہے اور نہ اس کا اخبار سے تعلق ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔بس جو آپ کہہ رہے ہو وہی اس کی حقیقت ہے۔نہ کوئی پابندی ہے' نہ اس کی کوئی ضرورت ہے کہ پابند کر لیا جائے' اس کو مرید نمبر فلاں کر دیا جائے' یہ نہیں ہے۔پابند نہیں کرنا۔جب آ گئے ہو تو آپ کے لیے دعا ہے' جب نہیں آئے' تب بھی آپ کے لیے دعا ہے۔پابند ہم نے کرنا نہیں ہے۔اس شخص کے حق میں دعا کرو۔اگر آپ زندگی میں کبھی خدانخواستہ بیمار ہوئے ہوں' اس وقت جو آپ کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوئی ہو' یعنی بیماری کے اندر اللہ تعالیٰ کے

ساتھ Communication ہوئی ہو، جس کو اور کوئی نہیں جانتا، اس کیفیت کو دنیا میں لے کے جاؤ، جس محفل میں اس سے ملتی جلتی کیفیت ملے، وہ محفل آپ کی ہے۔ کوئی گواہ نہیں اس کا۔ بس تم اور تمہارا اللہ، بیماری کے عالم میں، تخلیے کے عالم میں بھی ہوسکتا ہے، بندہ جب اللہ کے ساتھ Communication کرتا ہے، رابطہ کرتا ہے تو ایک کیفیت مرتب ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات تو وہ بندہ وعدہ کرتا ہے کہ یا اللہ تو مجھے اس دفعہ چانس دے دے، میں تیری محبت میں زندگی بسر کروں گا، مجھے Extension دے۔ وہ کیفیت آپ کے پاس ''میٹر'' ہوتا ہے۔ اس ''میٹر'' کی کیفیت کے قریب قریب جہاں محفل ملے، وہاں ضرور جانا۔ کیفیت پہلے ہوتی ہے، آشنائی پہلے ہوجاتی ہے آپ کو۔ تو آشنائی کا راز یہ ہے کہ جہاں پر اللہ آپ کے قریب تھا یا آپ اللہ کے قریب تھے، جو کیفیات وہاں ہوئی ہوں، اس کیفیت کے خلاف کیفیت نہ حاصل کرو، اس کے مطابق یا قریب قریب جہاں کیفیت ہو وہ آپ کی انجمن ہوتی ہے۔ یہ اس کا راز ہوتا ہے۔ آپ نے ضرور اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے، یہ حقیقت ہے کہ نہیں ہے؟ آپ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ Communication ہوئی ہے، ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی ہے؟ اور وعدہ بھی کیا ہوا ہے۔ وہ کیفیت جہاں ہوتی ہے وہاں سے آپ ضرور گزرو۔ آپ کو اب پابند یہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کی وفا کی پابندی ہوگئی۔ بس یہ پابندی ہے آپ پر کہ تنہائی میں اللہ سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو۔ بس آسانی ہوجائے گی۔ سلامتی ہوجائے گی۔

بس اب دعا کرو۔ آپ سب کے لیے سلامتی ہو______

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

آمین برحمتک یاارحم الرحمین۔

1 یہ جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اس کے پھولوں کے ڈیزائن سے لگتا ہے کہ اللہ لکھا ہوا ہے؟

2 کچھ لوگ تصوف کے حامی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفیاء کی بہت سی باتیں شریعت سے ٹکراتی ہیں؟

3 کوئی ایسی نصیحت فرمائیں کہ ہماری زندگی آسان ہو جائے؟

4 شر کو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟

کتنی ہی کتابیں ہیں' لائبریریاں بھرئی پڑی ہیں۔ اس شہر میں لائبریریاں ہیں' دوسرے شہر میں بھی لائبریریاں ہیں۔ علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ بعض اوقات علم میں اضافہ ہونے کے باوجود کہیں کوئی بات اٹک جاتی ہے' کہیں کوئی الجھن آجاتی ہے۔ کہتا ہے جی عبادت کی ساری بات سمجھ آتی ہے' نماز بھی سمجھ آتی ہے' حج بھی سمجھ آتا ہے' روزہ بھی سمجھ آتا ہے' زکوٰۃ بھی سمجھ آتی ہے۔ اب پیچویشن یہ پیدا ہوگئی ہے کہ دماغ الجھ گیا ہے۔ وہاں اطلاع لینی چاہیے۔ کہ جہاں الجھن ہے وہاں سے نکل جاؤ۔ علم میں اضافہ کرنے کی خواہش جو ہے یہ کوئی اتنی مفید بھی نہیں ہے کہ صرف علم میں شامل ہوگیا' عمل نہ کیا اور پھر علم کا علم ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ ذات ہے' اب آپ ذات کی طرف رجوع کرو۔ تو آپ کے پاس طریقہ کیا ہے؟ آپ اسے معبود مانتے ہوئے اس کی عبادت کرو' گلہ نہ کرو' بس عبادت کرتے جاؤ' تو پوری زندگی عبادت میں گزر جائے گی۔ کہتا ہے اور تو ہمیں پتہ نہیں ہے' ہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے' اس کے حکم کے مطابق اور اس کی خواہش اور آرزو کے مطابق اور اس کے کہنے کے مطابق اور اپنی فلاح کے مطابق' اس کی عبادت کرتے رہے۔ کب تک کرتے رہے؟ ہمیشہ کے لیے کرتے رہے۔ اب اس میں کوئی شخص آپ سے یہ پوچھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی بات سمجھ آتی ہے؟ ''سمجھنے کی کوئی بات نہیں' عبادت کی بات ہے۔ ہم عبادت کرتے رہ گئے'' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو بندگی کرتے کرتے ماتھا گھس گیا' عمر گزر گئی لیکن سمجھ نہیں آئی کہ معبود کون ہے؟ یہ بھی کچھ لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ ہم جو زندگی گزار رہے ہیں' عبادت اللہ کی کرتے ہیں اور تلاش ہم انسان کی مدد کی کرتے

ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہم تیری مدد چاہتے ہیں، تیرے راستے پر چلتے ہیں، تو ہی ہمیں عطا فرما! اور یہاں قدم قدم پر To the Sir ہوتا جاتا ہے، درخواستیں دیتے ہیں، سوال کرتے ہیں، Request کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک جائز ہے؟ الجھ گیا ناں دماغ۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم دیکھتے ہیں اسلام کو کہ یہ سچا دین ہے اور پھر دیکھتے ہیں مسلمانوں کو کہ سچے نہیں ہیں تو سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اسلام میں کچھ فرق ہے، یا مسلمانوں میں کچھ فرق ہے، یا علماء میں فرق ہے یا مشائخ میں فرق ہے، یا کتابوں میں فرق ہے یا کچھ ہم ہی بے وقوف ہیں۔ تب انسان کو الجھن آ جاتی ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان صحیح راستے پر چلتا جا رہا ہے، آگے سے غلط آدمی نے آ کر اس کو پریشان کر دیا۔ کہتا ہے کہ صحیح آدمی تھا، اللہ تعالیٰ کے پورے احکامات بجالائے مگر بیچارہ مسلمان پس گیا۔ کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آ گیا۔ بیمار ہو گیا۔ کہتا ہے کہ دیکھو مسلمان ہے، تہجد گزار ہے، پھر بھی پس گیا، بڑا اچھا اور نیک آدمی ہے لیکن اس کے ساتھ حادثہ ہو گیا۔ کیا نیک آدمی کے ساتھ بھی حادثہ ہوتا ہے؟ یہ سوالات زندگی میں آتے رہتے ہیں۔ زندگی میں یہ سوالات بھی آتے رہتے ہیں کہ اللہ کریم کی جو عبادت کرنے والے ہیں، ان کے علاوہ لوگ بادشاہی کرتے ہیں جب کہ اللہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے لیے سرفرازی ہے جو میرا حکم مانتے ہیں۔ ہم نے تو ان کو بادشاہ کبھی نہیں دیکھا۔ چھوٹی سی سیاست میں دیکھ لو، اسلامی جماعتیں ہیں اور حکومت غیر اسلامی جماعتیں کرتی ہیں، اسلامی جماعتیں کم ہی حکومت کرتی ہیں۔ پریذیڈنٹ میں نے یحییٰ خان کو دیکھا اور وہ شراب پیتا تھا، شاید لوگ جھوٹ بولتے ہوں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یحییٰ خان کے بعد جو لوگ آئے وہ بھی شراب پیتے تھے، شاید جھوٹ کہتے ہوں گے لوگ۔ لیکن نہیں، جھوٹ نہیں۔ اس نے خود ہی جلسے میں کہا تھا کہ میں شراب پیتا ہوں۔ یہ اخبار میں لکھا ہوا تھا۔ تو بادشاہی کرنے والے اس قسم کے لوگ تھے اور جو اسلام جاننے والے تھے ان بیچاروں کو بادشاہی نہیں ملی، کسی قسم کا اسلامی گروپ آ گے آ جاتا، خاکسار ہی آ جاتے۔ حکومت کرنے والے انگریزی میڈیم سکولوں سے نکلتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھو کہ یہ پچویشن کیا ہے۔ آپ

بات سمجھے؟ جو ڈپٹی کمشنر قسم کے لوگ ہوتے ہیں کیا وہ دارالعلوم سے ہوتے ہیں؟ تو کیا جو اسلامی ذہن رکھنے والے یا اسلامی تعلیمات والے ہیں ان کو ہمیشہ ہی محکوم ہونے کا شوق ہے؟ پھر جو آدمی سمجھ دار ہوتا ہے وہ کہتا ہے بچے کو اسلامی سکول میں نہ داخل کرانا' کیونکہ اسے کبھی حکومت نہیں ملے گی' اس کو کبھی اچھی نوکری نہیں ملے گی۔ اچھی نوکریوں پر ہم نے دیکھا کہ اچھے سکولوں والے ہوتے ہیں۔ یہ سوالات عام طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شعور اور اسلامی فکر رکھنے والے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ زندگی میں اگر ناکام ہونا چاہتے ہو تو اسلامی طرز کی زندگی گزار لو۔ آہستہ آہستہ سے الگ ہوتے ہوتے شہر سے الگ ہو جاؤ گے۔ وہ چیز تمہیں نہیں ملے گی جو ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ عام طور پر ابھی تک تو ہماری فوج میں بھی داڑھی کی کوئی زیادہ گنجائش نہیں تھی یعنی کچھ عرصہ پہلے۔ اب شاید رکھ لیتے ہوں گے۔ پہلے تو عام حالت میں اجازت کم ہی ہوتی تھی۔ تو یہ ہیں غور کرنے والے سوالات۔ آپ کو زندگی میں کبھی ایسے سوالات سے دوچار ہونا پڑے تو پھر سوال پوچھنے چاہییں۔ یہ سوال نہیں ہونا چاہیے کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ شیعہ کیا ہوتا ہے اور سنی کیا ہوتا ہے؟ شیعہ کیوں ہوتے ہیں اور سنی سنی کیوں ہوتے ہیں؟ بکرا بکرا کیوں ہوتا ہے اور بھینس بھینس کیوں ہوتی ہے؟ بس یہ ہوتے ہیں۔ پرندے پرندے کیوں ہوتے ہیں؟ بس یہ ہوتے ہیں۔ پرندوں میں قسمیں کیوں ہوتی ہیں؟ ہوتی ہیں! یہ خالق کے کام ہیں۔ تو خیال وسیع کرنے سے پہلے ذاتی طور پر الجھنوں پر غور کر لینا چاہیے۔ اس کے بعد پھر سوچا جائے کہ یہودی کیا ہوتا ہے' عیسائی کیا ہوتا ہے' حبشی کیا ہوتا ہے' یہ کون ہوتا ہے' وہ قبیلہ کیسے ہوتا ہے' یہ قبیلہ کیسے ہوتا ہے' دنیا میں آنے کی بات پھر سوچتے ہیں۔ اس لیے آپ سوالوں پہ غور کریں۔ کوئی سوال ایسا مل جائے جو آپ کی ذاتی الجھن ہو تو وہ پوچھو۔ صرف علم میں اضافے کے سوال نہ کرنا۔

اب آپ غور کرو کہ کیا سوال پوچھنا ہے۔ آپ بولیں_____ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ زندگی میں اتنے الجھاؤ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ الجھن میں رک جاؤ۔ چلتے

چلتے کہیں کوئی چیز نہ پکڑ لے کہ اس الجھن نے آپ کو پکڑ لیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں رشوت نہیں لیتا' دفتر کا پورا ٹائم کام کرتے ہیں' پھر پارٹ ٹائم جا کے کام کرتے ہیں' اوور ٹائم لگاتے ہیں' کیا یہ رزق حرام ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز حرام ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں وہ چیز حرام ہے۔ اب بچوں کو تعلیم دینی ہے' لہٰذا یہ کس حد تک جائز ہے۔ یہ سارے واقعات پریشانی والے ہیں۔ آپ یہ سوچیں کہ آپ کے ذہن میں کیا ہو رہا ہے' آپ کے حال حالات میں کیا ہو رہا ہے۔ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنے ذاتی سوال کو دریافت کریں ـــــ ہاں جی بولیں ـــــ کوئی سوال کسی کے ذہن میں آئے۔ کوئی بات پوچھیں ـــــ

سوال:

یہ جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اس کے پھولوں کے ڈیزائن سے لگتا ہے کہ اللہ لکھا ہوا ہے۔

جواب:

اب یہ دیکھو کہ اس کمپنی نے اللہ بنایا یا نہیں بنایا۔ اگر ڈیزائن میں بن گیا تو یہ اللہ نہیں ہے۔ پہلے دیکھنا یہ ہے کہ بنانے والے نے بنایا ہو' اور دوسری بات یہ کہ بنانے والے نے بدنیتی سے بنایا ہو۔ اور اگر حسن نیت سے بھی بنایا ہو تو پھر یہ تیسری بات ہو گی۔ اور اگر سوچا جائے تو ایک وقت میں آپ کو اللہ ہی اللہ نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ یہ آپ کا اچھا خیال ہے۔ اور اللہ کا یہ نہیں ہوتا جس طرح آپ سمجھ رہے ہو۔ اللہ دل میں ہوتا ہے یا دماغ میں؟ وہ ہر جگہ ہی ہوتا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ صرف لکھا ہوا اسم نہیں ہے ''اللہ'' اسم بھی نہیں ہے یعنی لفظ ''اللہ'' اللہ نہیں ہے' آپ کی پکار اللہ نہیں ہے بلکہ آپ ''اللہ'' کو ذات مانو۔ اس ذات کا اسم کیا ہے؟ ''اللہ'' اب یہ ذات کہیں بھی ہو' اسم اس کی پکار ہے۔ اگر آپ کاغذ پر لکھ رہے ہو ''اللہ'' تو یہ اللہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہزار دفعہ کاغذ پر لکھو تو یہ ''اللہ'' نہیں ہے' ذات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ کوئی ذکر کر رہا ہے اللہ ہو گا' Pure ذکر کر رہا

ہے اللہ کا' یہ ذکر نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ مذکور اللہ ہوسکتا ہے' ذاکر اللہ نہیں ہے' ذکر اللہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر لکھا ہوا ہے تو یہ اللہ کی شان ہے۔ اگر ستاروں میں اللہ لکھا ہوا ہے' خیالات میں اللہ لکھا ہوا ہے تو اچھی بات ہے۔ میرا مطلب ہے ہاتھ میں تو اللہ ہے' ہی سہی' یہ اچھی بات ہے' ہونا چاہئے۔ تو آپ کا یہ خیال درست ہے کہ اللہ ہونا چاہئے۔ مصلے پر اگر کعبہ بنا ہوا ہے تو یہ تو کعبہ نہیں ہے۔ اگر جائے نماز پر کچھ ہے تو وہ تو نہیں ہے۔ کچھ تھوڑی سی Association آپ کے ذہن میں آئی ہے مگر ہمارے ذہن میں تو نہیں آئی۔ مطلب یہ کہ واضح نیت سے کسی نے نہیں لکھا' پھر یہ جو گھنٹہ بھر میں نے سمجھایا کہ سوال کون سا کرنا ہے؟ جس سے آپ کی ذاتی الجھن دور ہو جائے۔ آپ کی الجھن' آپ کے راستے کی الجھن' زندگی میں' خیال میں دیکھو______پھر بولو ______ پوچھو ______

سوال:

جب ہم تصوف کی کتابیں پڑھتے ہیں تو کچھ لوگ اس کے حامی ہوتے ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہوتے ہیں' مخالفین کی ایک بات آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ صوفیاء کی بہت سی باتیں جو ہیں وہ شریعت سے ٹکراتی ہیں۔

جواب:

یہ تو مخالفین کی بات ہے' اور موافقین کیا کہتے ہیں؟ اصل میں صوفیاء کوئی قبیلہ نہیں ہے' پہلی بات تو یہ سمجھ لو۔ اسلام میں کوئی اور قبیلہ نہیں ہے بلکہ اسلام میں صرف اسلام ہے۔ صوفیاء کرام کو آپ اگر ایک ٹولے کے طور پر دیکھیں گے تو غلطی ہی غلطی ہے۔ اسلام کو صوفیاء اور غیر صوفیاء میں تقسیم نہ کرو۔ اسلام مسلمانوں کا دین ہے اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے ہے۔ کچھ لوگ جن کو اصلاحِ باطن کسی طریقے سے میسر آ جائے تو وہ پھر اصلاح باطن کے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کو صوفی کہہ دیا جاتا ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ صوفیاء کرام کا یا ہر صوفی کا الگ الگ طریقہ ہے اور الگ واقعات ہیں۔ جو اچھی نیت سے سفر کر گیا اس کو کہیں تضاد نظر نہیں آیا۔ تضاد والا سفر نہیں کرتا۔ تضاد والا تضاد ہی دیکھتا رہ جاتا ہے اور سفر کرنے والا سفر

کر جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ سفر کریں۔ کسی ایک راستے پر سفر کرنا شروع کر دیں، پھر آپ کو منزل کی بات سمجھ آ جائے گی کہ اصل میں ہے کیا۔ Comparison بالکل نہ کرنا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ بالکل درست نہیں ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ بہتر ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ فرقہ بہتر ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں وہ فرقہ بہتر ہے، تو انہیں کہنے دو۔ آپ کسی ایک کے ساتھ مل جاؤ حتیٰ کہ آپ کو وہاں سے نصیب کی منزل مل جائے۔ نصیب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود ہی سارا کام کیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود پیدا فرمایا ہے اور پھر خود ہی انسان سے کہتا ہے کہ تم نے نوٹ کیا ہے، کبھی کہ تم کیوں پیدا کئے گئے ہو، تم کیا مغرور پھرتے ہو جس طرح کہ مقابلے میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ یعنی کہ انسان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے، پیدا بھی خود ہی کرتا ہے۔ ماغرک بربک الکریم یہ کیا ہو گیا؟ کبھی اپنی پیدائش پر غور کرو، تو ایک ناپاک قطرہ تھا، تو اور کیا تھا، تو بالکل ہی اسفل السافلین ہے، تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کبھی لطف میں اپنی تخلیق کا اظہار فرمایا کہ ہم نے احسن تقویم پیدا فرمایا، ہم نے کیا خوبصورت انسان بنایا۔ خود ہی بنانے والا ہے، خود ہی تکمیلِ تخلیق ہے اور خود ہی بعض اوقات اسے Degrade کر کے حالت ظاہر کرتا ہے کہ اپنی اوقات سمجھو کہ تم ہو کیا، ہڈیوں کے ڈھانچے ہو، آخر ختم ہو جانا ہے، تمہارا اصل کیا ہے، بنا کیا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ساری کائنات کی صفائی کر دے تو ایک مذہب رہ جائے۔ میرا خیال ہے شاید اس کو ایک مذہب قبول ہی نہ ہو۔ یہ جتنے مذاہب پیدا کیے ہیں، اللہ کی ذات نے پیدا کیے ہیں۔ اللہ کے نام پر ہی تو سارے مذاہب بنے ہیں۔ اور طاقت اسی کے پاس ہے۔ اگر وہ چاہے تو کسی کی کیا مجال کہ اس کے خلاف ہو جائے۔ نہ ماننے والے کیسے رہ سکتے ہیں۔ پھر انسان جو ایک معمولی سی طاقت ہے اس کے سامنے کیسے رہ سکتی ہے۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور اس کے کام اس کے حوالے رہنے دو۔ آپ اپنے اندر کا تضاد دور کر دو، تخلیق کا تضاد خود ہی دور ہو جائے گا۔ آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ یہ اتنی بڑی کائنات ہے، اتنی بھری ہوئی کائنات ہے، اتنی روشن کائنات ہے، آپ کے پاس جتنا بھی علم آ جائے، مکمل نہیں آ سکتا۔

آپ کے پاس جتنا بھی رخ درست ہو جائے، پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ کچھ بھی کر لو، سارا کچھ نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ آپ ایک کتاب پڑھ لو گے، دوسری پھر رہ جائے گی۔ یہ ہے انسان کا واقعہ کہ انسان جو ہے وہ پہچان نہیں کر سکتا کہ کتنا کام کیا جائے۔ کہتا ہے میں وہ کتاب پڑھ لوں، تو پڑھ لو۔ اب ایک اور کتاب پڑھ لو، اور پھر جب وہ بتاتا ہے کہ کتابیں بہت ہیں ہمارے پاس، کوئی آٹھ دس ہزار کتابیں ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ کیا ساری پڑھنی پڑیں گی؟ یہ تو بہت مشکل بات ہے۔ نہیں پڑھ سکتا انسان۔ دفتر پورا نہیں کر سکتا، مکان زندگی بھر پورا نہیں ہو سکتا، دوستوں کے تعلقات پورے نہیں ہو سکتے، رشتے داروں کی رشتہ داریاں پوری نہیں ہو سکتیں، ایک شہر کا علم پورا نہیں ہو سکتا اور پاکستان کے کل شہر کتنے ہیں۔ ذرا حساب لگا کے بتانا۔ یعنی کہ یہ حساب نہیں لگا سکتا کہ کل شہر کتنے ہیں۔ پاکستان کے کل ریلوے اسٹیشن یا جنکشن کتنے ہیں؟ یہ بھی بتا دو تو بات آسان ہو جائے گی۔ ممکن نہیں۔ گویا کہ یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ دین کے علاوہ علوم کتنے ہیں؟ سائنس کتنی ہے، بے شمار ہے۔ آرٹس کتنے ہیں؟ بے شمار ہیں۔ آسٹرالوجی کتنی ہے، آسٹرانومی کتنی ہے، ستارے کتنے ہیں، سیارے کتنے ہیں؟ تو ہزار واقعات ہیں زندگی کے اندر اور یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ ہم کیا کیا جان پائیں گے۔ جب اسے یہ پتہ چل گیا کہ اسے سیر کرانے والا کہتا ہے کہ یہ سمندر ہے اور یہ ریت کے ذرے ہیں جو آپ نے گننے ہیں، اس کے بعد آپ کو آزادی ہے۔ تو وہ وہیں مر جائے گا۔ ”یہ کائنات تم نے دیکھی ہے“ ”کتنے ستارے ہیں جو میں نے دیکھنے ہیں“ ”لیکن صرف ایک نظر دیکھتے دیکھتے تو ہزارہا عمریں گزر جائیں گی“۔ وہ نظر میں نہیں آ سکتا۔ ہر آدمی پر آپ کی نگاہ نہیں پڑ سکتی، خالی نگاہ، صرف ایک جھلک۔ یعنی جاننا تو دور کی بات ہے، آپ آدمی کو صرف ایک بار دیکھ کے گزر جاؤ، یہ بھی آپ کو پتہ ہے کہ ایک جھلک میں آپ ہزار آدمی دیکھ سکتے ہو مگر کروڑ آدمی دیکھ لو، لیکن سب آدمیوں پر آپ کی نگاہ بھی نہیں پڑ سکتی۔ آپ کے پاس اتنی کم عمر ہے اور اتنے وسیع واقعات ہیں۔ لہٰذا انتخاب میں دیر نہ کرنا۔ انتخاب میں تذبذب نہ کرنا۔ اپنے انتخاب کو الٹانا ناں کیونکہ اس میں Second

Chance ہوتا ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ سب Live ہے، وہ گیا تو پھر گیا۔ اگر آپ نے تذبذب کیا تو رہ گئے۔ ایک آدمی اپنے کاروبار کا انتخاب نہیں کر پاتا ''میرا خیال ہے میں یہ کروں، پیسہ لے کے ریڑھی لگاؤں لیکن ریڑھی سے تو کچھ نہیں بنتا، میرا خیال ہے دوکان ہی لگالوں۔ چلو دوکان تو مشکل بات ہے، کوئی اور ہی کام لیتے ہیں''۔ ''جو کچھ کرو ٹھیک ہے لیکن کچھ تو کرو اور جو کرنے کا فیصلہ کرلو اس پہ Stick کر جاؤ اور پھر ناکامی یا کامیابی ہے، بس پھر زندگی ختم ہو جائے گی۔ کہیں زندگی فیصلہ کرتے کرتے نہ بسر ہو جائے۔ غلط فیصلہ نہ کرلو لیکن فیصلہ کرلو، تاکہ زندگی چلے۔ اس لیے غلط نہ ہی کرو، صحیح کرلو۔ بہر حال فیصلہ ضرور کرلو۔ یہ نہ ہو کہ ایک آدمی فیصلہ کرتے کرتے عمر ہی گزار دے اور کچھ نہ کرے۔ فیصلہ کرتے کرتے عمر ہی گزار دے کہ ''میں کون سا پیشہ اختیار کروں، سب پیشے اختیار کر سکتا ہوں، ڈگریاں ہیں ہمارے پاس، ایم ایس سی بھی کی ہوئی ہے، پی ایچ ڈی بھی کی ہوئی ہے، اور واقعات بھی ہیں، اصل میں ٹائپ بھی ہم جانتے ہیں، شارٹ ہینڈ بھی ہم جانتے ہیں ______ اب کیا کیا جائے؟'' ''تو آرام ہی کر!'' یہاں پر ہمارے ایک بڑے محترم تھے ڈاکٹر تھے، ناموس نام تھا ان کا، ان کے پاس کتنی ڈگریاں تھیں؟ کئی ایم اے تھے ان کے پاس۔ زندگی میں کیا تھے؟ یہاں سے پیدل چلے گئے، وہاں سے سٹیشن چلے گئے، وہاں سے گھر واپس آ گئے، یہ مقام ہے اور کل کائنات اتنی تھی ان کی۔ بس ان کے ذہن میں یہ آ گیا کہ کرتے جانا ہے، کرتے جانا ہے، بس خیال میں یہ آ گیا۔ اور گھر میں آزردگی اتنی زیادہ کہ بیان سے باہر۔ گھر اس شخص کا بے گھر تھا، اور ادھر سے Achievement اتنی تھی کہ بے حساب تھی۔ بات کیا بنی، دنیا کو کمانڈ کرنے والا اپنے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نپولین نام کا ایک آدمی آپ نے سنا ہوگا۔ نپولین بونا پارٹ، وہ جس وقت فتوحات کرتا جا رہا تھا تو ایک مرتبہ واپس آیا، میلان Milan کا رہنے والا تھا، میلان ایک جگہ کا نام ہے، ایک شہر ہے، وہاں جب آیا تو لوگ اس سے بات کرنے کے لیے آئے، رشتہ دار بھی، غیر رشتہ دار بھی، کیونکہ اس وقت تک وہ بڑا مشہور جرنیل بن چکا تھا۔ جو چہرہ وہ دیکھنا چاہتا تھا وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ وہاں

اس نے خط لکھا جو بعد میں کتابوں میں چھپ گیا Napolian to Josephine، پھر وہ اس کے گھر گیا تو وہ لڑکی وہاں بھی نہیں تھی۔ خط دو لائنوں کا ہے۔ ''میں میلان میں آیا، دنیا استقبال میں تھی، آپ نظر نہیں آئے ہم آپ کے گھر آئے، آپ کہیں اور گئے ہوئے تھے، ساری دنیا خوش ہے کہ آج نپولین خوش ہے اور اصل میں میں ہی جانتا ہوں کہ میں آج بہت اداس ہوں''

یہ دو لائنوں کی بات ہے۔ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ بڑا Conquerer ہے، فتوحات کرنے والا ہے، لیکن کہتا ہے میں شکست تسلیم کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ بڑی فتوحات کرنے والے بھی، کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ، شکست تسلیم کر گئے۔ تو یہ ہے انسان کی زندگی، کہ بڑے بڑے واقعات رکھتا ہے اور اُسے آزردہ کرنے کے لیے کوئی چھوٹی سی چیز بھی کافی ہے۔ کہتے ہیں کہ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو، آنکھ میں پڑ جائے گا۔ آپ تو پھر جانتے ہی ہیں کہ کیا ہو جاتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ انسان کو اتنے علوم بھی حاصل نہیں کرنے چاہییں۔ اتنا علم حاصل کرو جس سے زندگی گزر جائے۔

تو یہ جو شریعت کا علم ہے، یہ حاصل کرو۔ کرنا ہے، کر ڈالو۔ تصوف کرنا ہے تو کر ڈالو، صرف علم نہ حاصل کرنا۔ تصوف علم نہیں ہے۔ یہ عمل ہے، صرف عمل ہے، کرنے والے کا عمل ہے، لکھنے والی بات ہی نہیں ہے۔ اس لیے لکھنے سے بچو۔ اب اپنے آپ کو دیکھو کہ اللہ کریم نے انسان کے لیے جو کچھ فرمایا وہ عین حق ہے۔ کہ یہ انسان ہے، کبھی ''احسن تقویم'' ہے، کبھی ''اسفل السافلین'' ہے، انتہا کی پستی ہے اور ادھر سے انتہا کا عروج ہے۔ کہ ایک انسان محبوبؐ ہے معبود کا، انتہا یہ ہے۔ اور ادھر سے ایک انسان باغی، فرعون، طاغوت ہے۔ اس لیے اس کے درمیان اپنا مقام دریافت کرو۔ کہ محبوب کے مقام سے لے کر فرعون کے مقام تک، مقامِ ملعون تک سارے مقامات کے درمیان میں سے کسی کو آپ چن لو۔ اس سے باہر نہیں جانا۔ تو یہ آپ کے لیے ہے کہ کوئی سی چیز آپ چن لو اور پھر اس پر Stick کر جاؤ۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ کر کے چل پڑو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر معبود سمجھ نہیں آتا تو پھر رازق کہاں سے سمجھ آئے گا۔ یہ تو اللہ کی کہانی ہے۔ اگر اللہ کو صرف

رازق کے طور پر دیکھوتو وہ کیسے بارش سے رزق شروع کرتا ہے۔ ساری کائنات میں بارش کے ذریعے رزق دیتا ہے۔ بارش رزق لائی' دولت لائی۔ یعنی کہ سونا برسا۔ بارش سے فصل اور فصل سے پھر دوسرے واقعات۔ صرف درخت کو دیکھو تو لکڑی ہے' کارخانہ ہے' کارخانہ دار ہے' لکڑی کے کاروبار پر کتنے آدمی پل رہے ہیں' آپ خود دیکھ لو۔ پھر آپ دیکھو کہ جانوروں پر پلنے والی کائنات کتنی ہے۔ اون' کارخانے' گوشت اور بے شمار دوسرے واقعات۔ آپ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے کام کیسے ہیں۔ ایک رزق دوسرے سے وابستہ ہے۔ ایک کی موت دوسرے کی زندگی ہے۔ انسان آہستہ آہستہ تحلیل ہوجاتا ہے' کمزور ہوجاتا ہے' طاقت دیتا ہوا کمزور ہوجاتا ہے' ماں باپ بوڑھے ہوتے جارہے ہیں اور بچے جوان ہوتے جارہے ہیں اور پھر ایک دن انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پھر کہتا ہے' بڑے بزرگ تھے ہمارے ابا جان! اور پھر صرف یاد رہ جاتی ہے۔ بچہ ماں باپ کی سیٹ پر براجمان ہوجاتا ہے۔ کتنی عارضی ہے؟ بہت عارضی ہے یہ داستان۔ پچاس ساٹھ سال کی بات ہے۔ لہٰذا فیصلے میں آپ دیر نہ کرنا۔ اور فیصلے کو دوسرے سے منسوب نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ یہ نہ کہنا کہ میں وہاں بھی گیا' کچھ نہ بنا' علماء کے پاس گیا' کچھ نہ بنا' مشائخ کے پاس رہا' کچھ نہ بنا' تبلیغی جماعت کے ساتھ بارہ سال گزارے' کچھ نہ بنا'' بس یہ تیری بدنصیبی کی داستان ہے' اور کیا ہے۔ جو شخص ایسے ہے کہ

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

اس کو کیا نصیب ملنا ہے جو صرف دیکھتا ہی رہا۔ اس لیے ایک راہ پر چل جانا ہی زندگی ہے۔ خوش نیت انسان برے قافلے میں بھی کامیاب ہوجاتا ہے۔ نیت صحیح ہونی چاہیے۔

اللہ کا ملنا آسان ہے' مشکل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسانوں کے جو مقامات ہیں' محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر فرعون تک' اس کے درمیان کہیں ٹھہرو۔ لہٰذا انتخاب کرو' حسن انتخاب کرو' حسن استقامت سے کام لو اور چل پڑو اللہ کی [illegible] میں۔ پھر دیکھا

جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ منزل پھر مل جائے گی۔ کوئی کچھ نہیں ہے، لیکن تو بڑی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ

ان کو اتنی نہ کر عطا عزت
تو حقیقت ہے سب فسانے ہیں

تو اپنے آپ کو حقیقت سمجھ۔

تازگی ہے تیری عبادت میں
آئینے تو بہت پرانے ہیں

تم اپنی عبادت گاہ میں چلو۔ اللہ کو دریافت کرو کہ اللہ سے تیرا کیا تعلق ہے۔ تیری پیشانی میں کہیں اس کا کوئی جلوہ ہوگا۔ تو عبادت کرتا جا۔ کسی نہ کسی جگہ تمہارے ساتھ اس کا رابطہ ہے اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ کا راستہ آپ کے پاس ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ صوفیاء کرام کیا کرتے ہیں۔ صوفیاء کرام کوئی جنس تھوڑی ہیں۔ اچھا آدمی اچھا ہی ہوتا ہے۔ اچھا خیال اچھا ہی ہوتا ہے۔ تم اچھے ہو جاؤ، یہ اچھی بات ہے، آئندہ یہ بھی خیال رکھنا کہ کسی فرقے کی اچھائی برائی نہ کرنا۔ نہ شیعہ کی، نہ سنی کی۔ وہ درست ہے جس کی آخرت درست ہے

بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

پتہ نہیں "توڑ" کس نے چڑھنا ہے۔ آپ راستے ہی میں فیصلے کرنے لگ جاتے ہو کہ یہ ہے وہ ہے۔ "بڑا رنگیلا گھڑا ہے اس کا" "پتہ نہیں پتھر اسی کو لگ جائے"، منزل پر کس نے پہنچنا ہے، یہ دیکھو۔ یہ بات بڑے غور کرنے والی ہے کہ دیکھنا یہ ہے کہ منزل پر کون پہنچتا ہے۔ یہاں پر تو سفر ہی سفر ہے، آگے منزل ہے۔ تم منزل سے پہلے درمیان میں ہی الجھ رہے ہو۔ عین ممکن ہے دونوں ہی محروم ہوں۔ اس لیے دعا کیا کرو کہ ہمیں اچھی آخرت ملنی چاہیے، آخرت کی خیر ہو، آخرت ان لوگوں کے ساتھ ہو جن کے ساتھ ہماری محبت ہے اور ہماری محبت ان سے ہونی چاہیے جن سے اللہ کی محبت ہے۔ یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ بس پھر

قافلہ پکا ہوگیا۔ یا اللہ تو ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہنے والوں کے ساتھ محبت میں رکھ، اس قافلے میں ہمیں شامل کردے! بحث نہیں کرنی کہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک مضمون لکھا ہے تو ہم بھی لکھنا شروع کردیں۔ جس کو اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے ہیں وہ لکھ لیتا ہے، انسانوں سے مقابلہ نہ کرنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا چراغ جلاتا ہے تو تم بھی جلانا شروع کردو، یہ نہ کرنا۔ جو بات تمہارے شعور میں آتی ہے وہی کرو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جیسے آپ کے خیال میں بات آتی ہے ویسے کرو۔ وہ خود ہی آپ کو آگاہ کریں گے۔ لوگوں کی نقل کرنا نہ سیکھو۔ ہر آدمی کو انہوں نے حسانؓ نہیں بنایا یعنی اپنا نعت خوان۔ ہر آدم نوری ظہوری قصوری نہ بن جائے۔ جس کے پاس لحن ہے وہ لحن کی بات کرے، جس کے پاس خاموشی ہے وہ خاموشی کی بات کرے۔ یہ سب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں ہیں، ان میں سے کوئی شان آپ Copy نہ کرو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو موذن بنایا۔ اب آپ یہ دیکھو کہ اس کی ایک وجہ ہے کہ ایک تو وہ خلوص کے پیکر اور پھر آواز ایسی جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دیکھ لی کہ حبشہ کے رہنے والوں کی آواز کیسی ہے۔ آج بھی یہ لوگ دنیا کو Rule کررہے ہیں۔ وہ آواز ایسی تھی کہ تمام کا دل نکال لینے والی آواز تھی۔ پھر اس آواز کے بارے میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اذان پسند ہے اور بندہ بدلنے سے اذان نہیں ہوتی۔ تو ان کو بدلنے سے اذان نہیں ہوتی، لہٰذا وہ اذان دیں۔ مثنوی میں مولانا رومؒ نے لکھا ہے یعنی جلال الدین رومیؒ نے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک قافلہ تھا مسلمانوں کا۔ صحرا میں آکے رکا، ساتھ میں یہودیوں کا ایک قافلہ آکے رکا۔ صبح کا وقت تھا۔ مسلمان قافلے نے اذان کہی، جماعت ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ساتھ والے قافلے کی طرف سے ایک شخص آیا، ٹرے میں زیورات، جواہرات کا تحفہ رکھے ہوئے۔ اس نے کہا آپ کا سالار کہاں ہے؟ سالار سے کہا کہ میں سامنے والے قافلے سے آیا ہوں، میں اس قافلے کا سالار ہوں، یہ آپ کی خدمت میں تحفہ پیش ہے، بڑے

عرصے کی الجھن یہ تھی کہ میری بیٹی کہیں در پردہ مسلمان ہوگئی، میں یہودی ہوں اور یہ قافلہ میرا ہے، بڑا زور لگایا، آگ میں پھینکنے کی دھمکی دی مگر وہ نہیں مانی، بس وہ یہی کہتی کہ میں نے اسلام پہ ہی چلنا ہے۔ پھر اتفاق کی بات ہے کہ مسئلہ آپ نے حل کر دیا۔ آج صبح جو آپ کے موذن نے اذان کہی تو اس کا دل اسلام سے چل گیا، اتنی کرخت آواز میں اذان کہی گئی ہے کہ اس کا دل اسلام سے بدظن ہوگیا اور آج وہ ہمارے دین میں واپس آگئی ہے ــــــ
مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ اگر اذان کہنی ہے تو ایسی نہ ہو کہ یہودی لوگ اسلام چھوڑ کر واپس اپنے دین میں چلے جائیں۔ تو اسلام کی تبلیغ میں لحن والا موذن بھی شامل ہے۔ جس کے گلے میں سوز ہو وہ بھی شامل ہے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے وہی استعمال کرو۔ اور جس کے پاس پیسہ ہے وہ پیسہ استعمال کرے۔ جس کے پاس خاموشی ہے وہ خاموشی اختیار کرے۔

آپ کو میں کہتا ہوں کہ یہ سب یاد رکھ لینا کہ ؎

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بلندی پر پہنچے اپنے کمال سے، اندھیرے دور ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل خصلتیں احسن ہیں اور درود ہو آپؐ پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر۔ اگر یہ کہا جائے کہ بلغ العلی یا العلی بکمالہ، یعنی اگر مسجد میں سے اس طرح کی آواز آئے تو لفظ تو غلط ہوگیا۔ یا کشف الدجی یا خصالہ وغیرہ کہا جائے تو اس کے اور معنی ہیں۔

یہ نہیں ہے کہ ہر آدمی گستاخ ہی ہوتا جائے۔ نہ اس کے پاس وہ واقعہ ہے جو وہ بیان کر رہا ہے اور نہ وہ علم ہے جو وہ بیان کر رہا ہے، قرآن پاک کی آیتیں منبر سے غلط پڑھتے

ہوئے ہم نے سنا ہے لوگوں کو۔ یعنی زبر غلط ہے، زیر غلط ہے، واقعات غلط ہیں۔ اسی طرح اور باتیں ہیں۔ اس منبر پر چڑھنے سے پہلے سوچ لیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شروع کیا تھا۔ اس پر چڑھ جانے سے پہلے سوچ لیا کرو کہ کیا آپ اس منبر پر بیٹھنے کے اہل ہو؟ بس، یہ میری نصیحت ہے آپ لوگوں کو۔ جو اس منبر سے بول رہے ہیں کیا وہی بول رہے ہیں کیا یہ لفظ عین وہی لفظ ہیں جو عربی میں ہیں یا وہ لفظ نہیں ہیں۔ اگر وہ لفظ نہیں ہیں تو پھر ٹھہر جاؤ۔ تو پھر یہ علم کی بجائے گمراہی والی بات ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ لفظ بلغ العلیٰ اگر ''العلیٰ'' ہو جائے تو وہاں آپ ضرور چیک کر سکتے ہو۔ ایک بار پھر دیکھ لو کہ کتابوں میں کیا لفظ ہے۔ تو آپ کو جتنی عطا ہو اتنی باتیں کیا کرو۔ یعنی یہ نہ ہو کہ منبر پر چڑھ کے شروع ہو جاؤ۔''
قال ______ ''بس جتنے آپ مامور ہو، اتنی بات کرو، مامور کا معنی؟ مامور فرمایا گیا۔ ''قطب الاقطاب'' بھی ایک لفظ ہوتا ہے۔ قطب کا کیا معنی ہے؟ وہ جو چکی چلتی ہے اس کے نیچے Pivot ہوتا ہے، اسے قطب کہتے ہیں۔ قطب کا معنی ہے ٹھہرنے والا۔ اس کے متعلق فقراء نے بتایا کہ قطب مدار ہے، قطب ارشاد ہے، مختلف قسم کے قطب ہوتے ہیں ''ارشاد'' کی ایک قسم ہے، ہر شخص کو بولنے کے لیے مامور نہیں کیا گیا۔ بے شمار لوگوں کو نظارہ خاموشی سے دکھایا گیا۔ ''چپ کر، نہیں بولنا، آرام سے دیکھتے جاؤ، یہ دیکھ کیا ہے، یہ سب نوادرات ہیں اور ان نوادرات میں سے ہوتے ہوئے گزر جاؤ''

آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے دل لگی نہیں

بس پھر خاموش نظارہ دیکھتے جاؤ۔ کچھ لوگوں کو بولنے کے لیے کہا گیا کہ بولتے جاؤ۔ کچھ لوگوں میں کتابیں پڑھنے کے بعد بولنے کا فن پیدا ہو گیا۔ ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ صرف کتاب پڑھ کے بولتے وقت آپ کی اپنی ذمہ داری ہے کہ آپ لفظ کو صحیح تلفظ میں بولنا، صحیح پس منظر میں پیش کرنا ورنہ نیکی کی بجائے گمراہی کی دلیل پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً اگر شعر پڑھنا ہے غالب یا اقبال کا تو اس شعر میں کمی بیشی نہ کرنا۔ ''جس کھیت سے دہقان کو روٹی

میسر نہ ہو" ______ یہ شعر تو غلط ہو گیا۔ اقبال کے ساتھ کم از کم یہ بات نہ کرو۔ غالب کے ساتھ یہ بات نہ کرو۔ جو چیز تحریر میں آ گئی ہے' اس کو ویسا ہی اٹھاؤ جیسا کہ تحریر میں آ گئی ہے۔ یہ بھی آپ کے لیے نیکی کا باعث ہے۔ جو عربی میں تحریر آ گئی ہے اس کو عربی میں ویسا اٹھاؤ۔ اگر قرآن پاک کی تحریر آ گئی ہے' اس کو ویسا اٹھاؤ۔ نہیں اٹھا سکتے ہو' نہیں بیان کر سکتے ہو تو اس کو ویسے ہی رہنے دو۔ خاموش ہو جانا بڑی نیکی ہے۔ تبلیغ کے باب میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ آئندہ جب آپ کوئی بات کرو' تبلیغ کرو تو اتنی بات کرو جتنا آپ کو علم ہو۔ علم نہ ہو تو پھر خاموش رہ جاؤ۔ ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ انسان رکھا ہوا ہے۔ اس حد تک کہ اذان بھی وہی کہے جس کی اذان میں گداز ہو ورنہ جس شخص کا جھگڑا ہو محلے داروں کے ساتھ' وہ اذان کیا کہے گا۔ اس لیے موذن کے لیے ضروری ہے کہ اس میں محبت ہو' رواداری ہو۔ اس نے سب کو بلانا ہے' اس لیے خدائی آواز بناؤ اور ہر ایک کے ساتھ خدائی رشتہ ہونا چاہیے۔ تو جو تبلیغ کرنے والا ہے اس کی ہر ایک کے ساتھ محبت ہونی چاہیے تا کہ لوگ محبت کے ساتھ اس کی باتیں سنیں۔ اس طرح انسان کہے تو بات بن جاتی ہے ورنہ بے تعلق تبلیغ بے اثر ہو جاتی ہے۔ اسلام میں یہیں فرق پڑ گیا۔

ہاں اور بولو ______ کوئی اور بات ______ چوہدری صاحب آپ بولو

سوال:

کوئی ایسی نصیحت فرمائیں کہ ہماری زندگی آسان ہو جائے۔

جواب:

فیصلہ دو دفعہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ غلطی Repeat کرنے کا آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ پہلی بات یہ کہ غلطی نہ کرو۔ لائف میں Rectification کا ٹائم نہیں ہے۔ "پھر اپنے شہر چلا گیا' گاؤں واپس چلا گیا" آنا تو گاؤں تک ہی تھا جس میں آپ واپس آ گئے۔ تم بھی مختلف ہو' وہ بھی مختلف ہے۔

اس انقلاب کو کہتے ہیں ارتقائے حیات
کہ میں بھی میں نہیں، تو بھی کب رہا ہے تو

ہر شے بدل گئی۔اس لیے یاد رکھنا کہ زندگی میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ آپ پہلے کسی کو اپنا دوست بناؤ' پھراس کے ساتھ جھگڑا کرو اور پھر ایک اور دوست بنانے کے چکر میں چلے جاؤ۔ پہلے ہی دوست کے بغیر گزارہ کرو یا دوست کو قائم رکھو۔ غلطی کے باوجود قائم رکھو۔اپنی کوتاہی کے باوجود قائم رکھو۔ یہ نمبر دو بات ہے۔تو پہلی بات' اپنے فیصلے Repeat نہ کرنا' غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔دوست بنانے سے پہلے' دوست Announce کرنے سے پہلے دس ہزار مرتبہ سوچ لو اور جب دوست کہہ لیا تو پھر اسے ہمیشہ کے لیے نبھاؤ۔ غلطی ہے تو غلطی سہی' بس اپنی بات پہ قائم رہو۔دوسری بات یہ سمجھنے والی ہے کہ زندگی میں تمام علوم حاصل کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔یہ کہنے والی بات نہیں ہے لیکن کوئی بزرگ سے بزرگ نام لے لو' غالب تھا ناں اردو کا شاعر۔لیکن انگریزی کا شاعر نہیں تھا۔فیل ہوگیا۔تو بات یہ ہے کہ جو اردو کا شاعر ہوتا ہے وہ انگریزی کا شاعر نہیں ہوتا۔اس لیے جو ایک جگہ پہ رہتا ہے وہ مسافر نہیں بن سکتا اور جو مسافر ہے وہ مقیم نہیں بن سکتا۔لہٰذا تمہارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ تم سارے ہی فیصلے کرتے جاؤ۔تو اپنی زندگی میں زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش آپ نہ کرنا۔Workable System کی کہانی سنی ہے آپ نے۔وہ بھی مولانا رومؒ نے لکھی ہے۔ایک آدمی تھا عروضی' صرف ونحو جاننے والا' صرفی نحوی کہہ لو' گرامر جاننے والا آدمی' ایک کشتی میں سوار ہوگیا' مولوی تھا' شریعت کا زیادہ علم جاننے والا۔وہ کشتی میں بیٹھا تو پوچھا کہ اے کشتی والے' تو نے صرف نحو یاد کی ہے۔اس نے کہا میں نے صرف نحو یاد نہیں کی' میں ان پڑھ آدمی ہوں' ادھر سے مسافروں کو لاتا ہوں او دریا کے پار چھوڑ آتا ہوں' چکر لگانا اور آنا جانا' دریا کے آر پار' میں صرف دریا کے پار لے جاتا ہوں' مجھے ٹائم ہی نہیں ملا کسی شے کے پڑھنے کا' علوم بلند پڑھنے کا_____ تو مولانا کہنے لگے کہ دیکھو تمہاری آدھی زندگی برباد ہوگئی۔خیر وہ بیچارہ برداشت کر گیا۔کشتی دریا میں گئی تو کچھ تلاطم پیدا ہوگیا' ہچکولے کا

وقت آ گیا۔ کشتی والے نے مولانا سے پوچھا کہ تیرنا آتا ہے؟ مولانا نے کہا کہ مجھے تیرنا نہیں آتا۔ کہنے لگا کہ میری آدھی زندگی برباد ہوئی تھی مگر تیری پوری زندگی برباد ہوگئی ______بات یہ ہے کہ زندگی میں صرف صَرف ونحو نہ کرتے رہنا' تیرنا بھی سیکھنا۔ صرف نحو آدھی زندگی ہے تو تیرنا پوری زندگی ہے۔ زندگی میں سے تیر کے نکل جانا بھی سیکھ لینا۔ خالی گرائمر نہ پڑھتے جانا' گرائمر کا معنی یہ ہے کہ جو منشور مقرر ہے' وہ تو اپنی جگہ ہے لیکن برے لوگوں کو جاننا بھی علم ہے' اچھائی کو اچھا جاننا چاہیے لیکن اچھائی جاننے کے لیے شر کو پہچاننا ضرور چاہیے تاکہ شر سے محفوظ رہ سکو۔ شر کرنا نہیں چاہیے لیکن آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ شر ہے۔ مثال کے طور پر یہ دیکھو کہ وحدت الوجود کا علم یعنی وحدت الوجود کا مطلب ہے کہ ہر شے اللہ ہے' سب اللہ ہی اللہ۔ تو بزرگ کہتے ہیں کہ ہر شے تو اللہ ہی اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ''بسم اللہ'' سے پہلے ''اعوذ'' کا سبق سیکھو۔ ''من الشیطن الرجیم'' پڑھا کرو۔ گویا کہ میرے پاس آنے سے پہلے اس علم کو بھی پکا کر لیا کرو کہ یہ شیطان ہے اور یہ ہمارے مخالفین ہیں۔ آپ ہی پیدا کیے ہیں اس نے' اس لیے ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ یہ ہمارے مخالفین ہیں' ''عدو اللہ'' تو عدو اللہ کیسے ہوسکتا ہے ؟ اللہ نے کیا کیا کہ محبوب پیدا فرما دیئے' اچھے لوگ پیدا فرما دیئے' خوبصورت نقش ونگار پیدا فرما دیئے پھر کہا کہ چلو دشمن بھی پیدا کر دیا جائے۔ ''آپ کی بات مانتا ہے؟'' ''نہیں مانتا'' چلو جیسے بھی ہے۔ تبھی تو رونق ہے ناں کائنات میں' خیر شر' دن رات۔ وہ تضادات کا مالک ہے۔ جہاں رات پیدا کی وہاں دن پیدا کر دیا۔ ایک طرف صحرا' ایک طرف سمندر' ہے ناں خوبی کی بات۔ یعنی صحرا ہے تو اتنا کہ پیاسا ہی پیاسا ہے اور سمندر ہے تو اتنا کہ سیراب ہی سیراب ہے۔ بڑی پیاس ہے صحرا کی۔ صحرا فریاد کر رہا ہے کہ دو مجھے بارش' پانی دو' میں پیاسا مر گیا اور سمندر ہے کہ اٹھتا چلا جا رہا ہے' دونوں کا خالق ایک ہے' اللہ میاں اپنی شان بیان فرماتا ہے۔ کہتا ہے کبھی تم نے دیکھا پہاڑوں کی جانب' کیسے ہم نے ان کو بلند رکھا' پکے پہاڑ ہیں' دیکھو غور سے۔ پھر پہاڑ کے دامن میں پتھر کے ساتھ مٹی شروع ہوگئی۔ پھر دریا نکال دیا'

دیکھا تم نے۔ کیا دیکھا تم نے؟ کبھی تم نے اونٹ کو دیکھا' کیسے میں نے اس کو پیدا کیا' دیکھو اس کو غور سے۔ بزرگانِ دین یہاں تک کہہ گئے کہ اگر تم چمگادڑ کو دیکھو تو تمہیں پورا عرفانِ حقیقت مل جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھنے کی بات ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا قرآن میں کہ آسمان کو دیکھو' تمہاری نگاہ واپس لوٹ آئے گی' خیرہ ہو کے لوٹ آئے گی۔ پھر اسے دیکھو' کیا اس میں کوئی نقص ہے' کوئی کجی ہے' کائنات Perfect' کائنات کی باقی اشیاء پرفیکٹ' ہر چیز مکمل' انسان کیوں نہیں پرفیکٹ' ہر چیز مکمل' انسان کیوں نہیں مکمل۔ اس کائنات کا شعور' اللہ اس کو آگاہ کرتا ہے اور انسان یا اِدھر نکل جاتا ہے یا اُدھر نکل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خیال رکھو' شر کو Avoid کرتے جاؤ' جانو گے تو Avoid کرو گے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے پتہ نہیں چلا' میں دھوکا کھا گیا تھا۔ یہ کوئی دانائی نہیں ہے۔ تو دانا آدمی دھوکے کے پوائنٹ سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔ دھوکا کرتا بھی نہیں اور دھوکا کھاتا بھی نہیں۔ دانائی کی تعریف یہی ہے کہ دھوکا کھائے بھی ناں اور دھوکا کرے بھی ناں۔

تو یہ زندگی کے متعلق موٹے موٹے پوائنٹ ہیں' سمجھ آرہے ہیں آپ کو؟ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت تجربے نہیں کرنے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان ہی بن جانا۔ اللہ کے ساتھ تین درجے بتائے بزرگوں نے ؎

سرمدؔ بندہ تو' سگِ تو' عاشق تو

ناچیز اتنے کہ تیرے کوچے کے ہم سگ ہیں۔ اور بندہ اس لیے کہ تو معبود ہے اور ہم تیرے غلام ہیں۔ جو چیز تو نے دی ہے' جو کچھ دیا ہے' سمجھ آتی ہے کہ نہیں آتی' ہم پابند ہیں' کاربند ہیں۔ طلب تیری ہے' تیرے علاوہ ہم کسی اور شے کے طلب گار نہیں ہیں کیونکہ ہر شے فانی ہے' دھوکا دے گی۔ ہر تمنا آپ کو گمراہی میں لے جائے گی اور اولاد کی محبت تو یقیناً گمراہ کرے گی۔ کتابوں میں یہ لکھا جائے کہ اولاد کی محبت ضرور گمراہ کرے گی اور بیوی کے محبت آپ کو ضرور پیسے کے اندر ہیر پھیر سکھائے گی۔ کیونکہ وہ ہے دنیا کی تمنا۔ صرف اللہ کی محبت ایسی ہے جو آپ کو توازن رکھنا سکھائے گی۔

تو یہ باتیں نوٹ کرلو۔استادوں کی کثیر تعداد مت بناؤ۔ بہت سارے لیڈر مت بنایا کرو۔آرام سے چلتے جاؤ۔ چار دن کا میلہ ہے'اس میں شرارتیں نہیں کرنی ہیں۔ایسی چیز کسی انسان کے ساتھ نہ کرو جو تم نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ ویسی ہو۔ کسی انسان کے ساتھ کوئی کام ایسا نہ ہو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔ کسی انسان سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔بس اتنا سارا انصاف کرلو۔دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کرو جس کی دوسروں سے تمہیں توقع ہے۔ پھر یہ دانائی ہے______ اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبت سے رجوع کرو۔ پھر سب آسان ہوگیا۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ادب سے پڑھا کرو۔اللہ تعالیٰ کی کتابِ فطرت کو بھی ادب سے پڑھا کرو۔اس کائنات پہ غور کیا کرو۔ سبحان اللہ! ایک بار آپ کا پھیرا لگا ہے جوگی والا۔ پھر تو آپ نے آنا نہیں ہے۔ غور سے دیکھو اس کائنات کو۔خالی دیکھنا ہی عبادت ہے۔ دھیان سے دیکھو۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی بنایا جیسے بنایا ہے۔ یہ کیا راز ہے؟ سائنس کیا ہے؟ وہ سائنس جانے۔ ہم سائنس نہیں جانتے' ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاند بنایا اور خوبصورت بنایا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا خوبصورت چاند ہے۔بس ایک ہی بار دیکھنے سے آپ وارفتہ ہوگئے۔اس لیے حسنِ تخلیق کی داد دیا کرو۔اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ دیکھو کائنات کو' غور کرو۔''ہم نے غور کیا۔ سبحان اللہ! کیا چیز ہے۔ یا اللہ یہ آپ ہی بنا سکتے ہیں''بس اتنی بات دیکھنے کا نام ہے زندگی اور یہ ایک ہی بار ہو جانا ہے اور بار بار نہیں ہونا۔تو اللہ تعالیٰ آپ کو آباد رکھے۔

اور بات پوچھو______ میری بات سمجھ گئے آپ؟ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی دیر رکھا ہوا ہے اُس پر غور کرے______ اور کوئی بات کرو______ بولو______ پوچھو______

سوال:

شر کو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

شر کو جانو، خیر کے حوالے سے۔ خیر کی ضد کا نام ہے شر۔ مثلاً خیر یہ ہے کہ تمہارا دوست کہہ رہا ہے کہ چوہدری رشید میرا دوست ہے تو چوہدری رشید کے دشمن شر ہیں۔ جو اس راستے سے روکے وہ سارا شر ہے۔ جب تم نے خیر کا راستہ چن لیا تو اس راہ سے روکنے والا سارا شر ہے۔ مثلاً ایک آدمی حج پہ گیا۔ اب دیکھو شر کیسے سمجھ آتا ہے۔ پیدل جا رہا ہے قافلہ حج پہ، چار پانچ آدمی کا۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے جس زمانے میں راستے تھے ہی نہیں راستے میں کردستان کا علاقہ آ گیا، ڈاکو آ گئے۔ ڈاکو نے کہا آپ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے وہ نکال دو۔ سب رکھ دیا گیا۔ اس نے کہا تمہارا قافلہ سالار؟ انہوں نے کہا یہ قافلہ سالار ہے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا "دیکھو آپ سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب رکھ دیا؟" کہا "ہاں رکھ دیا" "اور کوئی چیز نہیں ہے؟" "اور کوئی چیز نہیں ہے" اس نے کہا کہ قافلہ سالار کی تلاشی لے لو۔ تو قافلے کے سردار کے اندر کی جیب سے کچھ مال نکل آیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اسے قتل کر دو، پھانسی لگا دو۔ قافلے میں ایک آدمی تھا، اس نے کہا یہ Already ہمارا سردار ہے، اسے قتل نہ کرو، ہم سفارش کرتے ہیں۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارا سردار ہو کیونکہ سچوں کا سردار جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ حالانکہ سردار بنا ہوا تھا لیکن تھا شر۔

شر کی ایک پہچان یہ ہے کہ بعض اوقات قافلے کا سالار ہوتا ہے مگر ہوتا شر ہے۔

پھر اس آدمی نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا کہ جناب آپ خود ہی شر ہو، ہمارا مال ہم سے چھین رہے ہو۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا یہی تو میں تمہیں بتانے کے لیے آیا ہوں، شر میں نہیں ہوں جو مال چھین رہا ہوں، شر وہ مال ہے جو تمہیں حج کے لیے ضروری نظر آ رہا ہے، اس سے نکل کہ مال کی محبت تم پر اس راستے میں غالب آ گئی۔ تو شر تو وہ مال ہے جو تمہیں اس صداقت سے روک رہا ہے۔ ہم تو تمہیں نجات دے کر حج پہ بھیجیں گے۔ ہمیں تو مامور کیا گیا ہے اس کام پر کہ آپ کو ایسا سبق سکھائیں۔ اب راز کیا ہے؟ شر یہ نہیں ہے بلکہ شر وہ ہے ۔

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں راہزن کو

خدا سلامت رکھے ڈاکو کو کہ اب آرام سے نیند آتی ہے' بے فکر ہو گیا ہوں کہ مال ہی نہیں رہا ______ تو شر کی بات سمجھ آتی ہے صرف شر کے حوالے سے۔ خیر کی راہ کی رکاوٹ کا نام ہے شر۔ اب پتہ چل جائے گا۔ تو نماز میں سستی کا نام شر ہے۔ کسی نیک کام میں رکاوٹ شر ہے۔ بعض اوقات کسی بظاہر نیک کام میں رکاوٹ ایک اور نیکی بن جاتی ہے۔ مثلاً جھوٹی نیکی ہے۔ ''کیا آپ حج پہ جا رہے ہیں؟'' کسی بچے نے کہا کہ ''دیکھو جی ہمارے لیے بڑا ضروری ہے' شادی کا سامان چاہیے' یہ بھی نیکی ہے''۔ یہاں نیکی کو پہچاننا چاہیے۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی پہچان آسان فرمائے اور شر سے محفوظ رکھے۔ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر وہ بھی راضی ہو اور ہم بھی راضی رہیں۔ دعا کرو اور اپنے اپنے گھروں کو جاؤ ______

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا شفیعنا سیدنا و سندنا و مولنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الرّٰحمین.

10

1. حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے لیکن سورہ ماعون میں ہے کہ سائل کو نہ جھڑکو؟
2. جس ذات کے پاس مکمل علم موجود ہو وہ کیوں دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما؟
3. نفس کے شر سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

سوال:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے لیکن قرآن پاک میں سورہ الماعون کے آخر میں آتا ہے کہ سائل کو جھڑکا نہ کرو۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:

گداگری پیشہ ہے۔ سائل ایک ضرورت ہے۔ یہ آسان سی بات ہے۔ تو پیشہ اختیار نہ کرو۔ ضرورت کا سوال کرو مگر اس کو پیشہ نہ بناؤ۔ سوال تو منع نہیں ہے۔ سوال تو ہوسکتا ہے۔ سائل کو جھڑکی نہ دو' یہ تو ضروری ہے۔ ضرورت تو موجود رہے گی۔ سائل رہے گا اور سخی بھی رہے گا۔ سخی حبیب اللہ تب ہے جب کوئی لینے والا ہو۔ زکوۃ تب ادا ہوتی ہے جب کوئی لینے والا ہو ورنہ زکوۃ کا Function ہی کوئی نہیں۔ زکوۃ مستحق کو جائے گی اور مستحقین کون ہوتے ہیں؟ جو ضرورت رکھتے ہوں اور انتظام نہ رکھتے ہوں۔ جس کے پاس ضرورت ہے اور انتظام نہیں ہے' آپ اس کو ضرور دو۔ اب جسے ہم سائل کہہ رہے ہیں تو سائل بعض اوقات سوال سمیت ہوتا ہے' یعنی سوال کا اعلان ہوتا ہے اور بعض اوقات سوال کا اعلان نہیں ہوتا۔ اور شکل پر بھی سوال لکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اگر آپ کو سمجھ ہو' عرفان ہو تو سوال محسوس ہوتا ہے۔ ایک امیر بھائی جب غریب بھائی کو دیکھتا ہے تو اب پوچھتا کیا ہے کہ سوال کیا ہے۔ اب پوچھنے والی کوئی بات تو نہیں ہے۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ تو میرے کارخانے میں ملازم ہو جا اور میں پھر بھی تیرا بھائی ہی رہوں گا تو اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔ ایسا بھائی

برابری نہیں کرتا۔ اب سوال کو کہنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ میں سائل اس کو کہتا ہوں جس نے سوال کیا یا نہ کیا لیکن ضرورت موجود ہو اور انتظام موجود نہ ہو۔ مسکین بھی ہم اس کو کہیں گے جو محنت پوری کرے اور گزارہ پورا نہ کرے۔ آدھی قوم تو مسکین ہوگئی ہے خیر سے' کہ محنت پوری کرتے ہیں اور گزارہ پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے بھی آگے بات ہے کہ کہتے ہیں کہ جی آپ حلال کی بات کر رہے ہو' یہاں حرام سے بھی گزارہ نہیں ہوتا۔ تو حلال تو بہت پیچھے رہ گیا۔ مطلب یہ کہ اس حد تک کہ ایمان بیچا' تب بھی گزارہ نہیں ہو رہا۔ تو سائل کا ہونا بڑی مبارک بات ہے ____ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس آیا۔ وہ سائل تھا۔ سوال کیا۔ اس نے کہا ''اللہ کے نام پر معاف کرو'' کہا ''معاف کیا کروں' مجھے تُو نے پہچانا ہی نہیں''۔ کہتا ہے ''میں نے واقعی آپ کو نہیں پہچانا''۔ ''دیکھ میں بڑی دور سے آیا ہوں اور تیرے لیے آیا ہوں''۔ ''تُو تو سائل ہے' میرے لیے کیسے آیا ہے؟'' کہتا ہے ''میں تجھ جیسے بخیل کو سخی بنانے کے لیے آیا ہوں''۔ میں سوال لے کے آیا ہوں تا کہ تجھ جیسے آدمی کو سخی بنا دوں ورنہ بخیل ہی مر جاؤ گے ____ ایک اور سائل کا سوال دیکھو' اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہا معاف کرو۔ اس نے کہا معاف کرنے والی تو بات ہی نہیں' اگر ہے تو دے دو' نہیں تو تُو بھی مانگنے والا بن جا۔ اس لیے گداگری ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ضروری نہیں کہ گداگر فاقے سے ہو' گداگر کا بینک بیلنس ہو سکتا ہے۔ گداگر کے پاس پیسہ وافر ہو سکتا ہے۔ گداگر سڑک پر گدا کرے اور گھر میں آسائش کا بنگلہ ہو' یہ ہو سکتا ہے۔ تو گداگری کا پیشہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا کہ یہ پیشہ نہ ہو۔ سائل ہو جانا جو ہے تو کسی وقت بھی بندہ سائل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی صاحب حیثیت آدمی ہو تو وہ بھی سائل ہو سکتا ہے۔ کوئی مریض ہو اور ڈاکٹر کے پاس چلا جائے۔ ڈاکٹر نے اگر کہا کہ مصروفیت ہے تو وہ منت کرے گا' سماجت کرے گا' سائل ہو جائے گا۔ کوئی اپنے حقوق پر بھی سائل ہو سکتا ہے کہ حقوق جائز طریقے سے پورے نہیں ہوتے تو سوال بن گیا' منت بن گئی'' سماجت بن گئی۔ تو بعض اوقات حقوق حاصل کرنے کے لیے بھی سوال کرنا پڑتا ہے۔ تو سائل ہونا مبارک اور سخی ہونا مبارک مگر گدا

گر ہونا اچھا نہیں۔تو گداگری سے ہر انسان دوسرے کو روکے گا۔ یہ جو شعبہ آپ نے بنایا ہے زکوۃ کا' یہ کیوں بنایا ہے؟ کہ گداگری پیشہ نہ بنے۔ مساکین کا شعبہ بنایا تا کہ گداگری پیشہ نہ بنے۔ یعنی کہ ان لوگوں کی ضرورت آپ پیشہ بننے سے پہلے پوری کر دیا کرو۔ اگر سماج میں گداگری کہیں پیشہ بن جائے تو صاحبانِ حیثیت جو ہیں یہ گرفت میں آجاتے ہیں۔ ان پر گرفت آجائے گی کہ تم لوگوں نے ان کا خیال نہیں کیا اور ان لوگوں کو تم نے یہ پیشے کے طور پر اختیار کرنے دیا۔ پیشہ Discourage ہونا چاہیے اور سائل Encourage ہونا چاہیے۔ سائل مل جائے تو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ یتیم ہو' مسکین ہو' ابن السبیل ہو یعنی راستے کا مسافر' اس کی مدد کرنی چاہیے۔ گداگر وہ ہوتا ہے جو ہر روز ایک مقام پر ایک جیسی صدا لگاتا رہتا ہے۔ بندے بدلتے رہتے ہیں' وہ نہیں بدلتا کیونکہ وہ گداگر ہو گیا۔ اس لیے گداگری کو بند کرنا' یہ بالکل صحیح فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے والے کی مدد کا جو حکم فرمایا وہ بالکل ٹھیک فرمایا۔

ایک بات یاد رکھنا۔ کبھی کسی آدمی سے ایسا سوال نہ پوچھنا جس میں ایک طرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہو اور دوسری طرف اللہ کی بات ہو۔ کیونکہ یہ خیال کہ دونوں میں سے کس نے صحیح کہا' تمہیں ایمان سے محروم کر دے گا۔ دونوں نے صحیح فرمایا ہے۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ حدیث شریف یہ ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے' آپ اب کیا کہتے ہیں؟ بس تیرا ایمان چلا گیا۔ حدیث ٹھیک کہہ رہی ہے اور قرآن بھی سچ کہہ رہا ہے۔ بات صرف سمجھنے کی ہے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا کہ بات صرف سمجھنے کی ہے۔ تو پہلے اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ قرآن کی بات اگر قرآن کے مقابلے میں آجائے تو دونوں باتیں ٹھیک ہیں کہ "تم پر تکلیف آتی ہے مگر اللہ کے حکم سے آتی ہے"۔ اور قرآن کا حکم ہے "تم پر تکلیف نہیں آتی مگر تمہارے اعمال کی وجہ سے"۔ کون سی بات سچی ہے؟ دونوں باتیں' بیک وقت۔ "انسان جتنی محنت کرے گا اتنا ہی حاصل کرے گا"۔ لیس للانسان الا ماسعیٰ یہ بالکل ٹھیک ہے اور الا ماشاء اللّٰہ اور جو اللہ چاہے گا" یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو دونوں ٹھیک ہیں۔ انسان کیا ہے؟ جو اللہ چاہے۔ انسان کیا

ہے؟ جو وہ محنت کرے۔ یہ سب صحیح ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر صرف ایک آدمی ہو تو ایک راز معلوم کرے۔ مگر اتنے انسان ہیں' اتنے رموز ہیں کہ ہر آدمی کے لیے ہر چیز Apply ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تم یہ دیکھو کہ تمہارے لیے کیا ہے؟ کوشش کا راستہ' ایک راستہ ہے۔ کوشش کا راستہ کیا ہے' آؤ جاؤ' کھاؤ پیو' ادھر اُدھر' پیسہ کماؤ' مشکل وقت کے لیے جمع کرو اور پھر مشکل وقت کا انتظار کرو اور مشکل وقت پھر آ جائے گا۔ ایک بندے نے اگر مشکل وقت کے لیے جمع ہی نہیں کیا' تو یہ ایک اور بات ہے۔ ایک ایسا بھی آدمی ہے کہ اس نے کوئی کام بھی نہیں کیا' صرف اچھے وقت کا انتظار کیا' یہ بذات خود ایک کام ہے۔ اچھے وقت کا انتظار بذاتِ خود ایک کام ہے۔ اور ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نصیب کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ بھی عمل ہے' اچھے نصیب کا انتظار ایک عمل ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ صحیح بات کیا ہے۔ ایک واقعہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ کبھی دوزخ میں آنے والوں سے انٹرویو کریں کہ تم کیسے آئے ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم نے جو چاہا وہ کیا اور پھر یہاں پر پہنچ گئے یعنی دوزخ میں۔ جنت والوں سے پوچھو کہ یہاں کیسے آئے' تو کہیں گے کہ جو ہم نے چاہا وہ نہیں ہوا اور ہم یہاں پہنچ گئے۔ تو جنت میں جانے والے وہ تھے جو اپنی خواہشات سے بچ گئے۔ کہتا ہے شکر کرو جو ہم نے چاہا نہیں ملا اور اس طرح بچ گئے' بڑی کوشش کی کہ وہ رشوت والی سیٹ مل جائے' نہیں ملی' بچ گئے' اگر میری خواہش پوری ہو جاتی تو دوسری طرف ہی ہوتا۔ تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نصیب مل جاتا ہے کہ جو تمہاری کوشش کے باوجود ملتا ہے اور انسان اپنی کوشش کے باوجود جنت میں چلا جاتا ہے اور ______ اپنی کوشش کے باوجود دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کوشش کہاں لے جاتی ہے تو یہ راستہ صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ ایک اور جگہ فقراء نے راز بتایا۔ یہ سننے والی بات ہے' ''اگر تم شکر کرو تو میں اس میں اضافہ کروں گا''۔ کیا ہے آیت حافظ صاحب؟ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم لوگ شکر کرو میں اس کو مزید کروں گا''۔ اب یہ بڑی بات ہے کہ نعمت پر شکر کرو تو نعمت بڑھ جائے گی۔ شکر سے نعمت محفوظ بھی ہو جائے گی اور نعمت مزید بھی

ہو جائے گی۔ اب فقراء نے اس کی بڑی خوبصورت تشریح کی کہ انسان کو پتہ تو ہے نہیں کہ میرے لیے اچھی کیا چیز ہے' تو وہ بعض اوقات غلطی پر شکر ادا کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ غلطی بڑھ جاتی ہے۔ شکر کرنے سے پہلے ضرور سوچ لینا کہ یہ شکر والی بات تھی یا استغفار والی بات تھی۔ ایسے شکر نہ کر دینا' ورنہ تکلیف بڑھ جائے گی۔ کہ اچانک بیٹھے بیٹھے کہیں سے خیال آیا اور صبح صبح دعا مانگی' گھر میں حالات کمزور ہیں' یا اللہ کوئی سبب بنا۔ دفتر گئے تو پٹواری صاحب آ گئے اور پھر انتقال ہو گیا زمین کا' حالات بہتر ہو گئے کہ پیسے تمہارے نام ہو گئے' نتیجہ یہ کہ بڑا شکر ہو گیا۔ یہ شکر والی بات نہیں ہے' استغفار والی بات ہے۔ اسی طرح یہ ھذا من فضل ربی جو مکانوں پر لکھتے ہو' شکر کے طور پر____ اس لیے فقراء کہتے ہیں کہ تم نے غلط راستے سے آنے والی کسی شے کو شکر کے طور پر قبول کیا تو وہ شے بڑھ جائے گی' نجات نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ تم شکر ادا کرو گے تو میں وہ چیز بڑھا دوں گا۔ یہ خاص راز ہے کہ انسان اپنے شکر کے ذریعے بھی بعض اوقات عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس لیے شکر بھی احتیاط کے ساتھ کرو اور کسی چیز کا شکر کرنا ہے تو پوچھ لو کہ یہ شکر والی بات ہے یا نہیں۔ کہتا ہے ہمارے گھر میں دو بھینسیں آ گئی ہیں' حالات بہتر ہو گئے ہیں' دودھ بڑا ہے۔ پتہ نہیں یہ مصیبت بن جائیں۔ اس لیے جو چیز تم شکر کے طور پر مانگ رہے ہو' عین ممکن ہے وہ تمہارے لیے وبال جان بن جائے۔ اس لیے اپنے شکر کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ تم شکر کرو' میں اس میں اضافہ کروں گا۔ جس دن بادشاہ بنا' بادشاہ شکر کرتا ہے کہ تم نے مجھے بادشاہی دی ہے۔ وہ آدمی جس کا آنا اچھا تھا اور جانا اچھا نہیں تھا' جب وہ بادشاہ بنا ہو گا تو شکر کیا ہو گا۔ آنا تو اچھا ہوتا ہی ہے سب کا' لیکن جانا اچھا ہے یا نہیں ہے۔ تاریخ کی کتاب پڑھو کہ جس آدمی کا آنا اچھا ہوا اور جانا اچھا نہ ہو' جس دن وہ آیا ہو گا' اس نے شکر ادا کیا ہو گا۔ شکر سے اس کا Stay رہا ہو گا۔ بعد میں وہ شکر جو ہے وہ ایک گرفت بن گئی۔ آپ یہ بات بھی سن لو کہ مرتبہ عذاب بھی ہے اور انعام بھی ہے۔ مرتبہ عذاب کب ہے؟ فرعون کے پاس مرتبہ ہے اور اللہ کے محبوبوں کے پاس مرتبہ ہے۔ دونوں مرتبے ہیں۔ مرتبہ عذاب

کب ہے اور مرتبہ انعام کب ہے؟ مرتبہ عذاب اس وقت ہے جب صاحبِ مرتبہ مغرور ہو جائے اور مرتبے میں مصروف ہو جائے اور مرتبہ اس کو یادِ الٰہی سے غافل کر دے، جب وہ اپنے آپ کو دیکھتا رہے، نمایاں کرتا رہے اور یادِ حق کو فراموش کر دے۔ اور مرتبہ نعمت اس وقت ہے جب وہ مرتبے کی وسعت اور اختیار کے ساتھ عوام کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ مرتبہ اس وقت انعام ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آپ کے مرتبے، آپ کے جاہ، آپ کے مال، سب کچھ، عذاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اور انعام بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کی باتوں میں اگر کہیں آپ کو تضاد یا Paradox نظر آ جائے تو سمجھو کہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے بیک وقت بھی صحیح ہیں کہ آپ نے زندگی کے مختلف Phases میں سے گزرنا ہے اور ہر آدمی کے لیے Simultaneously صحیح ہیں۔ یہ بات سمجھ آئی آپ کو؟ وہ بات ان لوگوں کے لیے صحیح ہے اور اُن لوگوں کے لیے دوسری بات صحیح ہے۔ اور ایک آدمی کے لیے دونوں باتیں بھی صحیح ہو سکتی ہیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی آپ وہاں اُس شعبے میں بیٹھے اور کبھی اِس شعبے میں بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے اپنے گھروں میں قیام کیا کرو، یہ بالکل ٹھیک ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سیــروافــی الارض زمین کی سیر کرو۔ فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین کہ دیکھو جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی ہے۔ سیر بھی صحیح ہے، گھر میں رہنا بھی صحیح ہے، اور سیر کر کے عاقبت دیکھنا بھی صحیح ہے۔ یہ دیکھو کہ تمہارے اندر جذبہ کون سا ہے۔ اس کے مطابق خواہش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے کے باوجود لوگ Apply کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ Application نہیں ہوتی ہے، ہر چیز ہر ایک کے ساتھ Apply کرنا شروع کر دو گے تو پھر دقت ہو جائے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم کون سے Phase میں ہو۔ قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ بتا رہا ہوں آپ کو، قرآن پڑھنے سے پہلے اپنا نام رکھو۔ تم منافق ہو؟ نہیں ہم نہیں۔ تم کون ہو؟ سائل ہو؟ سخی ہو؟ متقی ہو؟ مومن ہو؟ مسلم ہو؟ کافر ہو؟ یاایھا الکافرون ہو؟ جب تک تمہیں اپنا نام پتہ نہ چلے گا تم قرآن میں Confusion پیدا کرتے رہو گے۔ متقی ہو؟ کہتا ہے متقی تو ہم نہیں ہیں۔ پھر

قرآن سے تمہیں فیض نہیں مل سکتا کیونکہ قرآن میں شرط لگی پڑی ہے ھدی للمتقین یہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ متقی پہلے ہونا ہے، جب تک تمہیں متقی ہونا نہیں آیا، پرہیزگاری نہیں آئی، اللہ پر اعتماد نہیں آیا، تو تم قرآن سے کیا لینے جاؤ گے، عین ممکن ہے تم قرآن سے گمراہی لے کے آجاؤ۔ آپ آج چودہ سو سال بعد کی بات کر رہے ہیں اور سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو جائے۔ اور وہ لوگ جو کافر تھے دیدار کے باوجود جنگ کرتے رہے ہیں۔ گمراہی سمجھ آئی آپ کو۔ گویا کہ اس ذاتؐ کے ساتھ جنگ کرنا جس کو دیکھنا آپ لوگوں کی محبت کی انتہا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو چیز آپ کے ایمان کا ذریعہ ہے یعنی دیدار تو وہی چیز ان لوگوں کے لیے کفر کا ذریعہ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کافر ہوئے، آپؐ کو برداشت نہیں کیا اور کہا کہ آپؐ کے ساتھ جنگ کرنی ہے۔ جانتے ہیں کہ صادق ہیں، امین ہیں، سب کچھ ثابت شدہ ہیں، سب تعریفیں کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں لائے۔ فرمایا اب تو ایمان لاؤ۔ کہنے لگے کہ آپؐ سچے ہیں، آپؐ کی بات سچی ہے لیکن کیا کریں، ہمارا کفر پکا ہے۔ آپ بات سمجھے؟ گویا کہ جب تک کوئی متقی نہ ہو قرآن سے فیض نہیں ملے گا۔ متقی کون ہوتا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہے تو متقی نے کیا کہا؟ اللہ ہے۔ تو متقی نے گواہی کو Endorse کر دیا۔ تو فرمانے والے نے اللہ کو دیکھا ہوگا اور یہ آپ کا تجربہ تو ہے ہی نہیں۔ آپ کو یقین کیسے ہے کہ اللہ ہے؟ آپ سماعت پر یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے۔ کس سے سنا ہے؟ معتبر ذات سے سنا ہے۔ اب یہ قابل اعتبار بات ہے۔ تو اللہ ہے، ہر چند کہ ہمارا تجربہ نہیں ہے۔ گویا کہ آپ کے متقی ہونے کا امکان ہے۔ فرشتے بھی ہیں! دیکھے ہیں آپ نے؟ اور اگر کوئی شخص کہہ دے کہ ثبوت دے دو تو ان باتوں کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان باتوں کا ایمان ہی ہے۔ تو فرشتے ہیں، اللہ ہے، دوزخ ہے، جنت ہے ______ لیکن آپ کیسے کہتے ہیں؟ آپ تو ادھر بیٹھے ہیں۔ یہ بڑا راز ہے کہ جنت کی خبر اور دوزخ کی خبر تو مرنے کے بعد کا مقام ہے اور بتایا کب جا رہا ہے؟ زندگی سے پہلے۔ یہ کیسے

ہوسکتا ہے؟ اس Mind کے ساتھ' اس ذہن کے ساتھ جو زندگی کا ہے' آپ مرنے کے بعد کی حالت کیسے پہچانیں گے؟ اور آپ کہتے ہیں کہ جنت ہے اور دوزخ بھی ہے' حالانکہ یہ مرنے کے بعد کا مقام اور یہ مرنے کے بعد دیکھا جائے گا۔ لوگوں نے کہا

جب حشر کا دن آئے گا

اس وقت دیکھا جائے گا

لوگ بڑے گھبرائے کیونکہ انہیں بات سمجھ نہیں آئی۔ ماننے والے کو بات سمجھ آ گئی۔ اس نے کہا جو فرمانے والے فرما رہے ہیں ٹھیک فرما رہے ہیں۔ سب ہے' سب کچھ ہے۔ ''سمجھ آتی ہے؟'' ''سمجھ کی ضرورت ہی نہیں ہے'' ''اس میں چشمے ہوں گے'' ''ہیں'' ''اچھا یہ گرم علاقے کے لیے جنت ہے' سرد علاقے والوں کے لیے تو اس میں ہیٹر ہونے چاہیے تھے'' ''ایسے ہیں جیسے ہیں'' اب یہ بات صرف کسی متقی کو تسلیم ہوگی۔ باقی کے لیے تحقیق ہوگی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج ہوگیا۔ لوگ گئے آپؐ کے ماننے والوں کے پاس کہ اب بولو' ایسی بات فرمائی ہے آپؐ نے کہ معراج ہوگیا' اللہ کے پاس چلے گئے' سدرۃ المنتہٰی کا مقام ہوگیا بلکہ اس سے آگے کا مقام ہوگیا' قاب قوسین کا مقام ہوگیا' اللہ سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کون فرما رہے ہیں۔ ''آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں''۔ ''اگر انہوں نے فرمایا تو ٹھیک ہے'' معراج کیا ہے؟ بس ہے! اس پہ بحث کی بات کیا ہے' جسمانی ہو یا روحانی۔ تمہیں روحانی ہونے سے کیا فائدہ ہوگا' جسمانی ہونے سے تمہیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ یعنی کہ اللہ کا دین جو بتا رہے ہیں' جو اللہ کے ساتھ ملا کے آپ کو کلمہ پڑھا رہے ہیں' وہ جسمانی معراج کریں تو آپ کو کیا حرج ہے اور اگر روحانی ہو جائے تب آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ یہ کس نے پیدا کیا؟ بعد کے بھیجے ہوئے علماء نے۔ جسمانی کیسے ہوسکتا ہے جی؟ Transportation کیسے ہوسکتی ہے جی؟ وہاں کا Medium کیا ہے؟ میڈیم یہ ہے کہ جس میڈیم کے ذریعے الہام آ رہا ہے اس میڈیم کے ذریعے بندہ بھی جا رہا ہے۔ کلام آتا ہے' چل کے آتا ہے یا گاڑی میں آتا ہے؟ کوئی شے آتی ہے تو پھر آتی

ہے۔اس آنے جانے میں آپ کو کیا دقت ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ کلام کس کا ہے ''میں نے اپنے بندے کو سیر کرائی' سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی آج رات'' ______ اللہ سیر کرانا چاہے تو کوئی روک سکتا ہے؟ اللہ سیر کرانا چاہے تو جو مرضی کرائے۔ اللہ چاہے تو انہیں مستقبل سے آگاہ کر دے' تمہیں کیا تکلیف ہے۔ غائب کا جاننا یا نہ جاننا' غیب کی بات تم کر رہے ہو۔ ساری کائنات کے اندر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں اور غیب ہی چھپا کے بیٹھے ہیں؟ یہ سوچنے والی بات ہے۔ درود بھیجتے جا رہے ہیں' کلمہ پڑھاتے جا رہے ہیں' اور تسلیم بھیجتے جا رہے ہیں اور غیب چھپا دیا ہے انہوں نے؟ چھپا کے کیا کرنا ہے انہوں نے جب کہ کچھ عرصہ بعد وہ ہو ہی جانا ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے۔ ان باتوں کو سمجھو۔ دوسرا اس کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو ذات یہاں سے بلندی کو پرواز کرتی ہے' یا Vertical پرواز ہے' کیا وہ Horizontal پرواز نہیں کرے گی؟ مستقبل کیا ان کے لیے مشکل ہے؟ ماضی کا آپ کو پتہ ہے کہ امام الانبیاء بھی آپؐ ہیں' کلمہ بھی آپؐ ہیں' ملاقات کے بغیر بھی امام ہیں' جو ذات ماضی کے انبیاء کی امام ہے وہ مستقبل کے اولیاء کی بھی امام ہے۔ پھر فکر کیا۔ بفرضِ محال ایک ذات موجود نہیں ہے تو آپ کا کلمہ جائز ہی نہیں ہے۔ آپ کلمہ حال کا پڑھ رہے ہو کہ ماضی کا پڑھ رہے ہو۔ ''نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ ہے اور محمد سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ رسول تھے'' اس طرح تو کلمہ نہیں بنتا۔ تو کب ہیں؟ اگر آج ہیں تو ان کا تو مستقبل بنا پڑا ہے۔ آپ کیوں کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کو چھپا کے رکھ دیا۔ غیب جان لیں تو تمہیں کیا حرج ہے' اگر نہ جان لیں تو تمہیں کیا حرج ہے۔ اگر تم دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لو تو اُن کی صفات کو ماننے میں تمہیں دقت کیا ہے۔ صفات کے اندر جھگڑا کیا ہے؟ دراصل تم نے دل سے قبول ہی نہیں کیا۔ تمہیں موقع ملے تو تم نبی بنو۔ تین دفعہ بنے ہو' چار دفعہ بنے ہو' جھوٹے بن کے باہر نکل گئے ہو' اب کیا نبی بننا ہے تم نے۔ تو ______ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں مبالغہ جائز ہے۔ کیا کہا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں مبالغہ بھی جائز ہے جس طرح کہ محبوت کی صفات

بیان کی جاتی ہیں۔ اللہ کی شان ہے کہ ادھر سے تعریف فرما رہے ہیں اور ادھر سے گزار رہے ہیں مچھلی کے پیٹ سے اور کہتے ہیں سلام علی یونسؑ، سلام علی نوحؑ نوح پر سلام اور بیٹا دریا کی نذر ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہیاں ہیں۔ سلام اپنی جگہ پر۔ لہٰذا اللہ کی عطا دیکھو کہ ''میں نے یہ کائنات نہیں بنائی تھی مگر آپؐ کے لیے'' اب کائنات میں مستقبل ہے یا نہیں ہے۔ جس کائنات کے باعثِ تخلیق آپؐ ہوں تو باعثِ مستقبل بھی آپؐ ہوئے۔ تو ''باعث'' جو ہے وہ بے خبر ہو سکتا ہے؟ ''باعث'' بے خبر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس میں دقت والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ قرآن پاک کو سمجھنے سے پہلے آپ اپنا مقام مقرر کرو کہ تم ہو کون؟ منافق ہو تو قرآن سے منافق بن کے ہی نکلو گے۔ اگر تحقیق کے لیے گئے ہو تو تحقیق قرآن سے نہیں ملے گی، تحقیق ذات سے ہو گی۔ بیان سے آپ تحقیق نہیں کر سکتے، یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ کلام نہ ماننے کے بعد آپ کو یہ ساری دقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پہ جو فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے اور دوسرے مقام پہ جو فرمایا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ دونوں باتیں بیک وقت صحیح ہے۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ کبھی ایسا سوال آ جائے کہ حدیث پاک کی بات اور لگے، قرآن پاک کی بات اور لگے تو ایسا سوال بنا کے کسی کے سامنے پیش نہ کرنا۔ یا تو اس کا ایمان نہیں رہے گا، یا تمہارا ایمان نہیں رہے گا۔ دونوں باتیں صحیح ہیں، بس بات سمجھنی چاہیے۔ تو کبھی مقابلہ نہیں کرنا۔ کبھی مقام کا مقابلہ نہیں کرنا کہ اللہ کا مقام کیا ہے؟ پیغمبر کا مقام کیا ہے؟ ان دونوں میں بڑا کون ہے؟ اگر آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ہے اور وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہی مقام ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو اللہ معبود ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عابد ہوئے۔ اس لیے جو سجدہ کرنے والا ہے، اس کا مقام کیا ہے؟ ساجد کا۔ جس کو سجدہ کر رہا ہے اس کا مقام مسجود کا ہے۔ یہ سب طے ہو گیا۔ دونوں ہی بلند ہیں، بہت بلند، لیکن آپ یہ دیکھیں کہ سورج کی نسبت سے نچلی منزل دور ہے یا اوپر والی منزل دور ہے۔ سورج کے لیے سب برابر ہے یعنی سورج کے مقابلے میں،

Infinity کے مقابلے میں۔ سمندر میں سے ایک دریا نکل جائے تو کتنا فرق پڑے گا؟ کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر چار دریا مل جائیں' کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اللہ بھی بلند سے بلند ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی بلند سے بلند ہے۔ ان دونوں کا احاطہ ہو سکے تو ہم ماپ کے بتائیں' ہمارے لیے دونوں ہی برابر ہیں۔ کبھی ذاتوں کا مقابلہ نہ کرنا۔ دونوں کے دم سے ہمارا کلمہ مکمل ہوتا ہے۔ تو سوال بتانے سے پہلے کبھی نہ کہنا کہ وہ بات کیا ہے اور یہ بات کیا ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔ قرآن پاک کی تضاد کی باتیں بھی صحیح ہیں۔ پہلے اللہ نے یہ فرمادیا' پھر اللہ نے وہ فرمادیا۔ پہلے بنی اسرائیل کے لیے خیر کے کلمات فرمادیے پھر کہا تم گمراہ ہو گئے ہو۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ سب باتیں صحیح ہیں۔ اللہ نے جو فرمایا وہ کیا ہے؟ صحیح ہے' سمجھ آئے تب صحیح ہے' نہ سمجھ آئے تب صحیح ہے______

ہاں اب آپ بولو سوال______پوچھو______کسی کے دل میں سوال ہو تو بولو______سوال کرو گے تو جواب آئے گا۔

سوال:

جس ذات کے پاس مکمل علم موجود ہو تو وہ اگر علم میں اضافے کے لیے دعا مانگے تو اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

علم میں اضافہ مانگنا آپ کے لیے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ یہ فارمولا ہے' اھدنا الصراط المستقیم پیغمبر بھی یہ دعا پڑھیں۔ تو کیا انہوں نے صراط مستقیم کو ابھی دیکھنا ہے؟ ہدایت ہو چکی ہے یا ہونی ہے؟ جس کو ہو چکی ہے وہ بھی یہی پڑھے گا' خود ہدایت یافتہ بھی یہ پڑھے گا۔ یہ تو فارمولا بنایا گیا ہے تاکہ سب لوگوں کو ایک راستہ مل جائے۔ جو خود راستے والا ہے وہ بھی یہی پڑھے گا۔ اھدنا الصراط المستقیم اس لیے اس میں بحث نہیں ہے کہ جب سارے کے سارے لوگ یہ کہیں کہ دعا کرو کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' بچپن سے دعا کرتے آرہے ہو' کیا دیکھی ہے سیدھی راہ؟ سیدھی راہ یہی ہے کہ اس جگہ جا کے یہی

سوال کرنا کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ یہی سیدھی راہ ہے کہ یہ بات بار بار آپ کہتے جائیں۔
اس لیے علم میں اضافہ یہ ہے کہ آپ اللہ سے علم مانگتے جاؤ۔ اضافے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی وسعتیں‘ بے شمار وسعتیں ہیں اور شوق کی وسعت بے پناہ ہوتی ہے‘ دعا کے ذریعے
اس میں اضافہ کرتے جاؤ۔ ایک مقام ہے یہاں پر‘ اس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ جہاں علم جو
ہے یہی عمل ہے۔ ایک مقام ہے جہاں معلوم اور حاصل نصیب ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ چلتے
جا رہے ہو‘ حتیٰ کہ پڑھتے پڑھتے آپ لاہور میں پہنچ گئے۔ اب آپ پڑھنا بند کر دو۔ Now
you are in it اس لیے ایسا مقام آتا ہے کہ ذکر کرتے کرتے آپ مذکور تک پہنچ جاتے
ہیں‘ جب مذکور تک پہنچ جائیں تو پھر ذکر نہ کرنا۔ اللہ کے سامنے ہو تو ”اللہ ہو“ نہیں کر دینا۔
پھر آپ دیکھو‘ یا سجدہ کرو یا کچھ اور کرو‘ اب تو تسبیح کی بات نہیں ہے۔ مشاہدے کے وقت تسبیح
نہیں ہے۔ یہ By the way بات کر رہا ہوں۔ مشاہدہ تو مشاہدہ ہے۔ وہاں پر تسبیح نہیں
ہوتی ہے۔ وہاں اور ہی مقام آ جاتا ہے۔ اس لیے جب آپ سفر کر رہے ہوں تو علم ایک
ایسے مقام پر لے جائے گا جہاں وہی علم ہوتا ہے اور وہی عمل ہے‘ کہ اس کے بعد آپ کو کسی
چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ تو وہ کون سا مقام تھا جہاں آپ کو وہ چیز حاصل ہو گئی۔ اب
ایک بات یاد رکھنی ہے کہ اگر آپ کوئی چیز ایسی حاصل کر رہے ہیں جس کے بعد بھی حاصل
کی تمنا ہے تو مقصدِ حیات کیا ہوا؟ اس کے ذریعہ جو چیز چاہیے۔ مثلاً روشنی چاہیے‘ کمرے
میں بلب چاہیے۔ بلب بھی مقصدِ حیات نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد روشنی چاہیے۔ اب
مقصدِ حیات پڑھنا بھی نہیں ہے بلکہ آپ اللہ کی بات پڑھنا چاہتے ہو‘ اللہ کی بات پڑھنا
بھی مقصد نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے اللہ کے قریب ہونے کی خواہش ہے۔ اگر یہ کہا
جائے کہ نہ تو پیسے لے‘ نہ بلب لگا‘ نہ روشنی کر‘ تو اللہ کے قریب ہی ہو جا تو آپ کا مقصد حل ہو
گیا۔ اس لیے آپ اپنا Ultimate مقصد دریافت نہیں کرتے اور راستے کے مقاصد بیان
کرتے رہتے ہیں کہ یہ کریں گے‘ وہ کریں گے۔ ایک آدمی نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہو؟
کہتا ہے میرا پروگرام ہے کہ ذرا سفر کروں“ ”کرلو“ ”تھوڑا سا کاروبار کرلوں“ ”کرلو“

''کیا کرو گے؟'' اس سے مجھے Income ہو جائے گی''۔ ''پھر؟'' ''مکان بنائیں گے' رہیں گے' رونق ہو جائے گی''۔ ''پھر'' ''اس کے بعد مجھے پتہ نہیں'' ''اس کے بعد یہ ہوگا کہ تو اس مکان کو چھوڑے گا' تجھے لوگ لے چلیں گے مکان سے نکال کر' تیرا سامان اتار لیں گے' تیرا نام بدل دیں گے' تیرے زیورات' انگوٹھیاں اتار لیں گے اور پھر تو بولے بغیر چل پڑے گا اور پھر چلتا ہی جائے گا' کبھی تیرا سفر ختم ہی نہیں ہوگا اور پھر تو مکان کو چھوڑے گا' اور اگر چھوڑنا ہے تو نے تو پکڑا ہوا کیا ہے؟ تو انسان اپنا وجود چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔ روح ہے نا اندر_____روح کی بڑی سواری ہے' گھوڑا ابن کے جسم پر سوار ہے' راکب ہے' سواری کرتے کرتے Suddenly چھوڑ کے چلا جاتا ہے اور پھر روح ایسی جاتی ہے کہ کبھی مڑ کے اس کی خبر نہیں لیتی_____ تو جب آپ بیٹھ کے مستقبل کا خیال کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ اصلی مقصدِ حیات کیا ہے۔ سب سے اچھا مقصدِ حیات یہ ہے کہ جب کسی کی خوشنودی کے لیے کام ہو کہ ہم یہ کام کر رہے ہیں_____ واہ واہ_____ بہت خوش ہوتا ہے وہ _____ کہتا ہے اس سے میرے بھائی صاحب خوش ہوں گے۔ تو پھر بھائی صاحب مقصدِ حیات ہیں۔ کہتا ہے اس سے لوگ خوش ہوں گے۔ اب مقصدِ حیات کون ہوا؟ لوگ۔ کہتا ہے کہ میں خود خوش ہوں گا_____ یہ انا ہے_____ ''اس سے اللہ خوش ہو گا'' آدھے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں میں حج کرنے جا رہا ہوں' اللہ خوش ہوگا۔ اس کو کہو کہ حج کے پیسے کسی غریب کو دے دے' کبھی نہیں دے گا۔ خوش کون ہوا؟ آپ خود ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ کے نام پر انسان انا کا سفر کرتا ہے اور اللہ کے نام پر اللہ کے بندوں کو مارتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھو کہ جو کام تم کر رہے ہو' کس کی خوشنودی کے لیے کام کر رہے ہو' کس خوشنودی کے لیے؟ اگر محض انا ہے' With the World ہے Competition' تو یہ سمجھو کہ اس کی سزا یہی ہے کہ تم کبھی خوش نہیں ہو گے۔ نصیب کا مقابلہ کرنے والا کبھی خوش نہیں ہوگا۔ اگر تم یہ اللہ کی رضا کے لیے کر رہے ہو تو پھر زندگی اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے گی۔ یہ جس طرح میں نے بتایا کہ کچھ لوگ عادت کی نماز پڑھتے ہیں' کچھ لوگ سماج کی نماز پڑھتے ہیں یعنی

دوزخ اور جنت کے حوالے سے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی خوشی کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ محض اللہ کی رضا کے لیے جو نماز پڑھے گا وہ زندگی ضرور اللہ کی رضا کے لیے گزارے گا۔ جس آدمی کی زندگی اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہے اس آدمی کی نماز بھی اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہے۔ تو نماز یا عبادت اس وقت اللہ کی رضا بنتی ہے جب آپ کی زندگی بھی اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنا ہے کہ آپ کا علم یا عمل کس کے لیے ہے؟ جس کی خوشنودی آپ چاہتے ہو۔ اگر آپ یہ اللہ کے لیے کر رہے ہو تو باقی کام بھی اللہ کے لیے کرو۔ اللہ کے لیے یہ کرنا مشکل ہے' اللہ کو سمجھنا بڑا مشکل ہے' حالات ایسے ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ اب اللہ کیا چاہتا ہے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ بھئی اس وقت اللہ کیا چاہتا ہے' سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کی مرضی کیا ہے۔ معمولی معمولی بات پہ غصہ آ گیا' انا بن گئی' جھگڑا ہو گیا اور آپس میں ٹھن گئی۔ بعض اوقات انتقام پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انسان نہیں سمجھتا کہ اللہ کی کیا مرضی ہے' بس کہتا ہے کہ یا اللہ اس کو غرق کر دے' اب اللہ کس کی بات مانے۔ اگر اس کے کہنے میں آئے تو تمہیں غرق کر دے۔ مسلمان' مسلمان کے غرق ہونے کی دعا کرتا ہے تو دونوں کمزور ہو جاتے ہیں' ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر اللہ مسلمان ہوتا تو اور بات تھی۔ شکر ہے کہ اللہ' اللہ ہے' تمہارے قبیلے کا نہیں ہے۔ اللہ نہ شیعہ ہے نہ سنی ہے' وہ تو اللہ ہی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ شیعہ ہیں نہ سنی ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ شیعہ سنی تو تم لوگ ہو۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ ایک طبقہ کا ہوتا تو اور بات تھی۔ چونکہ اللہ تو اللہ ہے' وہ کسی ایک طبقے کا ہوتا تو اور بات تھی۔ چونکہ اللہ تو اللہ ہے' اس لیے اس نے کسی ایک طبقے میں آ کے دوسرے طبقے کے خلاف ایکشن نہیں لینا بلکہ Action تو لیتا ہی نہیں۔ شیطان نے جب انکار کر دیا' انسان ہوتا تو شیطان کو اڑا کے ہی رکھ دیتا کیونکہ اس نے بھری محفل میں انکار کر دیا' فرشتوں کی Gathering میں سب نے کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہیں مگر شیطان نے کہا کہ میں نہیں کرتا۔ کون کہہ رہا ہے؟ وہ متکبر خود کہہ رہا ہے ابی واستکبر وکان من

الکـافرین اوراس نے بڑا تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ انکار تو کر گیا وہ۔ آپ یہ بتاؤ کہ قوت وہاں پر کیوں کام نہ آئی ؟ یہ ایک راز ہے۔ قدرت میں کوئی کمی نہیں، قوت میں کوئی کمی نہیں، بس یہ راز ہے کہ اللہ جو ہے وہ دشمن کو فنا نہیں کرتا۔ یہ بندہ ہے جو فنا کرتا ہے۔ آپ لوگ اس بات کو برداشت نہیں کرتے۔ وہ نہ ماننے والوں کو کہتا ہے تمہارا ہمارا حساب آگے ہوگا، ایک یومِ معلوم ہے، اس دن بات ہو جائے گی، فی الحال تم کھانا قبول کرو۔ God is great because he serves all اللہ گریٹ اس لیے ہے کہ وہ سب کی خدمت کرتا ہے، سب کچھ دیتا ہے، کھانا پینا بھی دیتا ہے۔ کافروں پہ زیادہ احسانات ہوتے ہیں کیونکہ ان بیچاروں کو آگے بڑی سزا ملنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کی پروا نہیں کرتا مگر انسان کا مزاج اور ہے______ تو آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو جاننا بڑا مشکل ہے۔ کسی جاننے والے سے پوچھنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کیا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو Deal کرنا تھوڑا سا مشکل ہے۔ اللہ کے کہنے کے مطابق چلتے جاؤ، اس کی خوشنودی دیکھتے جاؤ کہ وہ کیا فرما رہے ہیں اور اس کے مطابق چلتے جاؤ۔ باقی یہ کہ اللہ تعالیٰ سب کا اللہ ہے، تمہارے قاتل کا بھی وہی اللہ ہے اور تمہارا بھی وہی اللہ ہے، ہندو کا بھی اللہ ہے، سب کا اللہ ہے، اللہ خالی مسلمانوں کا نہیں۔ یہی بات تو سمجھانی ہے آپ کو۔ کیا اللہ آج کل قادر ہے؟ ضرور ہے۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ ایمان ہے، پکا ایمان ہے۔ علیٰ کل شی قدیر ہے۔ کیا آپ لوگ امام علی علیہ السلام کو جانتے ہیں؟ جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں کیونکہ آپ ان کے خاص فقیر ہیں اور ان کے بازو کی طاقت مانتے ہیں، خیبر شکن، مشکل کشا بھی آپ کو مانتے ہیں۔ مگر وہ آپ شہید ہو گئے، بظاہر طاقت، قدرت کام نہیں آئی۔ کہ کام آئی؟ اب رضا کی بات آپ کریں گے۔ لیکن قوت جو ہے وہ شہید کیسے ہوتی ہے؟ اصل قوت یہ ہے کہ شہادت کی موجودگی میں اپنی قوت سمیٹتے ہوئے اپنے قاتل کو معاف کرنے کا اعلان کر ڈالا۔ تو قوت یہ ہے! یوسف علیہ السلام کا آپ کو پتہ ہے کہ پیغمبر ہیں، خود پیغمبر ہیں اور باپ بھی پیغمبر ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے

ہوئے ہیں۔ باپ پیغمبر ہیں اور پیغمبر باپ کا پیغمبر بیٹا کنوئیں میں ہے۔ چاہیے تو یہ کہ وہ پیغمبری سے استعفیٰ دے دیں۔ مگر خبر نہیں آئی بیٹے کی۔ بیٹے کی جدائی میں آنکھیں چلی گئیں لیکن اطاعت نہیں گئی۔ تو قوت کیا ہے؟ اللہ کی اطاعت۔ ان میں اطاعت کی قوت موجود ہے۔ پھر ایسی بینائی آئی کہ بیٹے کی قمیض کی خوشبو کے ساتھ بینائی آ گئی ہے۔ بیٹے پہ الزام ہو گیا، لیکن پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیا۔ پھر جیل بھی ہو گئی۔ تو اللہ کے کام یہ ہیں کہ ادھر بظاہر دنیا میں ابتلا ہوتی ہے اور اندر سے اُس کے ساتھ محبت نامہ ہوتا ہے، باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ کے ساتھ رابطہ نہ ہو تو ان کٹھن مراحل سے گزرنا ناممکن ہے۔ ہر عظیم آدمی جو ہے کٹھن مراحل سے گزرا، ہر عظیم آدمی پر سے کربلا گزری ہے، جتنی زیادہ گزری ہے اتنا زیادہ وہ اللہ سے قریب ہے۔ تو تقرب جو ہے یہی قوتِ برداشت عطا کرتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر تقرب نہ ہو تو قوتِ برداشت ختم ہو جاتی ہے۔ تقرب ہو تو غصہ نہیں آئے گا، تقرب ہو تو انا نہیں آئے گی اور تقرب ہو تو انسان ابتلاء سے تقرب کے سہارے خاموشی سے گزر جائے گا۔ جن لوگوں کے پاس تقرب نہیں ہے، باقی ساری صفات ہیں، ان کو غصہ آ جاتا ہے۔ وہ تقرب کی بات جانتے نہیں کہ تقرب کیا ہوتا ہے۔ اس لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے حکم کے مطابق ڈھال دو، اپنے آپ کو اپنے آپ سے نکال دو، اپنی انا کو کل پر ٹال دو، دیکھا جائے گا۔ پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ تقرب ہے کیا۔ تو تقرب میں ہر حال قابلِ برداشت ہو جاتا ہے بلکہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ان باتوں کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی باتوں میں آنے والا نہیں ہے کہ آپ کہیں تو وہ کافروں کو اڑا دے۔ وہ یوں نہیں اڑاتا۔ اس کی اپنی تخلیق ہے، اس کا اپنا مال ہے۔ آپ کے لیے یہ بات ہے کہ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہوتے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہوتے، دل سے، مکمل طور پر، تو آپ میں فرقے نہ بنتے۔ فرقے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ فرقہ صحیح ہے جو تمہارا ہے، باقی فرقے غلط ہیں۔ باقی بھی تو تمہارے بھائی ہیں۔ تم ایسے باپ کے بیٹے ہو کہ صرف تم ہی صحیح ہو اور تمہارا باپ اچھا ہے، ایک بیٹا صحیح ہے اور باقی ستر بیٹے غلط

ہو گئے ہیں۔ ہوا کیا ہے؟ کہیں نہ کہیں ملاوٹ ہو گئی۔ ملاوٹ تم لوگ ہو۔ اگر آپ لوگ اپنے آپ کو نکال دو اور اللہ کا حکم ماننا شروع کر دو تو کلمے کی وحدت پر تم لوگ واحد ہو سکتے ہو، اکٹھے ہو سکتے ہو۔ اتنا ہی کافی ہے۔ آپ خیال کرو۔ ان کو سمجھاؤ، آپ تصفیہ نہ کیا کرو، دوست کی بات مانو اور خیال کی حدت پیدا کرو۔ اور پھر اللہ کے قرب کو حاصل کرو۔ قرب جو ہے یہ جھگڑتا نہیں ہے، دوری جھگڑتی ہے۔ جھگڑا کب ہوتا ہے؟ دوری کا نام ہے جھگڑا اور جب قرب ہوتا ہے تو جھگڑا نہیں ہوتا۔ قرب خاموشی پیدا کر دیتا ہے۔

اور بات کرو ______ پوچھو ______ مظہر صاحب آپ پوچھیں گے؟

سوال:

جناب عالی! نفس کے شر سے اور شیطان سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب:

اگر آپ کے عمل کا امام امرِ الٰہی ہے تو آپ نفس سے بچ گئے۔ اگر عمل کا امام تمہاری اپنی ذاتی انا ہے تو تم شرِ نفس سے بچ نہیں سکتے۔ شیطان کی تعریف یہ ہے کہ وسوسہ ڈالنا، دین میں وسوسہ ''کدھر کو جانا ہے، رہنا تو ادھر ہی ہے'' وسوسہ ہوتا ہے زندگی کو اللہ کے حکم سے علیحدہ خیال دینا۔ حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ ایک خاص Appointed ٹائم پر دنیا میں آئے اور ایک Predestined ٹائم کے بعد آپ چلے جائیں گے، ایک خاص دن مقرر ہے۔ اور یہ دو دن مقرر ہیں، ایک کے اندر آنا اور پھر جانا۔ درمیان میں پھر کیا آزادی ہے۔ پہلے بھی پابند اور جانے کے لیے بھی پابند۔ اگر آپ اللہ کی رضا کے مطابق عمل شروع کر دیں گے تو پھر نفس جو ہے آپ پر عمل نہیں کرے گا اور شیطان سے آپ محفوظ رہیں گے اور اگر غرور نہیں ہے، اور اگر آپ لوگوں پر Comparatively اپنا آپ Assert نہیں کرتے تو آپ شیطان سے بچ گئے۔ اگر آپ باپ کے سادہ لوح ہونے کے باوجود اس کا حکم پورے طور پر مانتے ہیں تو سمجھو کہ شیطان آپ پر غالب نہیں آئے گا۔ شیطان یہ وسوسہ دیتا ہے کہ انا خیر منہ یعنی میں اس سے بہتر ہوں۔ جب آپ یہ کہتے جائیں گے کہ میں

اس سے بہتر ہوں تو یہ شیطان ہے۔ اور اگر یہ کہیں گے کہ "وہ مجھ سے بہتر ہے" تو یہ فقرہ ہے اپنے ایمان کا Brother thy need is greater than mine۔ اگر کوئی گمراہ ہے اور آپ راہ والے ہیں تو اب یہ آپ کی ذمہ داری بن گیا ہے۔ بات سمجھے؟ بجائے اس کے کہ اس گمراہ سے نفرت کرو اسے ساتھ لے چلو۔ ایک شخص کو ایک کافر مل گیا۔ اس نے کہا کافر کا بچہ ہے، کلمہ پڑھ۔ اس نے کہا کہ پڑھا۔ کہتا ہے کہ تو بچ گیا، قسمت والا ہے، مجھے خود کلمہ نہیں آتا۔ تو بات اتنی ساری ہے۔ اسے کلمہ پڑھانا چاہتے ہو اور خود راستہ نہیں جانتے۔ اگر راستہ جانتے ہو تو اسے راستے پر پہنچا دینا ہی کافی ہے Sufficient ہے۔ لہٰذا کسی کو گمراہ کہنے سے پہلے اپنی راہبری دکھا۔ جو شخص دوسرے کو گمراہ کہتا ہے اور راستہ نہیں دکھاتا، وہ خود گمراہ ہے۔ کہتا ہے تم اندھیرے میں ہو۔ وہ کہتا ہے کہ چراغ صاحب بولو! تم "چراغ" بولتے نہیں ہو اور اسے کہتے ہو کہ تُو اندھیرے میں ہے۔ پہلے تُو روشنی دکھا۔ اگر تُو کہتا ہے کہ ظالم ہے۔ اگر اس کو پتہ نہیں، تجھے پتہ ہے، تو اُسے بتا دے! کہتا ہے کہ میں خود بھی نہیں جانتا۔ اس لیے ان باتوں کا خیال رکھو۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ ہے کہ یہ فقرہ دل میں نہ آئے کہ انا خیر منہ میں اس سے بہتر ہوں۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس نعمت پر تمہیں فخر یا خوشی ہوتی ہے، اس نعمت کو لوگوں کے استعمال میں آنے دو۔ اگر تم پیسے والے ہو تو اپنا پیسہ غریبوں کے کام آنے دو، اس طرح شیطان سے بچ جاؤ گے۔ شیطان وسوسہ پیدا کرے گا، آپ کے دین میں آپ کا اعتبار ختم کر دے گا۔ شیطان عام طور پر ایک آدمی کے روپ میں ہوتا ہے جو تمہیں Tickle کرتا رہتا ہے۔ اس کو چھوڑو۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ ہے ذکر۔ کہتے ہیں کہ ذکر ایک ایسی چیز ہے، ذکر میں انہماک ایک ایسی چیز ہے کہ شیطان بھاگ جاتا ہے اور نفس بھی کنٹرول ہو جاتا ہے۔ نفس کو کنٹرول کرنے کا، تزکیۂ نفس کا آسان طریقہ کیا ہے؟ ذکر۔ ذکر میں گم ہو جانا۔

تیری یاد میں ہوا جب سے گم، تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے

کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

پھراس کی یاد میں ایسا گم ہوا کہ نفس کی بات ختم ہوگئی۔تو جب تک آپ کسی کی یاد میں اور خیال میں گم نہیں ہوتے ہیں' نفس سے بچنا مشکل ہے۔نفس سے آپ یکتائی کے ذریعے بچتے ہیں' یکسوئی کے ذریعے بچتے ہیں۔ایسا آدمی جب جارہا ہوتا ہے تو اس کو باقی چیزوں کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔''دیکھا تم نے' دنیا میں کتنے گناہ ہورہے ہیں'' وہ کہتا ہے مجھے پتہ ہی نہیں' مجھے صرف اللہ کا خیال ہے۔ایک بزرگ پیغمبر کی بات سنو۔نوح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی نوسو سال یا گیارہ سو سال تھی' چودہ سو سال بھی لکھتے ہیں۔جب آپ کے پاس عزرائیل علیہ السلام آئے کہ یا نوح میں جان لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں تو انہوں نے کہا کہ تشریف لے آؤ۔عزرائیل نے پوچھا زندگی کی کوئی بات بتائیں' اتنی آپ نے عمر پائی ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی زندگی عطا فرمائی تو زندگی کی کوئی خاص بات بتائیں۔آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے' وہاں سے دھوپ میں ہوگئے۔پھر کہتے ہیں کہ زندگی اتنی ساری تھی کہ درخت کے نیچے بیٹھے تھے اور پھر دھوپ میں آگئے اور سچ پوچھو تو ہم نے یہ تیرے انتظار میں گزاری ہے۔یعنی وہ سارے سال تیرے انتظار میں گزارے ہیں۔کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے زندگی میں مکان نہیں بنایا کہ جانے زندگی کب ختم ہو جائے۔آپ بات سمجھے! زندگی جو ہے وہ اس کے انتظار میں؛ ایسے ہو کہ کسی بھی وقت دروازہ کھڑکے اور وہ آجائے۔جب آپ اس کے انتظار میں تیار ہوں تو سمجھ لو شرِ نفس سے بچ گئے۔جب وہ اچانک آکے جھپٹے گا تو آپ شرِ نفس میں مبتلا ہوں گے۔اگر آپ زندگی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں تو آپ بچ گئے۔اگر زندگی چھین لی جائے تو آپ ابھی بچے نہیں۔اس لیے نفس سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی دوست کو ساتھ لے لو۔اس طرح نفس سے بچ جاؤ گے۔کسی ساتھی کو ساتھ لے لو' کسی بزرگ کا کہنا ماننا شروع کر دو' اللہ کے عمل کے تابع ہو جاؤ' درود شریف پڑھنے لگ جاؤ' درود شریف جب وارد ہو گیا' تو آپ نفس سے بچ گئے۔نفس کی دو خرابیاں ہوتی ہیں' اگر یہ دو خرابیاں نہ ہوں تو آپ نفس سے بچ جائیں گے۔ایک یہ کہ نفس جو ہے یہ جسمانی مسرتوں کی تمنا کا نام ہے۔اگر جسمانی

مسرتوں کی تمنا کمزور کر دو یا کنٹرول کرلو تو نفس کے شر سے بچ جاؤ گے۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے دین پہ وسوسہ نہ آئے اور یقین آ جائے کہ یہی دین برحق ہے۔ تو شیطان سے آپ بچ جاؤ گے۔ شیطان کا کام شر پیدا کرنا اور اللہ کی رحمت سے مایوس کرنا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنا مستقبل یقین میں نظر نہیں آتا۔ جس شخص کو اپنے مستقبل میں شک پیدا ہو جائے تو وہ سمجھ لے کہ شیطان کی Grip میں ہے۔ شیطان اندیشہ پیدا کرتا ہے "ہم تو کلمہ پڑھ پڑھ کے تھک گئے' کیا بنا ہمارا' چھ سال سے نماز پڑھتے جا رہے ہیں' ایک گاڑی مانگی ہے اللہ سے" ______ نماز کا گاڑی کے ساتھ کیا تعلق۔ اکثر آپ یہ Confusion پیدا کرتے رہتے ہیں کہ دعا کے ذریعے اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جو کافروں کو بغیر اسلام کے مل گئی۔ آپ لوگ اس بات کو سمجھو کہ آپ کیا کر رہے ہو۔ کافروں کو تو اسلام کے بغیر ہر چیز مل گئی ہے کیونکہ ان کے پاس سسٹم ایسا ہے اور آپ وہ چیز حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا استعمال کرتے جا رہے ہیں' یا اللہ مجھے تو وہ چیز دے دے جو کافروں کو تم نے دی ہے۔ تو کافر والی بات کے لیے مومن کو اگر دعا مانگنی پڑ جائے تو سمجھو کہ ایمان کمزور ہو گیا۔ اس لیے ایمان والا یہ کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے بچا ان آزمائشوں سے جن میں کافر مبتلا ہے' جو انہیں ایمان میں نہیں آنے دیتی۔ آپ وہی چیز مانگتے ہو تو پھر آپ کا ایمان کمزور ہوتا ہے' شیطان کا ساتھ بھی ہوتا ہے۔ شیطان آپ کا نام ہے۔ نفس آپ کا نام ہے۔ شر آپ کا نام ہے اور ایک وقت میں راہنمائی بھی آپ کا نام ہے اور پھر ایک وقت میں مالک بھی آپ کا نام ہے' مخلوق بھی آپ کا نام ہے' آگے چل کے جنت بھی آپ ہو' دوزخ بھی آپ ہو' گناہ بھی آپ ہو' ثواب بھی آپ ہو' کھیل آپ کا اپنا ہے' بیٹھے بیٹھے انسان خوش ہو گیا' آپ کا نام خوشی ہے۔ پھر رونے لگ گیا' آپ کا نام غم ہے۔ کہتا ہے آج بڑے عبادت والے بنے پڑے ہو' اب آپ کا نام تبرک ہو گیا۔ کبھی بڑا نیک بنا بیٹھا ہے اور کبھی بگلا بھگت بنا بیٹھا ہے' اب یہ منافق ہے۔ سارے نام آپ کے اپنے ہیں۔

تو قرآن پڑھنے سے پہلے اپنا نام رکھ لو۔ دل میں سوچ لو کہ تم ہو کیا؟ سچے ہو؟ تو یہ سچا دین ہے' سچوں کے کام آئے گا۔ منافق ہو تو بچو اس سے' اس میں منافقوں کے لیے بڑی سزا ہے۔ اس دین سے پرے ہٹ جاؤ' یہ منافق کو مارے گا۔ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں' سچ بولتا ہوں' امانت کا خیال رکھتا ہوں۔ مومن ہو تو دھیان کرنا' باقی مومنوں کے لیے دعا کرنا۔ کہتا ہے کہ ان سے تو میں نفرت کرتا ہوں۔ پھر تو بچ جا اس دین سے کیونکہ باقی مومن تمہیں قابل نفرت نظر آتے ہیں۔ تو کہتا ہے کہ میں اس میں اکیلا ہی رہوں اور وہ جو مالک ہیں وہ لوگوں کو دین میں جمع کر رہے ہیں یدخلون فی دین اللہ افواجا ادھر سے وہ دین میں فوجیں اکٹھی کر رہے ہیں اور ادھر سے تم بھگا رہے ہو۔ وہ بلائے جا رہے ہیں اور یہ بھگاتا جا رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ نہ پڑھنے والو' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کا علم نہ ماننے والو' تمہاری زندگی بھی کیا ہے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کسے سنا رہے ہو؟

اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تو اور بات تھی۔ یہ تو تم کسی بندے کو سنا رہے ہو۔ یہ ہے Tragedy of Modern Times یہ کیا ٹریجڈی ہے؟ اگر کوئی نعت کہتا ہے تو کسی بندے کو سناتا ہے۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نعت ہے' اب تُو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ۔ مگر وہ نہیں سنائے گا۔ کہتا ہے میں نے یہ شعر عرض کیا ہے۔ سنا کس کو رہا ہے؟ جلسے کو۔ ان کی تسکین کے لیے۔ تو اگر نعت کا شعر ہے' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا گیا ہے تو لوگوں کو تو ابلاغ ہو جائے گا' خود بخود سمجھ آ جائے گا۔ اس لیے یہ خیال رکھو کہ انتشار تمہارا اپنا نام ہے۔ اگر تم انتشار سے بچ جاؤ تو وحدتِ فکر پیدا ہو جائے گی۔ وحدتِ فکر پیدا ہو گئی تو وحدتِ عمل کا پیدا ہونا بہت آسان ہے۔ وحدتِ عمل پیدا ہو گئی تو دس دفعہ آپ کامیاب ہو______ ایک آخری بات سن لو!______ غلام ہندوستان میں' غلام مسلمان' چند لاکھ' بے سروسامان تھے مگر انہوں نے پاکستان بنا لیا۔ یہ ہے وحدتِ عمل۔ اور آپ دس کروڑ آزاد مسلمان' طاقت ور مسلمان' سرمایہ پرست مسلمان'

سرمایہ مست مسلمان' ہر شے آپ کے پاس موجود ہے' ہندوستان میں آج بھی اتنے مسلمان ہیں جتنے پہلے تھے' بنگلہ دیش مسلمانوں کا ہے مگر اب کیا ہے؟ ڈر ہے۔ وہ مسلمان جو تھے انہیں ڈر نہیں تھا' انہوں نے پاکستان بنایا۔ کن لوگوں نے؟ ان تھوڑے سے لوگوں نے۔ اور آپ ڈر رہے ہو کیونکہ شر آپ کے پاس موجود ہے۔ اس لیے کہ آپ کا یقین کمزور ہو گیا۔ آج آپ اپنے ہی گھر میں ڈر رہے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اندر وحدتِ فکر ختم ہوگئی ہے۔ وحدتِ فکر تب ختم ہو جاتی ہے جب آپ جمع مال وعدده مال جمع کرتے جا رہے ہو اور گنتے جا رہے ہو۔ کل تک آپ کے بڑوں کے پاس کچھ نہ تھا اور آج کل آپ خدا جانے کیا سے کیا ہو گئے۔ اپنے آپ کو کیا سے کیا سمجھتے ہو۔ کوئی آدمی یہ نہیں کہتا کہ ہماری پچھلی نسل غریب تھی۔ یہ ماننا بڑا مشکل ہو رہا ہے۔ غریب ماننے کو آپ تیار نہیں ہو اور امیر ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ امیر وہ جو غریب کے کام آئے۔ امیر کون ہے؟ غریب کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ غریب کے کام کرنے کے لیے۔ آپ کی گاڑی ہوتی ہے تو مٹی اڑانے کے لیے ہوتی ہے اور غریبوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہے' غریبوں پر رعب کے لیے ہوتی ہے۔ مال ہوتا ہے تو صرف تماشہ کرنے کے لیے۔ دکھانے کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ بات جمیع مسلمانوں کے لیے کمزوری کا باعث ہے۔ آپ کیا کیا کرو؟ آپ دوسرے کی خدمت کیا کرو۔ مسلمان کون ہے؟ آپ کے علاوہ سارے ہیں۔ آپ کب ہوں گے؟ جب آپ ان کی خدمت کرو۔ آپ کب مسلمان ہوں گے؟ جب وہ سامنے والی' ''ان لوگوں والی'' ''مسجد بھی ٹھیک ہے' جب سب ٹھیک ہیں۔ ورنہ موقع ملے تو آپ سب کو اڑا کے رکھ دو گے۔ ''وہ دوسروں والی مسجد' وہ دوسرا عقیدہ ہے' پتہ نہیں کون ہیں یہ لوگ اور کیا کہتے ہیں''۔ تو بہ کیا کرو اس بات سے۔ میں آپ کو ایک مثال دے رہا ہوں' اسے یاد رکھنا ______ ایک جگہ مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا Actual واقعہ ہے یہ۔ مغرب کی نماز تھی' مسجد بھی کوئی بہت بڑی نہیں تھی۔ وہ چھوٹی سی تھی' خوبصورت مسجد تھی۔ سب لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ جماعت ہوئی' ادھر سے میں Last میں' دوسری صف میں کھڑا

تھا۔ اتنے میں کوئی مسافر آیا' ہاتھ میں سامان تھا۔ امام نے کہا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سب نے اونچی آواز میں کہا'' آمین'' وہ مسافر بولا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سامان اٹھا کے بھاگ گیا۔ اب اسے کون روکے کہ جماعت ہو رہی ہے۔ اسے یہ سکھایا گیا تھا کہ جہاں اونچی'' آمین'' ہوتی ہے وہاں لاحول ولا قوۃ پڑھا کرتے ہیں۔ یہ ہے آپ کی Production کہ آپ بریلوی ہو اور آپ لوگوں نے اپنے طبقہ خیال کو سکھایا کہ جہاں اونچی آمین ہو وہاں سے بھاگ جایا کرتے ہیں۔ جو لوگ اذان سے پہلے درود نہیں پڑھتے آپ انہیں کافر کہتے ہو۔ اگر اذان ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کہہ رہے ہیں تو جو اذان آپ کے زمانے میں کہی گئی وہی کہو۔ اگر اس وقت اذان سے پہلے درود کہا گیا تو آپ کہو۔ اگر جو اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی' اس سے پہلے درود کہا گیا تو آپ کہو۔ تو جو بات کہی گئی ہے اس کے مطابق چلو ـــــــ اس لیے نہ وہ اس بات میں آئیں اور نہ آپ اس بات میں آئیں۔ میں بار بار کتابوں میں لکھ کے آپ کو بتا رہا ہوں کہ مسجد سے لاؤڈ سپیکر نکال دو' مسجدیں آباد ہو جائیں گی۔ لاؤڈ سپیکر لگا ہوا' ٹیپ ریکارڈر لگا کے گھر چلے جاتے ہیں ـــــــ اکثر ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ ٹیپ لگے ہوئے ہیں۔ کیا پرانے زمانے میں محلے کی مسجد کی آواز نہیں آیا کرتی تھی؟ ایک باریک سی آواز والا بابا پکارا کرتا تھا اور سب کو اذان کی آواز آتی تھی۔ سب کشاں کشاں چلے جا رہے ہیں۔ آپ کی رات پوری طرح سیر گاہوں میں گزرتی ہے' اس لیے آپ کے پاس وہ واقعہ نہیں ہے۔ صبح قرآن پڑھنے کی بجائے اخبار پڑھنے کی مصیبت ہوتی ہے' کیسے واقعات ہیں' پریزیڈنٹ رہتے ہیں کہ نہیں رہتے' پتہ نہیں جمہوریت آتی ہے کہ نہیں آتی' پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ اس بات کو سمجھو کہ کیا ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا۔ چل سو چل کا میلہ ہے' ہر آدمی جو آ رہا ہے اس نے چلے جانا ہے۔ ان باتوں کا خیال رکھو تو شاید بہت سی آسانی پیدا ہو جائے۔

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شیطان سے بچائے' اپنے دین پر بدگمانی کرنے سے بچائے' اللہ تعالیٰ آپ کو نفس کے شر سے بچائے' نفس کے شر کا مطلب ہے دنیا

کی محبت سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے پر چلائے۔ اللہ کے راستے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے پسندیدہ لوگوں کا راستہ۔ اللہ اس راستے پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا پسندیدہ بندہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا میں سے آسانی کے ساتھ نکالے اور اپنی راہ پر چلا دے کہ آپ کو تکلیف بھی نہ ہو اور ایسی زندگی عطا فرمائے کہ آپ بھی راضی رہیں اور اللہ کریم بھی راضی رہے۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمدو آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّحمین.

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

اللّٰہ

- جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔
- اللہ کی عطاؤں پر الحمدللہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہیے۔
- اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔
- اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کفر تک ہے۔
- جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا' اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔
- اللہ ہر آخر کا اوّل اور ہر اوّل کا آخر ہے۔
- اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لیے غم بن جاتا۔
- اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔
- اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

واصف علی واصفؒ

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	کرن کرن سورج (ڈیلکس ایڈیشن)	(نثر پارے)
3	دل دریا سمندر	(مضامین)
4	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
13	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
14	دریچے	(نثر پارے)
15	ذکرِ حبیبؐ	
16	واصفیات	(مضامین)
17	گفتگو۔1	(سوال جواب)
18	گفتگو۔2	(سوال جواب)
19	گفتگو۔3	(سوال جواب)
20	گفتگو۔4	(سوال جواب)
21	گفتگو۔5	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز

301-A' جوہر ٹاؤن' لاہور

http://www.wasifaliwasif.org